خواتین کا مقبول ترین ناول

میں تیرا خالی کمرہ ہوں

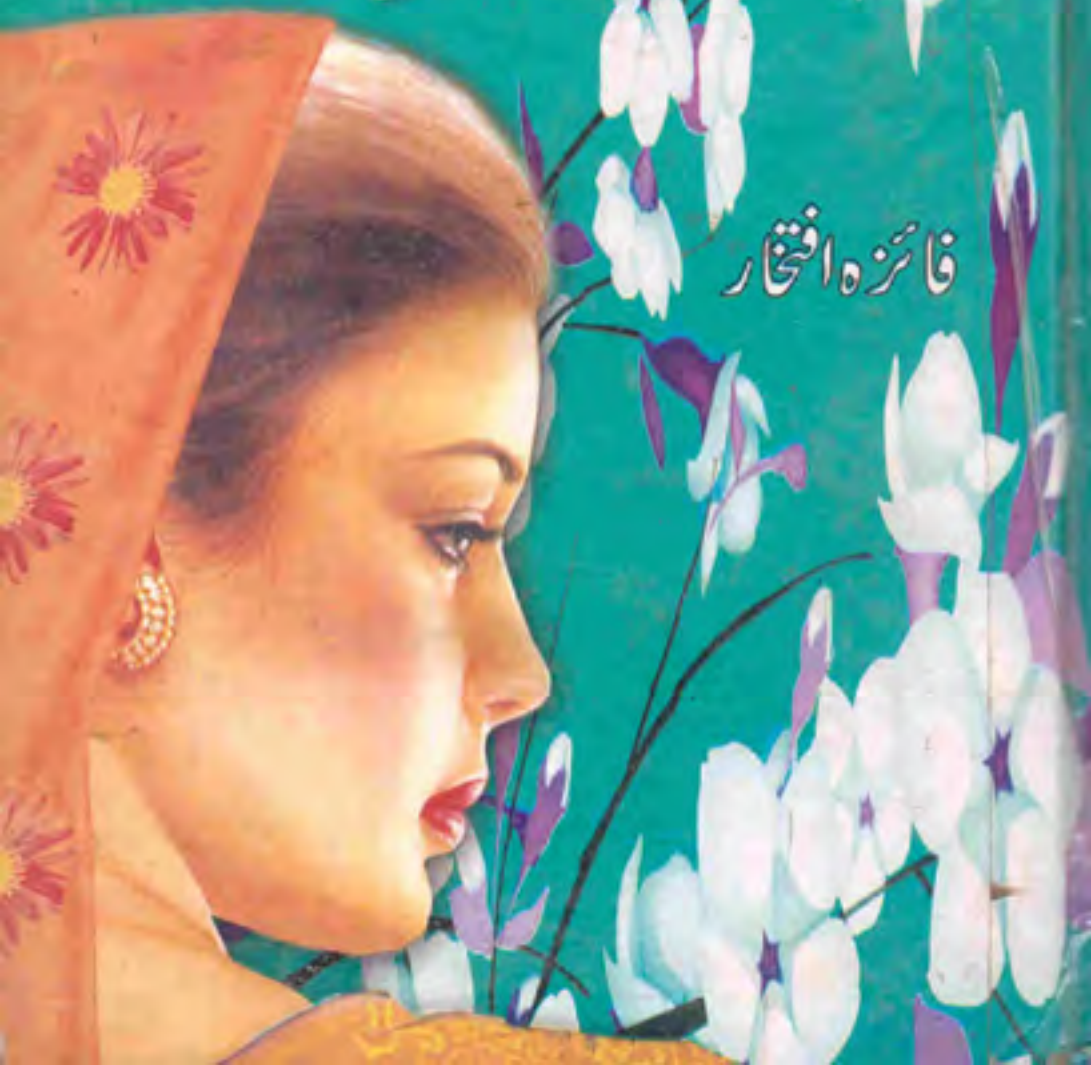

فائزہ افتخار

میں ایک خالی کمرہ ہوں۔

میری دیواریں خالی نہیں ہیں۔ ان میں جا بجا ایک مسکراتے حسین چہرے کی تصویریں آویزاں ہیں۔ اس کے باوجود میں خالی کمرہ ہوں۔

لائٹ پنک کلر کی بیڈ شیٹ وائٹ پینٹ والے سنگل بیڈ پر اب بھی بے شکن اور بے داغ بچھی ہے۔ اسی رنگ کے بھاری پردے اب بھی ہمیشہ کی طرح سارا دن بند ھے رہتے ہیں اور ڈارک گلاس ونڈو پر مہین سفید جالی کا پردہ ابھی تک لٹکا ہوا ہے۔ کسی شام ان ہاتھوں نے حسب معمول شام کے سائے گہرے ہوتے ہی لائٹیں آن کرنے کے بعد اسے گرایا ہے اور پھر وہ صبح نہ آئی جب وہ ہاتھ حسب عادت اور حسب معمول بھاری پنک بند ھے ہوئے پردوں کے ساتھ ساتھ جالی کے اس باریک سفید پردے کو بھی ہٹاتے تا کہ سارا دن تازہ ہوا اور روشنی کمرے میں بنا کسی رکاوٹ کے آتی رہتی۔

وائٹ ڈریسنگ ٹیبل پر گرد کی ہلکی سی تہ ضرور جمی ہے مگر وہ سب چیزیں جوں کی

توں اسی ترتیب سے رکھی ہیں جس ترتیب سے ان ہاتھوں نے انہیں آخری بار رکھا تھا۔ وہ حسین ٹیلکم پاؤڈر۔ وہ ڈیوڈرنٹ اسپرے' بلیک آئی پنسل' ہیئر برش' وہ اسٹرابیری کی خوشبو والا لپ گلوز' نیچرل کلر لب اسٹک اور وہی نیل پالش کے تین مخصوص شیڈز جو اسے بے حد پسند تھے۔ سامنے آویزاں آئینے کے راؤنڈ شیپ فریم پر وہی کلپ لگے تھے اور ڈریسنگ کے ساتھ وائٹ پینٹ والا آئرن راڈ کا خوب صورت اسٹینڈ رکھا تھا جو اس گھر میں آیا تو باہر برآمدے میں رکھنے کے لیے تھا اور گملا سجانے کے کام آتا تھا مگر اس کی ضد پر اس کمرے میں رکھ دیا گیا اور پھر اس میں گملے کے بجائے یہ باسکٹ رکھ دی گئی جو اس کی رنگ برنگ ربر بینڈ اور جپسی اسٹائل کی جیولری سے بھری تھی۔ سامنے کی دیوار پر لگے کی ماؤس کی شیپ والے میوزیکل وال کلاک پر ساڑھے سات بجے کا وقت تھا۔ پتہ نہیں یہ ساڑھے سات صبح کے تھے یا شام کے کلاک کیونکہ کئی روز سے یہیں رکی ہوئی تھی۔ کلاک کے سیل ایکسپائر ہو چکے تھے۔

رائٹنگ ٹیبل پر رکھا لیمپ بھی وہی تھا۔ وہی اس کا پرانا دوست' ہمراز' وہی خوب صورت شیڈز والا لیمپ جو اسے تیرھویں برتھ ڈے پر گفٹ ملا تھا اور جس کو رات کی تنہائیوں میں روشن کر کے خود کلامیاں کرنے کی وہ تب سے ہی عادی ہو گئی تھی۔ بہت دن ہوئے کسی نے اس لیمپ کو آن کر کے' اس کی مدھم گلابی روشنی پر نظریں جما کے سرگوشیاں نہیں کی تھیں۔ یہ لیمپ بھی وہیں موجود تھا مگر کتنا اداس۔ اس رائٹنگ ٹیبل کی درازوں میں اس کی کتابیں اور ڈائریاں بھی اب تک موجود ہوں گی۔ وہ سارے گریٹنگ کارڈز بھی جن کو سنبھالے رکھنے کی وہ عادی تھی۔ اس کا پی۔ سی بھی اسی ٹیبل پر اب تک رکھا تھا۔ کافی عرصہ ہوا اسے بھی کسی نے چھوا تک نہ تھا۔

رائٹنگ ٹیبل جس دیوار کے ساتھ رکھی تھی' اس دیوار کو مختلف تصویروں نے بھر رکھا

تھا۔ ان تصویروں کی صورت میں ایک زمانہ اس دیوار پر سانس لے رہا تھا۔ زندگی کے کئی گزرے سال ثبت تھے اس دیوار پر۔ کتنے حسین پل اور یادگار لمحے قید تھے۔

سب کچھ تھا۔ وہ سب کچھ جو اس کے ہوتے ہوئے تھا۔ بس ایک وہ نہ تھی۔ جس کے ہونے سے یہ سب کچھ واقعی سب کچھ لگتا تھا۔ اب وہ نہیں ہے تو یہ سب کچھ ''کچھ بھی نہیں'' ہے۔ ہر چیز نوحہ کرتی محسوس ہوتی ہے۔ میرا یعنی اس کمرے کا خالی پن اپنے خالی ہونے کا حساب مانگتا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ اب میرا مصرف کیا ہے؟ میرے اندر وہ قہقہے پھر نہیں بکھر سکتے پھر یہ دیواریں کس لیے؟ اس گلابی نرم تکیے پر وہ ہلکے بھورے سنہرے بالوں کے گچھے اب کبھی نہیں پھیلیں گے پھر یہ اس بستر پر کیوں پڑا ہے؟

اس آئینے پر اب کبھی وہ عکس داد طلب انداز میں نہیں لہرائے گا پھر اب تک اس دیوار پر کیوں آویزاں ہے؟ کیوں نہیں چکنا چور ہو جاتا گر کر؟ اس کی بورڈ کو اب وہ مخروطی سی انگلیاں کبھی نہیں چھیڑیں گی پھر یہ کس لیے ٹیبل پر رکھا ہے؟ کیوں رکھا ہے مجھے جوں کا توں؟ جب کوئی اسے نہیں رکھ پایا تو مجھے کیوں؟

آج میں یہاں ان سب سوالوں کے جواب مانگنے کے لیے عدالت لگاؤں گا۔ سب کو طلب کروں گا۔ مدعی..... استغاثہ..... ملزم..... سب کو۔ اس خالی کمرے میں کوئی آواز تو پیدا ہو۔

نازنین محمود حاضر ہو!

♥ ..... ♥ ..... ♥

کتنے دن بعد آج میرا دل بے اختیار اس دروازے کی جانب کھنچ رہا ہے۔ میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ کس لیے؟ یہ تو میں نہیں جانتی مگر میں خود کو روک نہیں پا رہی ہوں اور میں خود کو روکنے کی کوشش کس لیے کر رہی ہوں' یہ بھی میں نہیں جانتی۔

یہ وہی دروازہ ہے۔ اسی کمرے کا دروازہ...... جس دروازے کے اس پار سے کبھی اس کے قہقہوں کی آوازیں آتیں۔ کبھی کارٹون نیٹ ورک پر لگے پاور پف گرلز کارٹونز کی آوازیں ابھر رہی ہوتیں اور میں نزدیک سے گزرتے ہوئے لازماً ذرا سا اسے کھول کے سر اندر گھسیڑ کے اسے تاکید کرنا نہ بھولتی۔

"مینو! والیم کم کرو۔ بھلا کارٹونز بھی کوئی اتنی اونچی آواز میں دیکھتا ہے۔ تمہیں پتا بھی ہے کہ ایک تو کسی میچ کی کمنٹری اور دوسرا یہ دھشم دھشوں والے کارٹونز کی آوازیں میرے سر میں درد پیدا کر دیتی ہیں۔"

"کم آن پیا' کارٹونز بھی بھلا کوئی ہلکی آواز میں دیکھتا ہے۔" وہ میرے انداز میں میری ہی بات مجھے لوٹاتی۔ مجھے غصہ آ جاتا۔

"اب تمہاری عمر ہے یہ چیزیں دیکھنے کی۔ بچی نہیں رہیں تم۔"

"اتنی بڑی بھی نہیں ہوئی کہ آنٹی کے ساتھ بیٹھ کے قابل اور ہر فن مولا قسم کی بہو بننے کی ٹریننگ دینے والے ایڈیٹ ڈرامے دیکھوں۔"

اُف' وہ اس کی قینچی کی طرح چلتی زبان' وہ اس کا ترکی بہ ترکی جواب دینا جو مجھے غصہ دلا دیتا مگر وہ اس کی من موہنی سی صورت' وہ بچوں کی سی معصومیت والی کھلی کھلی مسکراہٹ' وہ حیران بڑی بڑی سنہری آنکھیں اور وہ اس کا لاڈ سے میرے گلے میں بانہیں ڈال کے' لہجے میں بے پناہ پیار سمو کے مجھے "پیا" کہہ کے پکارنا۔ یہ سب میرا غصہ سیکنڈوں میں بھگانے کے لیے کافی تھے۔ میں اس سے چند منٹ سے زیادہ ناراض رہ ہی نہیں سکی تھی اور وہ...... وہ تو شاید ایک منٹ بھی نہیں۔

میں نے چابی گھمائی اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کے دروازہ آہستہ سے پرے دھکیلا۔ اس کمرے کی چابی میرے پاس ہی ہوتی تھی۔ ان گزرے چند مہینوں میں' میں کتنی ہی بار اس کمرے میں آئی تھی مگر یوں نہیں جیسے آج۔ زیادہ تر تو میں شنو سے یہاں کی صفائی کروانے آتی تھی' ہفتہ دس دن بعد۔

مینو کو باربی پنک کلر بہت پسند تھا۔ اس کمرے میں زیادہ تر یہی رنگ نظر آتا تھا۔ اسی رنگ میں بیشتر بیڈ کورز تھے اور اسی رنگ میں کشن کورز مگر میں بار بار یہی ایک بیڈ کور دھلوا دھلوا کے بچھا دیتی ہوں جو آخری بار اس نے اپنے ہاتھوں سے بچھایا تھا۔ ایک ایک چیز جھاڑتی پونچھتی ہوں مگر پھر احتیاط سے وہیں رکھ دیتی ہوں جہاں سے میں نے انہیں اٹھایا ہوتا ہے۔ اکثر میرے ساتھ شنو ہوتی ہے یا پھر آنٹی۔ اس لیے میں جس کام سے آتی ہوں' اسی کام کی جانب اپنا سارا دھیان لگانے میں کسی حد تک کامیاب بھی رہتی ہوں۔ ورنہ اس کمرے کی ایک ایک چیز' اس کی فضا' اس کی مخصوص مہک

سب مجھے بے چین کر دیتے ہیں۔ابھی چار یا پانچ دن پہلے تو میں شنو کے ساتھ آئی تھی' ساری تفصیلی صفائی کی تھی' کارپٹ پر ویکیوم بھی کیا تھا' تقریباً پون گھنٹے تک اس کمرے میں رہی اور بلاوجہ ہی شنو سے اِسے ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی اور وہ بے چاری حیران پریشان سی کہ کہاں تو میں ہر وقت لیے دیئے رہنے والی۔اس کی بے تکی باتوں کے جواب میں ہوں ہاں سے کام چلانے والی اور کبھی چڑ کے اس باتونی لڑکی کو ٹوک کر خاموش کرا دینے والی اب خود بے تکان بول رہی تھی۔

دراصل میں اس کمرے سے بچنا چاہتی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے چاروں جانب سے دیواریں مجھ پر تنگ ہو رہی ہوں' چھت نیچے اور فرش اوپر کی طرف جا رہا ہو۔جیسے کچھ ہی دیر میں' میں ان سب کے درمیان پس کے رہ جاؤں گی اور آج.....

آج جب میرے قدم بے اختیار ہو کے خود مجھے اس جانب کھینچ لائے ہیں تو اس کمرے کی بانہیں کشادگی کے ساتھ پھیلی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ہر چیز اسی وارفتگی سے مجھے تکتی محسوس ہو رہی ہے جو وارفتگی اور والہانہ پن مینو کا خاصہ تھا۔

''پیا!'' ایک چہکار سی سنائی دی۔

میں نے چونک کے بیڈ کے اوپر لگی اس کی بڑی سی تصویر کی جانب دیکھا۔

یہ تصویر تب کی تھی جب وہ سات برس کی تھی۔ان دنوں ماما پاپا دونوں حیات تھے۔ یہ شاید ان کے آخری دنوں کے زمانے والی تصویر تھی' ان دنوں مینو خاصی صحت مند ہوتی تھی۔میں نے غور سے تصویر کو دیکھنا چاہا اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔یہ تصویر پاپا نے اسے بتائے بغیر اچانک کھینچی تھی۔اس کے لیے اس کے تاثرات بہت نیچرل اور بے ساختہ تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ شام پاپا نے مجھے اشارہ کیا تھا اور میں دبے پاؤں چلتی

پاپا کے ذرا آگے کھڑی ہو گئی تھی۔مینو کی پشت ہماری جانب تھی۔ وہ برآمدے میں رکھے لوبرڈز کے بڑے سے رنگین پنجرے کے پاس کھڑی تھی۔ابھی ابھی نہا کے نکلی تھی اور اس کے ریشم کے سنہری گچھوں جیسے لہریئے بال گیلے ہونے کے بعد بہت گھنگریالے لگا کرتے تھے۔اس نے وہ ریڈ اور وائٹ فراک پہنی تھی جو تانو اس کے لیے پچھلے سال ہالینڈ سے لائے تھے اور جو اسے تب تو پھر بھی پوری تھی مگر اب بہت چھوٹی اور تنگ ہو چکی تھی۔اس کے باوجود وہ اب بھی اسے ضد کر کے پہنا کرتی کیونکہ اس کا ڈیزائن اسے پسند تھا اور یہ بھی کہ وہ تانو کا تحفہ تھا۔

''مینو!'' میں نے اسے آواز دی تھی اور چونکہ اسے کسی اور کی یہاں موجودگی کا علم نہ تھا اس لیے وہ چونک کے پلٹی تھی۔ حیرانی ابھی اس کی آنکھوں سے صحیح طرح سے رخصت نہ ہوئی تھی اور میرا چہرہ دیکھ کے اچانک اس کے لبوں پر جو مسکراہٹ آئی تھی اس ایک لمحے کو پاپا نے کیمرے کی نگاہ میں قید کر لیا تھا۔اس کی آنکھوں کی حیرت اور دبے دبے ڈر کے ساتھ ہونٹوں پر پھیلی بے ساختہ مسکراہٹ..... ان تاثرات کے امتزاج نے اس تصویر کو ایک شاہکار بنا دیا تھا۔ پاپا نے اس تصویر کو انلارج کر کے لاؤنج میں لگایا تھا۔ جو بھی دیکھتا سراہے بغیر نہ رہتا مگر ماما کو یہ بات پسند نہ آئی۔ان کی وہمی طبیعت کا خیال تھا کہ اس طرح ان کی بیٹی لوگوں کی نظروں میں آ رہی ہے۔انہی دنوں وہ شدید بیماری ہوئی جس نے ماما کا یہ وہم اور تقویت پکڑ گیا۔انہوں نے اس تصویر کو اتروا کے ہمارے مشترکہ بیڈ روم میں لگا دیا۔ بعد میں انکل آنٹی کے ہاں آنے پر اس تصویر کو مینو کے بیڈ روم میں جگہ ملی اس کمرے میں۔

میں نے اس تصویر پر ہاتھ پھیرنا چاہا اور میری انگلیوں پر اس کی نرم و نازل جلد کا لمس تازہ ہو گیا۔اس کے گھنگریالے بال جو گیلے سے ماتھے پر لٹک رہے تھے' ان

کی نمی میری انگلیوں کو بھگو گئی۔ اس کے گدرائے ہوئے ننھے سے ہاتھ کی ایک انگلی اس کے منہ میں تھی، مسکراتے گلابی ہونٹوں کی اوٹ سے سفید دودھ سے دو دانتوں کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ میں اس تصویر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے جیسے اس زمانے میں واپس لوٹ رہی تھی۔ میری آنکھوں نے اس کے عکس کو متحرک ہوتے دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ یک دم کھلکھلاہٹ میں بدلی۔

''پیا آپ..... ذرا دیا ناں مجھے۔'' اس کی میٹھی آواز سنائی دی پھر اس کا ریڈ ڈانس والا وائٹ فراک ہوا سے پھڑ پھڑایا۔ وہ قلانچیں بھرتی میری جانب آ رہی تھی۔ میں نے اپنے بازو وا کیے اور اسے سینے سے لگا کے آنکھیں موند لیں۔

اب میں وہاں تھی۔ آج سے آٹھ سال پہلے کے زمانے میں۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

پاپا..... ماما..... میں نازنین محمود اور مینو ..... نرمین محمود۔ یہ تھے ہم چار اور یہ تھی ہماری چھوٹی سی دنیا۔ خوشیوں بھری جنت سی دنیا۔ جسے نہ جانے کس کی نظر کھا گئی۔

مینو مجھ سے پورے دس سال چھوٹی تھی۔ دس سال تک میں نے اپنا اکلوتے ہونے کا اسٹیٹس خوب انجوائے کیا تھا۔ ماما پاپا دونوں کی بھرپور توجہ اور لاڈ تن تنہا سمیٹے تھے۔ ایسے میں دس سال بعد جب وہ گول مٹول سی سنہرے بالوں والی گڑیا سب کی توجہ اپنی جانب کھینچنے آ گئی تو فطری طور پر مجھے ڈسٹرب ہونا چاہیے تھا۔ اس سے جیلسی فیل ہونا چاہیے تھی مگر ایسا نہ ہوا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں خاصی سمجھ دار ہو چکی تھی اور شاید اس لیے بھی کہ ذرا ہوش سنبھالتے ہی میں نے خود اس کی کوشدت سے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا مگر میرے خیال میں سب سے بڑی وجہ یہی رہی ہو گی کہ مینو تھی ہی اتنی پیاری کہ کوئی اس کے خلاف دل میں برا خیال چاہے بھی تو نہیں لا سکتا تھا۔ وہ صرف پیار وصولنے اس دنیا میں آئی تھی۔

ماما پاپا کی طرح میں نے بھی اللہ کی طرف سے عطا کردہ اس خوب صورت کھلونے کے خوب خوب لاڈ اٹھائے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ آنے والے سالوں میں یہ فریضہ مجھے اکیلے ہی ادا کرنا پڑے گا۔ ماما پاپا اپنے حصے کی محبتیں اس پر نچھاور کرنے کے لیے بھی مجھے ہی منتخب کریں گے۔ ایک حادثے میں وہ دونوں چل بسے اور مجھے یعنی ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کو اس کی چھوٹی بہن کی ذمے داری سونپ گئے اور میری ذمے داری..... وہ انکل آنٹی نے بخوشی اٹھالی۔ انکل آنٹی یعنی میرے تایا اور تائی' جن کو میری ذمے داری بہت پہلے باضابطہ طور پر پاپا خود سونپ چکے تھے یعنی ان کے منجھلے بیٹے صاعد سے میری نسبت طے کر چکے تھے۔

پاپا اور انکل بس دو ہی بھائی تھے۔ اس لیے بچپن سے ہی ہمارا آپس میں خاصا آنا جانا تھا مگر پچھلے سال جب ایک سادہ سی تقریب میں ہماری منگنی ہوئی تب جھجک کے مارے میں نے وہاں جانے سے احتراز کرنا شروع کر دیا۔ صاعد ویسے بھی ذرا شوخ اور بے باک قسم کا تھا۔ اس نئے رشتے کے بعد اور بھی کھل گیا۔ دوسری جانب مجھے ماما کی طرف سے نہ تو ایسی تربیت ملی تھی نہ ہی اتنی چھوٹ کہ میں اس کی وارفتگیوں اور شوخیوں کا جواب اس کے من چاہے انداز میں دے سکتی۔ اس لیے میرا پیچھے پیچھے ہی رہنا مناسب تھا لیکن اب حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ مجھے ہمیشہ کے لیے یہاں آنا پڑ گیا۔ نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھ مینو کو بھی۔ میں تب ایف' ایس' سی کے سیکنڈ ایئر میں تھی اور مینو کلاس فورتھ میں۔ وہ خاصی بریلیٹ تھی اس لیے ڈبل پروموشن کے ساتھ عمر کے آٹھویں سال میں ہی فورتھ اسٹینڈرڈ تک پہنچ گئی تھی۔ ماما پاپا کی ڈیتھ کے دسویں روز ہم یہاں آئے تھے اور وہ دس روز انکل نے اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے گھر پر گزارے تھے۔ اوپر والے پورشن کے دو بیڈ رومز میں سارا سامان رکھ کے لاک

کرنے کے بعد انہوں نے جلد ہی نچلا پورشن کرائے پر اٹھا دیا۔ میرا اکاؤنٹ وہ پہلے ہی کھلوا چکے تھے۔ کرائے کی رقم اس میں باقاعدگی سے جمع ہونے لگی جو میرے اور مینو کے تعلیمی اخراجات کے لیے کافی تھی اور یہ میری ہی ضد تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ ہم دونوں ایک بوجھ کی طرح ان پر سوار ہوں حالانکہ ان کا اصرار تھا۔ یہ رقم جوں کی توں میرے اکاؤنٹ میں جمع رہے۔ ان کی محبت اپنی جگہ میری خود داری اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔

گزرتے وقت نے مجھے یقین دلایا کہ میرا یہ فیصلہ درست تھا۔ رودابہ بھابی کا دھوپ چاؤں سا مزاج میری سمجھ سے باہر تھا۔ اگرچہ صائم بھائی سے ان کی شادی کو ڈیڑھ ہی سال ہوا تھا مگر نہ تو وہ میرے لیے اجنبی تھیں نہ میں ان کے لیے نئی چیز تھی۔ وہ صاعد کی خالہ زاد بھی تھیں یعنی آنٹی کی سگی بھانجی۔ اس ناطے یہ بات وہ بھی جانتی تھیں کہ میں اس گھر کی مہمان نہیں۔

آج نہیں تو کل مجھے یہاں آنا ہی تھا پھر ان کی ناگواری..... میں اس کی وجہ جاننے سے قاصر تھی۔ آنٹی کا رویہ نارمل تھا اور انکل کا پہلے سے کہیں بڑھ کے مشفق اور صائم بھائی کا اپنی بیگم کے مزاج کے زیر اثر یعنی وہ خوش ہوتیں تو یہ بھی خوش ان کی تیوریاں چڑھی ہوتیں تو صائم بھائی جان بھی منہ سُجائے پھرتے۔ صائب اپنے آپ میں مگن رہنے والا لڑکا تھا۔ حالانکہ وہ مجھ سے صرف ایک سال چھوٹا تھا اور تقریباً ہم عمر ہونے کی وجہ سے ہماری اچھی دوستی ہو سکتی تھی لیکن اس کے رویے میں میرے لیے بزرگوں والا احترام پایا جاتا تھا۔ شاید اس کے پیچھے بھی میری اور صاعد کی منگنی ہی ہو۔ یعنی بات گھوم پھر کے وہیں آ جاتی تھیں۔ اگر مجھے صرف ایک بھتیجی یا بیٹی بن کے یہاں رہنا پڑتا تو میں بہت جلد خود کو ایڈجسٹ کر لیتی مگر مجھے یہاں ہونے والی بہو کا اسٹیٹس

حاصل تھا جو مجھے کھل کے جینے نہ دیتا تھا۔ ایک جھجک سی ہر وقت مانع رہتی۔ صاعد سے میں اور بھی کترائی کترائی پھرتی تا کہ کسی وجہ سے آنٹی اور بالخصوص رودابہ بھابی کو کسی اعتراض کا موقع نہ مل جائے اور وہ تھا کہ یہ بات سمجھتا ہی نہ تھا۔

''تم مجھ سے اتنی اکھڑی اکھڑی سی کیوں رہتی ہو؟'' ایک روز کچن سے نکلتے ہوئے وہ میرا راستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ مجھے سخت گھبراہٹ نے آن گھیرا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ میرے ایف ایس سی کے فائنل ایگزامز یہاں آنے کے پندرہ سولہ روز بعد ہی شروع ہو گئے تھے۔ کتنے ہی دن تو میں نے کتابوں کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ آج سے باقاعدہ اسٹڈیز کرنے کا ہوش آیا وہ بھی انکل کے ٹوکنے پر۔ میں رات دیر تک جاگ کر پڑھنے کے لیے اپنے لیے کافی بنانے آئی تھی اور رات کے اس پہر جب بے شک سارے گھر والے اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے جا چکے تھے مگر میں جانتی تھی کہ وہ اب تک جاگ رہے ہوں گے۔ ایسے میں کسی کا بھی اسے میرے ساتھ یہاں دیکھ لینا میرے حق میں اچھا ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ یہ بات درست تھی کہ اب یہی گھر میرا ٹھکانا تھا اور اب مجھے یہاں سے کہیں اور جانا بھی نہیں تھا اس کے باوجود میں اب تک خود کو اس گھر میں مہمان تصور کرتی تھی اور میری ماما کی جو تربیت تھی اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حد درجہ محتاط رہنا چاہتی تھی۔

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟''

''تم..... تم پلیز جاؤ یہاں سے۔'' رونی صورت بنا کے میں نے کہا۔ یقیناً میری آواز بھی کپکپا گئی جس سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ اور بھی پھیل گیا۔

''نہیں جاتا۔''

''تو پھر مجھے تو جانے دو۔'' میں نے منت کی۔

لاؤنج کی لائٹس بھابی اپنے بیڈ رومز میں جاتے ہوئے آف کر گئی تھیں۔ اس نیم تاریک سکوت میں ہمارا اکٹھے ہونا اور بھی معیوب نظر آ رہا تھا۔

''تم چلی گئیں تو میں یہاں اکیلے کیا کروں گا۔''

''تم بھی اپنے کمرے میں چلے جانا۔'' اس بار میں نے تحمل سے کام لینے کی کوشش کی اور آواز دبا کے کہا۔

''اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔'' اس نے منہ بنایا ''آؤ کچھ دیر بیٹھ کے باتیں کرتے ہیں اچھا سا میوزک سنتے ہیں۔ تم نے تو خود کو بالکل ہی محدود کر کے رکھ لیا ہے نازو۔ اپنے آپ کو ایک موقع تو دو غم کی اس دھند سے باہر نکلنے کا۔ اپنے آپ کو نہ سہی کسی اور کو ہی سہی۔ ایٹ لیسٹ مجھے۔ کیا تم مجھے بھی موقع نہ دو گی کہ میں تمہارا درد بانٹ سکوں۔ اندر ہی اندر گھٹ کے تم اپنی صحت تباہ کر لو گی۔'' وہ مسلسل کہتا جا رہا تھا اور ساتھ ساتھ لاؤنج کی لائٹس آن کرنے کے بعد اب ٹی وی پر نہ جانے کون سا چینل ڈھونڈ رہا تھا اور میں اس کی باتوں کو بے دھیانی سے سنتے ہوئے گھبرائی ہوئی نظروں سے لاؤنج میں کھلنے والے انکل آنٹی کے اور صائم' صائب کے بیڈ رومز کے بند دروازوں کی جانب دیکھ رہی تھی۔ صائب کے کمرے کی تو لائٹس بھی آن تھیں جس کا مطلب تھا کہ صائب اب تک جاگ رہا ہے اور آنٹی کی نیند تو خاصی کچی تھی وہ بھی جھانک کے دیکھ سکتی تھیں۔ پتا نہیں انہیں کیسا لگتا یہ سب۔ سب سے زیادہ ڈر مجھے بھابی کی جانب سے تھا۔ اوپر والے پورشن میں ہم دونوں کو ان کے بیڈ روم کے بالکل سامنے والا کمرہ ملا تھا۔ جب میں کافی بنانے نیچے آ رہی تھی تب انہوں نے سرسری سے انداز میں مجھ سے پوچھا بھی تھا۔ وہ کوریڈور کے پردے برابر کر کے اور لاک وغیرہ چیک کر کے اب اپنے کمرے میں جا رہی تھیں۔ مجھے نیچے آئے خاصا وقت ہو گیا تھا'

وہ تجسس کے مارے نیچے بھی آ سکتی تھیں۔ صاعد کی ذرا سی بے احتیاطی میرے وجود کو سب کی نظروں میں ہلکا کر سکتی تھی۔

''ارے یہ کیا؟ تم اب تک یہ ایک ہی کپ ہاتھ میں لیے کھڑی ہو۔ جتنی دیر سے تم دیدے گھما گھما کے سارے گھر کا جائزہ لے رہی ہو اتنی دیر میں تم ایک کپ کافی مزید بنا سکتی تھیں۔ خیر جاؤ' اب بنالاؤ مگر فاسٹ..... دو منٹ میں۔'' اس نے فلور کشن پر پھیکتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنا کافی کا مگ اس کے آگے رکھ دیا۔

''تم یہ لے لو' مجھے واپس اوپر جانا ہے۔ مینو اکیلی ہو گی ڈر جائے گی۔''

میری بات پر وہ کتنی دیر تک چاپ چاپ مجھے دیکھتا رہا۔ میں بھی خاموشی سے پلٹی اور سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ ابھی دو زینے ہی طے کیے تھے کہ اس کی بجھی بجھی سی آواز سنائی دی۔

''میرے اکیلے پن کا احساس نہیں ہے تمہیں!''۔

''اللہ نہ کرے صاعد جو تمہارا واسطہ اس اکیلے پن سے ہو جو میری مینو کو عمر کے محض آٹھویں برس جھیلنا پڑ رہا ہے۔'' اور یہ بات میں صرف سوچ کے رہ گئی تھی۔ ان دنوں میں اس کے سامنے کھلنے میں بہت جھجک محسوس کیا کرتی تھی۔

''مجھے پڑھنا بھی تو ہے۔'' بغیر پلٹے میں نے دھیمی آواز میں ایک اور بہانہ بنایا جو ایک لحاظ سے سچ بھی تھا۔ چند سیکنڈ میں وہیں رکی اس کی اگلی بات کا انتظار کرتی رہی پھر آگے بڑھ گئی۔ شاید اس نے میری بات سنی ہی نہ تھی اور اگر سنی تھی تو ناراض ہو کر مزید کچھ کہنا گوارا ہی نہیں کیا تھا۔

ماما پاپا دونوں کے سائے سے اچانک محروم ہونا ایسا حادثہ نہ تھا جسے آسانی سے بھلایا جا سکتا۔ اس لیے ان حالات میں جیسے پیپرز ہو سکتے تھے میں نے دیئے اور ان کا

رزلٹ بھی ویسا ہی آیا جیسا کہ آنا چاہیے تھا۔ اتنے کم مارکس کے ساتھ میرا میڈیکل میں ایڈمیشن ہونا ناممکن تھا۔ مجھے اپنے مارکس کم آنے کا اتنا افسوس نہ تھا جتنا غم اس بات کا تھا کہ میں ماما کی خواہش پوری کرنے میں ناکام رہی ہو۔ میں نے رو رو کے آنکھیں سجالیں۔ انکل چاہتے تھے میں بی' ایس' سی میں ایڈمیشن لے لوں مگر دل برداشتہ ہو کے میں تو پڑھائی ہی چھوڑنے پر تیار تھی۔

آنٹی نے میری دل جوئی کی خاطر کہہ دیا کہ آخری فیصلہ میرا ہو گا۔ اگر میں چاہوں تو پڑھوں' نہ چاہوں تو بے شک نہ پڑھوں مگر ان کی اس بات کی مخالفت صاعد نے زور و شور سے کی۔

''وہ تو بے وقوف ہے' آپ ہی اسے کچھ عقل سکھائیں نہ کہ اس کے جذباتی اور احمقانہ فیصلے کی تائید کریں۔''

اس تجزیے پر میں نے روئی روئی آنکھیں اٹھا کے اسے شاکی انداز میں دیکھا جسے وہ خاطر میں نہ لایا۔

''وہ ایک انتہائی بے تکا فیصلہ کر رہی ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ وہی ہو گا جو وہ چاہتی ہے۔ جن لوگوں کو جذبات میں اندھے ہو کر اپنے اچھے برے کی تمیز نہ رہے انہیں اتنے بڑے اختیارات نہیں دینا چاہئیں۔ اگر کوئی اس کا بھلا چاہتا ہے تو پھر اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لے یا تو یہ پاپا کی بات مان لے۔ بی' ایس' سی میں اس کا ایڈمیشن بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ میڈیکل لائن میں کیریئر صرف ڈاکٹر بن کے ہی تو نہیں بنایا جا سکتا اور اگر یہ اسے پسند نہیں تو دوبارہ تیاری کر لے۔ اگلے سال بھر پیپرز دیئے جا سکتے ہیں۔''

''دوبارہ؟'' میں نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ یہ خیال تو میرے دماغ

میں آیا ہی نہ تھا۔

''ہاں۔'' ظاہر ہے تو ایسا کر سکتی ہو اسی لیے تو تم نے یہ لائن چنی۔ وہ تو حالات کچھ ایسے رہے کہ تمہارا رزلٹ ویسا نہ آ سکا جیسا آنا چاہیے تھا۔ اس بار ذرا ریلیکس ہو کے دل و دماغ کو ہلکا پھلکا کر کے تیاری کرو۔ سارا دھیان اپنے مقصد کی جانب رکھو۔ میں شہر کی ٹاپ اکیڈمی میں تمہارا ایڈمیشن کرا دیتا ہوں۔ فرسٹ کلاس تیاری ہو جائے گی۔''

''اور وہ جو ایک سال ضائع ہوگا۔'' آنٹی نے نکتہ پیش کیا۔ وہ پہلے ہی میری میڈیکل کی تعلیم سے کچھ خاص راضی نہ تھیں۔ شاید اس کی طوالت کی وجہ سے۔

''ایک سال گزرنے میں کون سا وقت لگتا ہے۔'' اس کی اس بات کی تائید میری خاموشی نے کی اور یوں میں ایک بار پھر نئے جذبے اور لگن کے ساتھ میڈیکل میں جانے کی تیاری کرنے لگی۔

اگرچہ آنٹی دل سے اس بات کو پسند نہ کرتی تھیں کہ میں اس جھمیلے میں پڑوں مگر میری خواہش اور ماما کا خواب سمجھ کے چپ تھیں۔ ایک سیدھی سادی خاتون کی طرح وہ شاید یہ چاہتی تھیں کہ میں اگلے ڈیڑھ دو سالوں میں گریجویشن کر لوں جو ان کی نظر میں کسی لڑکی کے لیے مناسب ترین تعلیم تھی اور ان کی باقاعدہ بہو بن جاؤں۔ ان سب کے باوجود جب میں نے اکیڈمی جوائن کر لی تو انہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

میری شام کی کلاسز تھیں۔ دن کو جو میں اپنی خوشی سے گھر کے کسی کام میں حصہ لیتی تھی وہ بھی انہوں نے ایک محبت بھرے زور کے ساتھ کم کروا دیا۔ وہ میری یکسوئی کا مکمل دھیان کر رہی تھیں۔ تاکہ اس بار میں ناکام نہ ہوں لیکن اب کی بار میری یکسوئی

کو جو چیز ڈسٹرب کر رہی تھی وہ تھا مینو کا رویہ۔

میں اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی مگر چھ ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود اب تک دل سے ماما پاپا کی دائمی جدائی کا شدید صدمہ کم کرنے میں ناکام تھی اور وہ تو ایک آٹھ سال بچی تھی۔ ایک ایسی بچی جس نے آنکھ کھلتے ہی صرف اور صرف اپنے اردگرد محبتیں ہی دیکھی تھیں۔ ابھی اس نے اپنے حصے کا پیار جی بھر کر سمیٹا ہی کہاں تھا کہ وہ تہی داماں ہوگئی۔ جب وہ ماما کو مچل مچل کے پکارتی تو مجھ سے اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ وہ اب تک اس گھر میں ایڈجسٹ نہ ہو پا رہی تھی۔ اسے اپنا گھر، اپنا کمرہ، اپنا بیڈ اور اپنے ماما پاپا چاہیے تھے جو میں اسے لا کر نہ دے سکتی تھی۔ البتہ میں اسے بہلا ضرور سکتی تھی اور پچھلے پانچ ماہ سے میں یہی تو کر رہی تھی۔ اب جب میں اپنی اسٹڈیز میں دوبارہ مصروف ہوگئی تو اسے میرا وقت اور توجہ کم ملنے لگی۔ نتیجتاً وہ مزید چڑچڑی ہوگئی۔

جب شام کو میں اکیڈمی جانے کے لیے تیار ہوتی تو وہ جان بوجھ کر خود کو واش روم میں بند کر لیتی تاکہ میں اس کے انتظار میں لیٹ ہو جاؤں۔ ایک دو دن ایسا کرنے کے بعد میں اسے دروازہ ناک کر کے ''بائے بائے'' کہنے کے بعد جانے لگی تو واپسی پر وہ مجھے دوبارہ واش روم میں بند ملی۔ آنٹی سے پتا چلا کہ اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ مجھے اس روز خاصا کام کرنا تھا لیکن اسے بہلانے اور منانے میں میرے دو ڈھائی گھنٹے صرف ہوگئے۔ رات گئے اسے کہانی سنا کے سلانے کے بعد جب میں پڑھنے بیٹھی تو میرا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ میرے اعصاب تناؤ کا شکار تھے۔ ایک لفظ بھی میرے پلے نہ پڑ رہا تھا۔ اگلے دن مجھے لائبریری جانا تھا۔ یہ بات میں انکل کو رات واپسی پر بتا چکی تھی۔ شام کو اکیڈمی جانے کے لیے انہوں نے مجھے وین لگوا کر دی تھی لیکن رات کو چونکہ دیر ہو جاتی تھی اس لیے وہ آفس سے واپسی پر خود مجھے پک

کرتے تھے۔ ناشتا کرنے کے دوران انہوں نے صاعد سے کہا کہ وہ یونیورسٹی جاتے ہوئے مجھے لائبریری چھوڑ آئے۔

''پیا'' آپ کہیں نہیں جاؤ گی۔'' رات کو میں نے اسے منانے کی خاطر بڑے لمبے چوڑے وعدے کیے تھے جن کے زیر اثر وہ مجھ پر باقاعدہ حکم چلا رہی تھی۔

''مینو' میری جان مجھے صرف ایک گھنٹے کے لیے جانا ہے۔'' میں نے اس کے لبوں سے جوس کا گلاس لگاتے ہوئے منت بھرے انداز میں کہا مگر اس نے سختی سے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔ جوس جھلک کے گر پڑا۔

''آپ نے کہا تھا آپ رات کو بھی جلدی آیا کرو گی اور ہفتے میں تین دن چھٹی بھی کیا کرو گی۔ جبکہ آپ تو آج دن کو بھی مجھے اکیلا چھوڑ کے جا رہی ہو۔'' وہ منہ چھپا کے رونے لگی۔ اگرچہ اس کی ضد مجھے زچ کر رہی تھی مگر اس کے آنسو میرا دل پگھلانے لگے۔ میں اس کے بال سہلا کے خاموش کرانے لگی۔

''اچھا..... پلیز رو مت۔ نہیں جاتی میں۔'' بالآخر اس کے آنسوؤں کے آگے میں نے ہار مان لی۔ اب تک سب خاموشی سے ناشتا کر رہے تھے۔ کسی نے ہماری گفتگو کے دوران دخل نہ دیا تھا۔ البتہ کپ میں چائے ڈالتے ہوئے رودابہ بھابی نے دبے لفظوں میں یہ تبصرہ ضرور کیا۔

''پھر تو ہو چکی پڑھائی۔ فضول میں ایک اور سال.....'' باقی کے فقرے پتا نہیں انہوں نے دل میں ادا کیے تھے یا منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے جو وہ مجھ تک نہ پہنچے۔

''رودابہ.....'' انکل نے انہیں تنبیہاً ٹوکا۔

''چلو مینو تمہاری اسکول وین آ گئی ہے۔'' صائب نے اس کا بیگ اٹھایا۔ وہ مجھ

سے لپٹ گئی۔

''پیا' آج میرا ہاف ڈے ہے۔ میں واپس آؤں تو آپ مجھے گھر پر ملیں..... او کے!'' اس نے انگلی کھڑی کر کے تاکید کی۔

''گڈ' ہاف ڈے۔'' صاعد نے اسے مخاطب کیا۔ ''آج تو میرا بھی ہاف ڈے ہے۔ کیوں نہ مینو ڈیئر' آج کوئی آؤٹنگ کا پروگرام بنایا جائے۔'' مینو مجھے دیکھنے لگی۔

''اپنی پیا کا منہ کیا دیکھ رہی ہو یار' ہاف ڈے تو ہم دونوں کا ہے' اس کا تھوڑا ہی ہے۔ یار' جانے دو بے چاری کو اکیڈمی' چھٹی کرے گی تو اس کی ٹیچرز خوب پٹائی لگائیں گی۔''

''کوئی نہیں جی۔'' مینو نے سمجھ داری سے گردن ہلائی ''کالج میں ٹیچرز پٹیشنٹ نہیں دیتیں۔''

''لو تمہیں کیا پتا' بڑی کلاس کی ٹیچرز بھی بڑی ہوتی ہیں۔ خوب لمبی چوڑی۔ مار بھی زیادہ پڑتی ہے بالکل ویسے ہی جیسے پڑھائی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ کیوں بے چاری کی شامت لانا ہے چھٹی کروا کے۔ تم اپنا بتاؤ' چلتی ہو شام کو میرے ساتھ جوائے لینڈ۔''

یہ ایک بہت بڑا لالچ تھا مینو کے لیے۔ کیونکہ جوائے لینڈ اس کا فیورٹ اسپاٹ تھا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں مگر اس کی خاموشی اس کا تذبذب ظاہر کر رہی تھی۔ اتنے میں وین نے دو ہارن اکٹھے بجا دیے۔ ساتھ ہی صاعب کی پکار۔

''ہری اپ مینو۔''

''تو پھر ڈن!''

''تو پھر ڈن!'' صاعد نے ہاتھ آگے کیا۔

''ڈن''۔ وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتی باہر نکل گئی اور میرے سر سے جیسے ایک بھاری بوجھ سرک گیا۔ رات پڑھائی بھی ڈھنگ سے نہ ہو سکی تھی اور آج اگر لائبریری نہ جا پاتی تو میرا بہت حرج ہوتا اور جو اسے ناراض کر کے جاتی تو واپسی پر اسے منانے میں جو گھنٹے صرف ہوتے ان کا تصور لائبریری جا کے بھی سکون سے کام نہ کرنے دیتا۔

''تھینک یو صاعد!'' لائبریری جانے کے لیے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میں نے کہا۔ مین اس کے ساتھ کہیں بھی آنے جانے سے احتراز کیا کرتی تھی۔ اس کے کہنے پر بھی کوئی نہ کوئی بہانہ صفائی سے گھڑ لیا کرتی۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ لان میں واک کرنے کی آفر پر بھی۔ آج اس لیے گئی کہ ایک تو یہ انکل کا آرڈر تھا اور سارے گھر کے سامنے ہی ملا تھا اور دوسری بات یہ کہ صاعد اکیلے یونیورسٹی نہیں جاتا تھا بلکہ صائب کو ڈراپ کرتا ہوا جاتا تھا۔ صاعد کے ہارن دینے پر میں اور صائب اکٹھے ہی باہر نکلے اور جب صائب فرنٹ سیٹ کا دروازہ میرے لیے کھول کے خود پیچھے بیٹھ گیا تو میں کچھ کہہ بھی نہ سکی۔ البتہ کچھ دیر بعد ہی میں نے اس کا شکریہ ضرور ادا کر دیا۔

''اس میں تھینک یو کہنے والی کیا بات ہے۔ پاپا نے کہا تھا' لے جانا تو تھا ہی۔ ورنہ ان کی چہیتی بھتیجی کا ڈرائیور بننے سے انکار کر کے سر عام جھڑکیں کھانا پڑتیں۔ ویسے بھی تمہاری لائبریری میرے رستے میں ہی آتی ہے۔ تم خواہ مخواہ اپنا اتنا پُر تکلف قسم کا مرصع وشستہ تھینک یو ضائع مت کرو۔''

''میں اس کی بات نہیں کر رہی۔'' اتنے لمبے بیان پر میں چڑ گئی' ''وہ مینو..... میرا مطلب ہے وہ مجھے.....'' بہت عجیب سا لگ رہا تھا یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ مینو کی وجہ سے میں پریشان تھی یا وہ میرے لیے مسئلہ پیدا کر رہی تھی۔ مجھے ان دونوں میں سے کسی کا بھی اعتراف کرنا مناسب نہ لگا۔

''تم اسے گھمانے کے لیے باہر لے جا رہو' اس کے لیے تھینک یو۔'' بالآخر مجھے معقول قسم کے الفاظ مل ہی گئے۔

''ایک اور تھینک یو ضائع کر دیا۔'' اس نے افسوس کے انداز میں سر ہلایا۔

''اگر اس بات پر میں شکریہ کا مستحق بنتا ہی ہوں تو یہ تھینک یو خود مینو کو کہنا چاہیے لیکن میرا خیال ہے اسے نہیں بلکہ مجھے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ وہ میرے ساتھ جوائے لینڈ جانے پر تیار ہوئی۔ تمہیں تو پتا ہی ہے کہ وہاں وِد آؤٹ فیملی انٹری نہیں ہو سکتی اور میں کب سے مچل رہا ہوں وہاں جانے کو۔ جھولے لینے کو' ڈاجنگ کار میں بیٹھ کے دوسروں کو ٹکریں مارنے کو۔ ٹرین میں بیٹھ کے اونچی آواز میں گانا گانے کو مگر کیا کروں' چھڑے چھانٹ کو ٹکٹ ہی نہیں ملتی۔ آج مینو جی کے طفیل ہم بھی تھوڑی موج مستی کر لیں گے۔ تم چلو گی؟''

''میں.....؟'' اچانک اس کی آفر پر میں حیران رہ گئی۔ وہ جانتا بھی تھا کہ میں مینو کی ضد سے کتنی پریشان تھی اور وہ خود مجھے ساتھ چلنے کو کہہ رہا تھا۔

''ہاں..... تم تیار ہو تو ہم شام کو چلتے ہیں۔ مینو کو میں تب تک کہیں اور گھما پھرا کر بہلائے رکھوں گا۔''

''نہیں' تم تو جانتے ہو مجھے چھ بجے اکیڈمی کے لیے نکلنا ہوتا ہے۔''

''اس سے پہلے؟''

''مجھے پڑھنا ہے۔'' یہ بہانہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے میں لائبریری جھک مارنے تو نہیں جا رہی تھی۔

''اور تمہارے آنے کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ تم ساڑھے نو بجے آتی ہو۔ تھکی بھی ہو گی اور.....'' اس نے خود ہی اپنے آپ کو جواب دے کر تسلی دلا دی۔

واقعی میں تھکی ہوتی اور یہ بھی کہ آنٹی رات کو میرا نکلنا پسند نہ کرتیں۔ رات دس بجے تفریح کے لیے نکلتے تو واپسی بارہ بجے ہی ہوتی۔ ایسی آزادی کا ہمارے ہاں تصور نہ تھا۔

اگلے پانچ سات منٹ تک ہمارے درمیان خاموشی رہی۔ صائب کو ہیلے کالج کے سامنے اتار کر اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

''پتا ہے نازو' دل چاہتا ہے میں کچھ وقت تمہارے ساتھ اکیلے گزاروں' بالکل اکیلے۔'' میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ میں نازنین محمود' جو ہمیشہ اس کی پیش قدمی کی حوصلہ شکنی کر دیتی تھی اس بار شدت سے چاہ رہی تھی کہ اس کی یہ خواہش پوری کر دوں۔ میں نے سر اٹھا کے اردگرد دیکھنا چاہا۔ ہم کیمپس نہر سے گزر رہے تھے۔ اوائل گرمیوں کے دن تھے۔ ابھی دھوپ میں وہ شدت پیدا نہیں ہوئی تھی۔

''یہاں کچھ دیر بیٹھ جائیں؟' بہت اٹک اٹک کے بمشکل میں اتنا ہی کہہ پائی۔ اس نے اسپیڈ سلو کر دی اور میرے نزدیک ہو کے سرگوشی کی۔

''میں نے کہا..... اکیلے..... بالکل اکیلے.....'' میں نے ایک بار پھر نظر اٹھا کے دیکھا۔ نہر کے کنارے اور لکڑی کے پل پر بہت سے اسٹوڈنٹس آ جا رہے تھے۔ سڑک پر ٹریفک رواں تھی۔ اس کے الفاظ میں نے دل میں دہرائے اور ایسی عجیب اور قریب قریب ناممکن سی خواہش پر میرا دل ایک بار پھر زور سے دھڑک گیا۔ میں نے دوبارہ سر جھکا لیا۔ وہ ہولے سے ہنس پڑا۔

''ہو سکے تو میرا ایک کام کرو.....

شام کا ایک پہر میرے نام کرو.....''

وہ گنگنانے لگا اور میں گھبراہٹ سے انگلیاں مسلتی ہوئی باہر تکنے لگی۔ شکر ہے کہ دو تین منٹ بعد ہی اس نے مجھے لائبریری کے آگے اتار دیا۔ یہ دو تین منٹ بھی اس کی سلوڈرائیونگ کی وجہ سے لگے..... ورنہ لائبریری ہیلے کالج کے بالکل نزدیک ہی تھی۔ اس دن میں نے بہت پُرسکون انداز میں اپنے نوٹس تیار کیے حالانکہ ایک پُرفسوں سی سرگوشی بار بار مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

''اکیلے..... بالکل اکیلے.....''

عجیب بات یہ تھی کہ اس کا تصور میرا جی بھاری کرنے کے بجائے میرے اندر اور بھی تیزی اور لگن پیدا کر دیتا تھا۔ میں نے پورے دل سے یہ تسلیم کیا کہ اگر میں آج دل پر مینو کی ناراضی کا بوجھ لے کر آتی تو اتنی دل جمعی سے پڑھ نہ پاتی۔ گھر واپس جاتے ہوئے میں نے مینو کے لیے چاکلیٹس لیں مگر وہ گھر پر موجود نہ تھی۔

''ابھی ابھی صاعد کے ساتھ گئی ہے۔'' آنٹی نے بتایا۔ شام ڈھلے ان کی واپسی ہوئی جب میں اکیڈمی جانے کے لیے بس نکلنے ہی والی تھی۔ مینو بے تحاشا خوش تھی۔ قہقہے اس کے ہونٹوں سے ابل رہے تھے اور اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھی۔

''پپا' میں نے اتنے راؤنڈز لیے..... اتنے راؤنڈز لیے کہ بس..... صاعد بھیا مجھے سند باد بھی لے گئے تھے اور ہم نے کنگز اینڈ کوئنز میں پزا کھایا اور..... اور ہم نے پاپ کارن لیے۔ گلیشئر سے کون کھائی۔ یہ کامکس بھی صاعد بھیا نے لے کر دیے۔'' مارے ایکسائٹمنٹ کے اس کی زبان فراٹے بھر رہی تھی۔ کبھی وہ مجھے اپنی ایک کامک بکس دکھانے لگتی' کبھی ٹرین میں بیٹھ کے کی گئی شرارتیں سنانے لگتی۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ماما پاپا کی ڈیتھ کے بعد آج میں نے اسے کھل کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا اور وہ بھی اپنی

کسی کوشش کے بغیر۔اس کی مسلسل ہنسی میرے دل کو ہلکا پھلکا اور شاداب کرتی جا رہی تھی۔

''پلیز صاعد اس بارے میرے تھینک یو کو ضائع مت ہونے دینا۔ یہ میں دل سے کہہ رہی ہوں۔''

''تمہارا دل تھینک یو کی گردان کرنے کے علاوہ اور بھی کچھ کہتا ہے؟ اگر ہاں تو کبھی وقت ملنے پر وہ بھی سنایا۔'' اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا..... میں گڑبڑا گئی۔

''آج مینو کتنی خوش ہے۔'' میں نے اس کی توجہ خود سے ہٹانا چاہی مگر ناکام رہی۔

''اور تم؟''

''مینو کو خوش دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہی ہو رہی ہے۔''

''اور مجھے تمہیں خوش دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔'' اس نے بہت سادہ الفاظ میں جتایا کہ جس طرح میرا دل مینو کی خوشیوں سے وابستہ تھا اسی بندھن میں وہ اپنے دل کو میرے دل سے باندھ چکا تھا۔

وہ ہمیشہ سے ایسی ذومعنی باتیں کرنے کا عادی تھا۔ میں کبھی جز بز ہو جاتی، کبھی اس کی جسارت پر ہلکی سی ناگواری بھی محسوس ہوتی اور کبھی کبھی کسی اور کی موجودگی میں اس کی یہ حرکتیں مجھے خفت میں مبتلا کر دیتیں لیکن آج کچھ تھا..... کچھ تو تھا جو اس کے فقرئے پر اس کی ہر نظر پر میرے اردگرد ایک سرگم ایک لے سی چھڑ جاتی اور شاید میرے دل کو یہ سُر کچھ زیادہ ہی پسند آئے تھے جو وہ ان کے بکھرتے ہی مست ہو کے ناچنے لگ جاتا تھا۔ میں نے حیرت سے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے اس کی تیز ہوتی دھڑکن کو

محسوس کیا۔

کیا تھا یہ؟ محبت.....؟ اگر ہاں تو اس قدر اچانک.....؟ یا پھر ممنونیت کے اظہار نے کچھ اور ہی شکل اختیار کر لی تھی؟ جو بھی تھا مگر اب صاعد میرے لیے اتنا اجنبی نہیں رہا جتنا میں اسے محسوس کیا کرتی تھی۔ میرے گریز اور جھجک روز بروز گھٹنے لگے۔ اس میں یقیناً بڑا ہاتھ اس کا ہی تھا۔

وہ مینو کے لیے وہ سب کچھ کر رہا تھا جو میں کرنا چاہتی تھی مگر کر نہیں پا رہی تھی۔ اس گھر نے واقعی بڑی فراخ دلی سے ہم دونوں کا وجود قبول کیا تھا لیکن مینو جن حالات سے گزر رہی تھی اس کا تقاضا تھا کہ اس سے غیر معمولی روّیہ برتا جائے جس کی ضرورت کسی نے محسوس نہ کی۔ سب کا خیال تھا کہ جس طرح میں نے روایتی ہمدردانہ رویّوں کا کافی جانتے ہوئے خود کو سنبھال لیا ہے اور اس دھچکے سے سنبھل کر خود کو اپنی پڑھائی میں مگن کر لیا ہے مینو بھی سب بھول بھال جائے گی لیکن میری اور اس کی عمر میں فرق تھا۔ اسی طرح ہماری ذہنی کیفیات بھی مختلف تھیں۔ وہ بھی اس صدمے سے نکل سکتی تھی مگر تب جب کوئی اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکالنے کی کوشش کرتا اور یہ کوشش اب صاعد کر رہا تھا۔ میں نے بھی کرنا چاہی تھی مگر میں ایک وقت میں ایک جانب ہی توجہ رکھ سکتی تھی۔ اکیڈمی سے جو وقت بچتا گھر میں بھی کچھ گھنٹے پڑھنا پڑھتا۔ فارغ وقت میں میری کوشش ہوتی کہ آنٹی اور بھابی کی مدد کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی گھر کا کام بھی نمٹا لوں۔ آنٹی منع بھی کرتیں لیکن بھابی کے ماتھے کی تیوریاں مجھے انجانے خدشات میں مبتلا کرتیں۔ مینو مجھ سے جس توجہ اور وقت کی متقاضی تھی وہ میں دینے سے قاصر تھی اور صاعد نے میری یہ ذمے داری بڑی خوب صورتی سے بانٹ لی تھی۔ وہ اسے سائیکلنگ لے لیے لے کر جاتا۔ پیٹ شو دکھانے لے جاتا۔ کبھی برگر، کبھی آئس کریم کھلانے

تو کبھی پلے لینڈ۔

گھر پر بھی وہ اسی کے ساتھ وقت گزارتا۔ اکثر وہ دونوں لان میں بیٹ بال کھیلتے نظر آ رہے ہوتے' کبھی کارٹون اکٹھے بیٹھ کے دیکھے جاتے۔ کبھی وہ اس سے ہزار بار کے سنے لطیفے ایک بار پھر سن رہا ہوتا اور اس کا دل رکھنے کو زور زور سے قہقہے بھی لگا رہا ہوتا۔

وہی تھا جس کی کوششوں کی بدولت میری میری مینو مجھے ویسی ہی واپس ملی' جیسی کہ وہ تھی۔ ہنستی کھلکھلاتی' مسکراتی میری پیاری بہن مینو۔ اب میں قدرے سکون کے ساتھ اپنی پڑھائی میں مگن ہوگئی۔ سخت محنت اور لگن کی بدولت میرا ایف ایس سی کا رزلٹ شان دار آیا۔ میرا ایڈمیشن فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں بہ آسانی ہوگیا۔ میری زندگی کچھ اور مصروف ہوگئی۔ اس مصروفیت میں بھی میں مینو کی جانب سے غافل نہ تھی۔ اگرچہ میں اب اس کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پاتی تھی۔ کبھی ایکسٹرا کلاسز..... کبھی پریکٹیکلز تو کبھی وارڈز میں ڈیوٹی۔ ایم بی بی ایس کے سخت محنت والے سال گزر رہے تھے اس کے باوجود جب میں گھر پر ہوتی اور فارغ ہوتی تو مینو کو بھرپور وقت دیتی۔ اب اس کے پاس صاعد کے ذکر کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہ ہوتی تھی۔ مزے کی بات تو یہ تھی کہ میں بھی اس کا ذکر سن سن کے تنگ نہ آتی تھی۔ وہ نان اسٹاپ صاعد کی باتیں' اس کی تعریفیں' اس کے قصے سنائے چلی جاتی اور میں محبت بھری نظروں سے اسے تکتے ہوئے مسکراتی رہتی۔ میری آنکھوں میں اس کے خوشی سے معمور چہرے کی جگمگاہٹ اتر کے ٹھنڈک پیدا کرتی اور کانوں کے رستے صاعد کے نام کا ورد میرے دل میں اجالے بکھیرتا جاتا۔

وہ مینو ہی تھی جس کے ذریعے میں صاعد سے ایک نئے رشتے میں بندھی۔ وہ

ہمارے درمیان ایک ایسی ڈور تھی جس کے سرے دونوں جانب ہی مضبوطی سے بندھے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانچ سال مزید گزر گئے۔ میری زندگی میں اگر کوئی تبدیلی آئی تو صرف اتنی کہ اب میں ایم بی بی ایس کے فائنل ایئر میں تھی اور اپنی ٹین ایج گزار کے ایک بائیس سال کی میچور لڑکی بن چکی تھی۔ میری طبیعت پہلے ہی سنجیدگی کی جانب مائل تھی اب میچور ہونے کے احساس نے اور تعلیم کی مصروفیت نے اور بھی اپنی ذات میں گم کر دیا تھا۔

البتہ گھر کے حالات میں خاصی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ انکل ریٹائر ہو چکے تھے' آنٹی بلڈ پریشر اور جوڑوں کے درد کے عارضے میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ رودابہ بھابی میرے آنے کے بعد بمشکل ایک ڈیڑھ سال گزار سکیں اس گھر میں اور پھر صائم بھائی جان کو لے کر الگ ہوگئیں۔ صائب پچھلے سال اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انگلینڈ گیا تھا۔ صاعد کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی جاب مل گئی تھی۔ مینو اب اولیول کر رہی تھی اور تیرہ سال کی عمر میں اس نے اب کہیں جا کے قد نکالنا شروع کیا تھا۔ اس کا جسم بچپن سے ہی فربہی کی جانب مائل تھا' کچھ وہ خوش خوراک بھی تھی۔ بچپن کی معصومیت ابھی اس کے چہرے سے رخصت نہیں ہوئی تھی اور قد بھی تیرہ سال کی بچی کے بجائے دس گیارہ سال کی بچی کے برابر ہی تھا۔ اس لیے وہ اپنی عمر سے بھی کم ہی لگا کرتی۔ البتہ اس کی ذہنی صلاحیتیں بلاشبہ اپنی عمر سے بہت آگے تھیں۔ کبھی کبھی تو وہ اپنی ذہانت سے مجھے حیران کر دیا کرتی تھی۔

صاعد سے اس کی وابستگی پہلے سے کئی گنا زیادہ تھی اور صاعد کی میرے لیے دیوانگی بھی جوں کی توں تھی۔ اب بھی اس کی آنکھوں میں میری صورت دیکھ کے تارے چمکا کرتے تھے۔ اب بھی اس کے لب میرا نام پکار کے گنگنانے لگتے تھے اور

میں..... میں بھی اب تک اس کے معاملے میں وہی تھی اور میرا دل بھی۔ وہی اپنا پرانا چلن نہ چھوڑنے والا دل۔ وہی اس کی شوخ نظروں اور بے باک فقروں پر گھبرا کے' کچھ ٹپٹا کے دھڑ دھڑ مچا دینے والا دل۔ وہی میری خاموشیاں۔ وہی اس کی وارفتگیاں۔

میں اپنا آخری پریکٹیکل دیکر گھر لوٹی تو دل و دماغ بہت ہلکے پھلکے سے تھے۔ بالآخر میں اپنی منزل کو پانے والی تھی۔ اپنی ماما کا خواب سچ ثابت کرنے والی تھی۔ میں نے سوچا تھا رزلٹ آنے تک کا سارا عرصہ مینو اور صاعد کے ساتھ گزاروں گی۔ ان دونوں کے وہ تمام گلے شکوے دور کروں گی جو انہیں میری ذات سے تھے اور کسی حد تک بجا تھے لیکن گھر لوٹتے ہی میں نے ماحول میں ایک عجیب سی اداسی کھلی دیکھی۔ انکل چپ چاپ سے ٹیبل پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ ان سے کچھ اندازہ لگانے میں ناکام ہو کے میں نے آنٹی کو دیکھنا چاہا۔ ان کی آنکھوں سے لگ رہا تھا کہ وہ روتی رہی ہیں۔ میرا دل دہل گیا۔ تقریباً تمام ہی قریبی عزیز رشتے داروں کے چہرے میری نگاہوں کے سامنے پھرنے لگے۔ کبھی دھیان صائب کی طرف تو کبھی صائم بھائی جان اور ان کے بیوی بچوں کی جانب جاتا۔ بمشکل ان منحوس اندازوں سے جان چھڑا کے میں نے دوبارہ غور کیا۔ وہ اداس ضرور لگ رہی تھیں مگر سوگوار نہیں۔ خدانخواستہ اگر کوئی بری خبر ہوتی تو ان کے چہرے پر اتنا سکون تو نہ ہوتا۔ اداسی ایک الگ احساس ہے اور غم ایک بالکل ہی جدا آفت۔

''اب تم ہی اسے سمجھاؤ' میرے کہنے پر تو دروازہ نہیں کھول رہی۔'' اچانک صاعد نے مجھے مخاطب کیا۔ وہ سیڑھیاں اتر کے نیچے آ رہا تھا۔

''کون! مینو؟'' میں نے پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا ہوا اسے؟ پھر کوئی جھگڑا؟'' عمر کے بارہ تیرہ سال کے فرق کے باوجود دونوں کبھی کبھار بچوں کی طرح لڑتے جھگڑتے بھی تھے اور پھر جب مینو ناراض ہوتی تو صاعد کو اسے منانے میں دانتوں تلے پسینہ آ جاتا پھر بھی وہ یہ معرکہ بڑی خوش دلی سے سر کیا کرتا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی میری مدد طلب نہ کی تھی۔

''میری پروموشن ہو گئی ہے۔'' یہ میرے سوال کا جواب نہ تھا۔ اس لیے اتنی غیر متوقع اور اچانک سنائی اس خوش خبری پر میں اپنا ردِعمل ڈھنگ سے ظاہر بھی نہ کر سکی۔ پہلے تو چند سیکنڈ تک اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ کیونکہ اتنی اچھی خبر سنانے کا اس کا طریقہ ہی عجیب تھا پھر ذرا سنبھل کے مبارکباد پیش کی۔

''اور مجھے ٹریننگ کے لیے جاپان بھیجا جا رہا ہے۔'' یہ اگلی اطلاع اور بھی شاکنگ تھی ''دو سال کے لیے۔'' اس نے اضافہ کیا اور میں سب سمجھ گئی۔ انکل کی سنجیدگی' آنٹی کے آنسو اور مینو کا کمرہ بند کر لینا۔ ڈھیلے اور سست انداز میں' میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

''صرف دو سال کی تو بات ہے' میں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں اسے مگر وہ کچھ سننے پر تیار ہو تب ناں۔''

''تم نے بھی تو اسے اپنے آپ سے حد سے زیادہ اٹیچ کر لیا تھا۔'' آنٹی نے کہا۔

''اب مجھے کیا پتا تھا کہ.....'' وہ بڑبڑایا اور مجھے تکنے لگا۔ جبکہ مجھے اس وقت کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔ وہ دو سال کے لیے یہاں سے جا رہا تھا۔ بہت دور..... میرا دل اداس ہونا چاہ رہا تھا' اس دکھ کو ویسے ہی محسوس کرنا چاہ رہا تھا جیسے باقی سب لوگ کر رہے تھے مگر میرے دل کو فی الحال اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ اپنے یا صاعد کے بارے

میں سوچتا۔ وہ تو مینو کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا۔

''کیسے سنبھالوں گی میں اسے۔ کیسے بہلاؤں گی؟ میں تو یہ فن کب کا بھول چکی۔ یہ فرض تو اب صاعد نے نبھانا شروع کر دیا تھا۔'' میں یک دم بے حد پریشان ہو اٹھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے وقت ایک بار پھر پانچ سال پیچھے لوٹ گیا ہو اور مینو پھر سے وہی روتی بسورتی بچی بن گئی ہو جس کے آنسو میرے لیے مسئلہ بن گئے تھے' جسے زندگی کی رونقوں کی جانب لوٹانا میرے لیے سب سے مشکل مگر سب سے ضروری کام تھا۔

''پہلے صائم گیا..... پھر صائب..... اب تم بھی.....'' آنٹی نے نئے سرے سے رونے کا پروگرام شروع کیا۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو رقیہ خاتون۔ سب اپنے اپنے نصیب کا دانہ ڈھونڈنے نکلے ہیں' اللہ سے خیر کی دعا کرو' انشاء اللہ لوٹنا تو سب ہی کو ہے اپنے گھروندے میں۔ صائب کے بھی دو سمسٹر رہ گئے ہیں' ایک سال کے اندر اندر وہ تمہارے پاس ہوگا اور اس کی قابلیت پر تم خود بخود فخر محسوس کرو گی۔ صاعد بھی خود نہیں جا رہا' اس کا رزق اسے کھینچ رہا ہے۔ لوگ تو رزق کی پکار پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پردیس جا بستے ہیں' یہ تو پھر دو سال کی قلیل مدت کے لیے جا رہا ہے۔''

''ہمارا گھر تو خالی.....'' ان سے بات تک مکمل نہ کی گئی۔

''اللہ نہ کرے' خالی کیوں ہوگا۔ نازنین اور نرمین بھی تو ہماری ہی بچیاں ہیں' انہیں ہمارے گھر بھیج کے اللہ نے شاید اسی کمی کا ازالہ کیا ہے جو تین تین بیٹے دے کر بھی موجود تھی۔ شاید یہ اسی دن کے لیے ہمارے پاس آئی تھیں کہ جب ہمارے بیٹے اپنے اپنے مقصد کے لیے پردیس نکلیں تو یہ بیٹیاں بن کے ہمارے پاس رہیں ہمارے اکیلے پن کا مداوا کرنے کے لیے۔ بچیوں سے ہمارا گھر ویسا ہی بھرا بھرا اور آباد لگے گا

یہ ہمیشہ سے ہے۔'' انکل کی یہ بات آنٹی کو سوچ میں ڈال گئی۔ وہ کیا سوچ رہی تھیں یہ تو انہوں نے بعد میں بتایا۔ فی الحال وہ بھی مینو کو کمرے سے نکالنے کے جتن میں مصروف ہو گئیں۔ انکل کے کوئی دوست آ گئے۔ اب لاؤنج میں دونوں ہی تھے۔ میں اب تک اسی کیفیت میں تھی۔ کب سے میرے ہونٹوں سے ایک لفظ تک نہ نکلا تھا۔ حالت بیٹھی میں کھوئی کھوئی نظروں سے سامنے والی دیوار کو تک رہی تھی۔ وہ میرے نزدیک آن بیٹھا۔

''نازو..... پریشان مت ہو۔'' اس نے مجھے تسلی دینا چاہی۔

''آں.....'' میں کسی گہرے خیال سے چونکی۔

''میں نے کہا' پریشان مت ہونا۔''

''پریشان..... آں..... ہاں..... مم..... مگر کیسے..... کیسے پریشان نہ ہوں..... پریشان تو ہوں گی ناں.....'' اسی کھوئے کھوئے سراسیمہ سے انداز میں' میں نے کہا۔

''پاگل' اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ تم نے سنا نہیں پاپا کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کوئی ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا۔ صرف دو سال کی بات ہے اور دو سال پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے۔''

''صرف دو سال؟'' میں نے ''صرف'' پر زور دیتے ہوئے جتایا۔ ''تمہارے لیے یہ صرف دو سال ہوں گے۔ مجھ سے پوچھو کہ یہ دو سال مجھ پر کس طرح گزریں گے۔ وقت کا کیا ہے وہ تو واقعی گزر ہی جاتا ہے۔ کبھی رکا بھی ہے بھلا؟ مگر یہ تو انتظار کرنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ وہ وقت کو کس طرح گزارتا ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ میرے برعکس وہ بہت ریلیکس موڈ میں تھا بلکہ میری بات سن کے اور بھی ہلکا پھلکا ہو کے مسکرایا۔

''تمہیں کیا پتا صاعد تم میرے لیے کتنی بڑی مشکل کھڑی کر کے جا رہے ہو۔''
آنے والے وقت کے تصور سے ہی میں گھبرا رہی تھی۔ ان گزرے پانچ سالوں نے مینو کی ضد کو اور بھی پختہ کر دیا تھا۔ اپنی مرضی کے خلاف کچھ ہوتا دیکھ کر وہ آپے میں نہیں رہتی تھی اور اس کی خفگی جان لیوا ثابت ہوتی تھی میرے لیے۔ میں تصور کر سکتی تھی کہ صاعد کے جانے کے بعد اسے ہینڈل کرنا میرے لیے آسان ثابت نہیں ہوگا۔ صاعد کے ضروری اور غیر ضروری لاڈ اور حد سے زیادہ ملی توجہ نے اسے اور بھی ضدی اور ہٹ دھرم بنا دیا تھا۔ پتا نہیں وہ اس کا جانا کیسے برداشت کرے گی۔ کہیں بیمار نہ پڑ جائے اور اگر بھوک ہڑتال پر اتر آئی تو..... تو کیسے میں.....''

''تم تو ابھی سے کمزور پڑ رہی ہو نازو۔'' اس کی آواز پر میں اپنے خیالوں سے باہر آئی۔

''ہاں' واقعی کمزور تو میں ہوں اور مجھ پر بہت بڑا بار ڈال رہے ہو۔ اگر دوبارہ ڈالنا ہی تھا تو اٹھایا کیوں تھا۔''

''کیا مطلب؟'' اس کی مسکراہٹ مدھم ہوگئی۔ اس کی پیشانی پر ایک شکن بھی نمودار ہوئی۔

''تم نے ایک بار بھی سوچا کہ تمہارے جانے کا سن کر..... اف صاعد تم کتنے.....'' میں اسے پتا نہیں کون سا خطاب دینا چاہتی تھی۔ کوئی مناسب لفظ نہ سوجھنے پر جھنجلا کے چپ کر گئی۔

''سوچا تھا..... مگر پھر خیال آیا تم بھی یہ نہیں چاہو گی کہ میں اتنا اچھا موقع ہاتھ سے جانے دوں۔ ایسی جاب میں اتنی جلدی ترقی کے ایسے چانسز کم ہی ملتے ہیں اور پھر صرف دو سال ہی کی تو..... سوری یار میں پھر دو سال کو ''صرف'' کہہ گیا۔ آج تو

بار بار اس کی مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔ لہجہ ایسے کھنک رہا تھا جیسے اسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔

''لیکن مجھے کیا پتا تھا تم اسے اتنا سریس لوگی۔ میرے جانے کی خبر تم پر ایسے اثر کرے گی۔ اب بھی اگر تم کہو تو.....'' وہ پتا نہیں کیا کہنے جا رہا تھا' میں نے جلدی سے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں اپنی نہیں مینو کی بات کر رہی ہوں۔ تم نے اس کے بارے میں بالکل بھی نہیں سوچا۔ یا تو تم اسے اپنے ساتھ اتنا اٹیچ نہ کرتے اور اگر کیا تھا تو اس کا خیال بھی کرتے۔''

میری بات پر وہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔ اس کے مسکراتے لب یوں سمٹے جیسے بھی پھیلے ہی نہ ہوں۔ آنکھیں بے تاثر ہوگئیں۔

''وہ میرے لیے بہت پرابلمز کری ایٹ کرے گی صاعد۔ وہ اب مجھ سے زیادہ تمہارے قریب ہے۔ اپنا ہر دکھ درد ہر خوشی تم سے شیئر کرنے کی عادی ہے۔ وہ بہت بری طرح ڈسٹرب ہو جائے گی' بکھر جائے گی۔''

''میں اسے سمجھا دوں گا' تم فکر مت کرو۔'' ٹھنڈے لہجے میں کہتا وہ وہاں سے ہٹ گیا۔ بعد میں پتا نہیں اس نے کیسے مینو کو ہینڈل کیا کہ وہ کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا کرنے سے باز رہی۔ اگرچہ آنکھیں اس کی اب بھی لبالب بھری رہتیں۔ بات بات پر چھلک بھی جاتیں مگر اس نے صاعد کو روکنے کی ضد نہ کی۔ دوسری جانب آنٹی نے بھی اپنا وہ خیال ظاہر کر دیا جو اچانک ان کے دل میں انکل کی بات سن کر آیا تھا۔

''صاعد کے جانے سے پہلے اس کی اور نازنین کی شادی کروا دیتے ہیں۔ نازنین ویسے بھی اب امتحان دے کر فارغ ہے۔''

''یہ تمہیں اچانک کیا سوجھی؟'' انکل نے پوچھا۔

''اچانک کیسے؟ یہ تو طے شدہ حقیقت ہے۔ پڑھائی سے فارغ ہوتے ہی ہمیں نازنین کو باقاعدہ اپنی بہو کی حیثیت تو دنیا ہی تھی۔ اگر صاعد نہ جانا تب بھی اور اگر اب جا رہا ہے تب بھی۔ جانے کا پروگرام نہ ہوتا تو میں یہ شادی خوب دھوم دھام اور تیاری کے ساتھ کرتی لیکن اب صاعد کے پاس دو ہفتے ہیں تو ہم فی الحال جلدی میں سادگی کے ساتھ ہی.....''

''نہیں' میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' انکل نے ان کی بات پوری نہ ہونے دی۔

''مگر کیوں؟ آپ کو آخر اعتراض کس بات پر ہے؟''

''اگر صاعد کا جانے کا پروگرام نہ ہوتا تب میں بھی تمہاری طرح اس نہج پر سوچتا لیکن میرے خیال میں ان دونوں کو اس رشتے میں باندھنے کے لیے یہ موقع مناسب نہیں جبکہ صاعد کے جانے میں صرف دو ہفتے رہ گئے ہیں۔ تم کتنی بھی جلدی مچالو ایک ہفتے سے پہلے تو شادی کی تقریب نہیں رکھوا سکتیں۔ ظاہر ہے ہتھیلی پر سرسوں جمانا تو ناممکن ہے۔ صرف ایک ہفتے کے لیے دونوں کو پابند کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ درمیان میں دو طویل سال ہوں گے اور یہ دو سال..... نہیں رقیہ خاتون' یہ ہرگز مناسب نہیں ہوگا۔'' انہوں نے اس قطعی انداز میں ان کی تجویز رد کی کہ وہ مزید مزاحمت تک نہ کر سکیں۔

اور پھر وہ چلا گیا۔ یہ دو ہفتے مینو نے خود پر بے حد ضبط کرتے ہوئے گزارے تھے۔ میں اس کا حوصلہ اور برداشت دیکھ کے حیران تھی۔ یہ وہ چیز تھی جو میں نے اسے نہیں سکھائی تھی۔ یہ وہ وصف تھا جو میرے نظریے کے مطابق فطری ہوتا ہے۔ مجھ میں تھا مگر مینو کو اس سے محروم دیکھ کر میں نے کبھی نہ سوچا کہ اسے بھی اس وصف سے آراستہ

کروں۔ یہ کام بھی یقیناً صاعد کا ہی تھا اور صاعد کے جانے کے بعد مجھے پتا چلا کہ اسے بھی اسے وصف سے آراستہ کروں۔ یہ کام بھی یقیناً صاعد کا ہی تھا اور صاعد کے جانے کے بعد مجھے پتا چلا کہ میں ٹھیک تھی۔ صبر اور برداشت کا مادّہ واقعی قدرت کی جانب سے ہی ودیعت ہوتا ہے۔ اگر کسی کے اندر یہ وصف فطری طور پر موجود نہ ہو تو باہر سے وہ کتنا ہی اس کا مظاہرہ کرے بالآخر اس کی کمزوری عیاں ہو ہی ہوتی ہے۔

صاعد نے کے جانے بعد مینو بھی کمزور پڑ گئی۔ وہ اتنی شدید بیمار ہوئی کہ میں تو میں' آنٹی کے بھی ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس کا بخار تھا کہ اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔ شکر ہے کہ میں فارغ تھی اور گھر پر ہی ہوتی تھی۔ میں نے اپنا بھرپور وقت اور توجہ اسے دی۔ ہمارے درمیان پھر سے وہ رشتہ استوار ہونے لگا جو صاعد کے درمیان میں آنے سے مزور پڑے لگا تھا۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ وہ اب مجھ سے زیادہ اس کے قریب تھی۔ حالانکہ اس نے آنکھ کھلتے ہی ماما پاپا کے بعد جس رشتے کو اپنے پاس محسوس کیا تھا وہ میں تھی۔ میں بھی بہن بھائی کو ترسی ہوئی اس ننھے کھلونے میں ایسی مگن ہوئی کہ وہ ماما سے زیادہ مجھ پر انحصار کرنے لگی۔ میں اسکول سے آتی تو ماما بے چارگی سے بتاتیں کہ وہ ان کے ہاتھ سے سیریلک۔ کھانے پر تیار نہیں۔ دو سال کی عمر سے ہی اس نے ماما کے بجائے مجھ سے لیٹ کر سونا شروع کر دیا تھا اور پھر جب وہ اسکول میں داخل ہوئی تو کئی بار کلاس سے بھاگ کر میری کلاس میں آ جایا کرتی تھی۔ میں اس کی بہن بھی تھی' دوست بھی' آیا بھی' ٹیچر بھی۔ صاعد درمیان میں آیا تو وہ مجھ سے خاصی دور ہوگئی۔ حالانکہ اب بھی مجھے اتنا ہی پیار کرتی تھی۔ اب بھی مجھے پکارتے ہوئے اس کے لہجے میں اتنی ہی مٹھاس ہوتی جتنی مٹھاس زندگی میں اپنا پہلا لفظ ''پیا'' ادا کرتے ہوئے اس کے اندر بھری تھی۔ جب ماما نے اسے مجھے ''اپیا'' کہہ کے پکارنا سکھانا چاہا اور اس

کے لبوں سے ''اپیا'' کے بجائے ''پیا'' ادا ہوا تب سے میں اس کیا پیا ہی تو تھی مگر بعد میں، شاید اتنی اچھی دوست نہ رہی تھی۔

اب دھیرے دھیرے ہماری دوستی اور ہم آہنگی کے الجھے دھاگے سلجھنے لگتے تھے۔ میں جانتی تھی کہ رزلٹ آنے کے بعد میں ایک بار پھر مصروف ہو جاؤں گی اور ہاؤس جاب کے کڑے پیریڈ میں ایک بار پھر مجھے اس پر توجہ مجبوراً کم کرنا پڑے گی اور اس بار میری کمی پوری کرنے کے لیے صاعد بھی موجود نہ ہوگا۔ اس لیے میں نے شعوری طور پر اسے اس وقت کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ یوں بھی اب وہ عمر کے اس دور میں داخل ہو رہی تھی کہ میں پیار سے اسے سمجھا بجا سکتی تھی۔ میں نے اسے سکھانے کی کوشش کی کہ کیسے وہ دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے بوتے پر سب کچھ کر سکتی ہے۔ اسے دوسری دوسری سرگرمیوں میں دلچسپی لینے پر اکسایا۔ اس کی فرینڈز کے ساتھ ریلیشن شپ ڈویلپ کرنے میں اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اب وہ میری سلیکٹیڈ قسم کی دوستوں کے ہاں کبھی کبھی آنا جانا شروع ہو گئی تھی۔ وہ بھی آتی رہتیں۔ اسٹوری بکس پڑھنے کا شوق بھی میرا ہی پیدا کردہ تھا جس سے وہ اپنا فارغ وقت بغیر کسی کی مدد کے گزار سکتی تھی۔ انڈور گیمز کی جانب اس کا رجحان پیدا کیا۔ سوئمنگ کلاسز جوائن کرائیں۔

اب وہ مجھ سے زیادہ مصروف تھی۔ اولیول کی اسٹڈیز، ایوننگ ٹیوشن کلاسز۔ کلب میں سوئمنگ کلاسز اور ٹیبل ٹینس۔ بے شمار فرینڈز۔ نت نئی کتابیں پڑھنے کا چسکا اور وہ اس کا پرانا شوق کارٹونز دیکھنا۔ ان سب کے باوجود میں دن میں ایک ڈیڑھ گھنٹا صرف اور صرف اس کے ساتھ گزارنا نہ بھولتی۔ اس کے سارے دن کی روداد سنتی۔ اس کی فرینڈز کے قصے۔ کسی نئی کتاب پر تبصرے وغیرہ وغیرہ اور ہر بار وہ کسی نہ کسی طرح

صاعد کا ذکر بھی درمیان میں لے آتی۔ دل سے میں بھی اس ذکر کے لیے بے چین ہوتی۔ وہ صاعد کی باتیں کرتی تو میرے اندر سکون اترنے لگتا۔ وہ اکثر بیشتر فون کرتا رہتا تھا' پھر مینو کی دلچسپی کمپیوٹر میں بڑھی تو انٹرنیٹ کے ذریعے دونوں کے درمیان پھر سے گہرا رابطہ ہو گیا۔ فون پر چند منٹ بات کرنے سے مینو کی تسلی بھی نہ ہوئی تھی۔ رات دیر تک اس سے گھنٹوں چیٹنگ کر کے اسے چین ملنے لگا۔ یہ ایک نئی مصروفیت تھی۔ میں کبھی اس کا کمپیوٹر یوز بھی کرتی تو صرف اپنے کسی کام کے لیے۔ نیٹ چیٹنگ سے مجھے رتی برابر لگاؤ نہ تھا اور فون پر ہمیشہ ہی صاعد مجھے بھی بلواتا۔ انکل آنٹی سامنے ہوتے تو ظاہر ہے مجھے جھجک محسوس ہوتی۔ میں صرف سلام دعا کر کے ریسور مینو تھما دیتی۔ چند ایک بار اکیلے میں بات بھی ہوئی مگر میں اس کے کسی سوال کا جوابف ڈھنگ سے نہ دے سکی۔ وہ پوچھتا بھی تو عجیب باتیں۔

''مجھے کتنا یاد کرتی ہو؟''

لو بھلا یہ بھی کوئی سوال ہوا۔ پتا ہوتا وہ یہ سوال کرنے والا ہے تو کہیں سے وہ پیمانہ ڈھونڈ لاتی جس سے یاد کو تولا یا ناپا جا سکتا ہے اور پھر پورے حساب کے ساتھ بیٹھ کے اسے یاد کرتی۔

''تم نے بتایا نہیں' مجھے کتنا یاد کرتی ہو؟'' وہ اسی سوال پر اٹکا ہوا تھا۔

''مینو سے تو کم ہی۔'' اس سے زیادہ درست اور موزوں جواب مجھے نہ سوجھا جس سے میں اسے بتا سکتی کہ میں اسے کتنا یاد کرتی ہوں۔

''مینو؟'' اس کی آواز میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی تھا۔

''مینو کے یاد کرنے میں اور تمہارے یاد کرنے میں کچھ تو فرق ہوگا؟''

''کچھ نہیں بلکہ بہت زیادہ۔ یہی تو میں بتا رہی ہوں کہ وہ بہت زیادہ یاد کرتی ہے

اور اس کے مقابلے میں' میں تو.....'' اچانک مجھے احساس ہوا کہ لائن کٹ چکی ہے۔ میں نے خاموشی سے ریسیور رکھ دیا تھا۔

ہاؤس جاب سے فارغ ہو کے بعد میں کچھ عرصہ اس فراغت کے مزے لوٹنا چاہتی تھی۔ مینو بھی اولیولز کے رزلٹ کے انتظار میں تھی۔ میں نے اپنی میڈیکل کی تعلیم کو کیریئر بنانے اور پریکٹیکل لائف شروع کرنے سے پہلے کچھ عرصہ گھر میں گزارنے کا فیصلہ کیا ورنہ میری اکثر فرینڈز پرائیویٹ اور گورنمنٹ ہاسپٹلز میں جاب یا تو تلاش کر رہی تھیں یا شروع کر چکی تھیں۔ میرے اس فیصلے کے پیچھے تین وجوہات تھیں۔ ایک تو مینو' دوسری آنٹی کی خواہش اور تیسری صاعد کی متوقع آمد۔

آنٹی کا خیال تھا کہ صاعد کے آتے ہی اب ہماری شادی ہو جانی چاہیے اس کے بعد جو صاعد چاہے' بیوی سے نوکری کروانا چاہے تو اس کی مرضی' گھر رکھنا چاہے تو اس کی مرضی۔ انہوں نے سب کچھ صاعد کی مرضی پر چھوڑا تھا اور اس کی مرضی میں جانتی تھی۔ اتنا اعتماد تو تھا اس پر کہ وہ میری پسند کو ہی اولیت دے گا۔ انکل کا آئیڈیا تھا کہ مجھے اگر بطور ڈاکٹر اپنا کیریئر اسٹیبلش کرنا ہے تو بجائے یہاں وہاں جاب تلاش کر کے خود کو پابند کرنے کے مجھے پاپا والا گھر بیچ کے اپنا کلینک بنا لینا چاہیے۔

ان کی بات میرے دل کو لگی تھی۔ واقعی اس طرح میں اپنے پروفیشن اور پرسنل لائف کو بیلنس رکھ سکتی تھی۔ اب بس صاعد کا ہی انتظار تھا۔ صائب تو کوئی ماہ پہلے ہی پاکستان واپس آ چکا تھا۔ اور وہ ایک بے حد سہانی صبح تھی جب نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی مجھے مینو کی چہکار سنائی دی۔

''صاعد بھیا آ گئے!'' میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ بے اختیار ہی وہ دعا میرے لبوں پر آ گئی جو پچھلے دو سالوں سے میری نمازوں کا حصہ تھی۔

''یا اللہ صاعد کو یہاں رکھنا اپنی حفاظت اور سلامتی میں رکھنا اور اسے خیریت اور کامیابی کے ساتھ واپس بھیجنا۔''

میں اپنی عادت کے مطابق اس دعا پر خود ہی جھینپ گئی۔ جانماز تہ کر کے میں کمرے سے نکلی تو وہ سامنے تھا۔ کارپٹ پر آلتی پالتی مار کے بیٹھا ہوا۔ صوفے پر بیٹھی آنٹی کی گود میں اپنا سر رکھے' انکل کے سوالوں کا جواب دیتا ہوا۔ مینو اس کے برابر نیچے ہی بیٹھی اور آنکھوں میں بے پناہ اشتیاق لیے اسے سکتی جا رہی تھی۔ کتنا اپنا اپنا سا تھا یہ منظر! جیسے درمیان میں وہ دو سال کبھی آئے ہی نہ ہوں۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو میں نے ایک بار پھر جھینپ کر اپنی نظریں جھکا لیں مبادا میری نگاہوں کی وارفتگی وہ محسوس نہ کر لے۔ مجھے مینو پر رشک آیا جو اس قسم کے کسی احساس کے بغیر اسے ایک ٹک دیکھے چلی جا رہی تھی۔ صاعد نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''تم کیا مجھے ٹکٹکی باندھ کے گھور رہی تھی؟''

''اتنے دنوں بعد جو نظر آئے ہیں۔'' گویا وہ دو سالوں کی کسر آج ہی پورا کرنا چاہتی تھی۔ سب ہنس پڑے۔

''اور ایک بات اور بھی ہے۔'' صائب نے کہا ''اور وہ یہ کہ اب تم واقعی دیکھنے کے قابل چیز بن گئے ہو۔ جاپان گئے تھے' سوچا تھا جاپانی گڈے بن کے لوٹو گے مگر یار تمہاری پرسنالٹی کو تو چار چاند لگ گئے۔ یہ نیا ہیئر اسٹائل بھی خاصا سوٹ کر رہا ہے۔''

''اچھا چلو بس' نظر مت لگا دینا۔'' آنٹی کو وہم نے گھیر لیا۔ ساری مائیں ایک سی ہوتی ہیں' مجھے ماما یاد آ گئیں۔

''جناب تبدیلی تو یہاں آئی ہے۔'' صاعد نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے بیٹھی مینو کی سنہری پونی ٹیبل کھینچی۔

''ہماری باربی ڈول تو اب سینڈریلا بن چکی ہے۔ یہ سب سے بڑا سرپرائز ہے۔'' اور واقعی یہ سچ تھا۔ یہ فرق تو ہمیں بھی محسوس ہوتا تھا جو گزشتہ دو سال کے دوران اس میں پیدا ہوا تھا۔ تو صاعد تو اتنے عرصے بعد دیکھ رہا تھا۔ یقیناً یہ اس کے لیے حیران کن ہی ثابت ہوا ہوگا۔

''تمہیں کسی نے کھینچ کر بڑا کیا ہے درختوں سے لٹکتی رہی ہو؟''

''کوئی نہیں جی۔'' وہ خود کو موضوع بحث بنتے دیکھ کے بُرا مان گئی۔

''بچے بڑے ہوتے ہی ہیں اور مینو بڑھنے کی عمر میں ہے۔'' آنٹی نے بھی توجیہہ پیش کی۔

''ہاں بچے بڑے ہوتے ہیں مگر عمر کے ساتھ ساتھ' آہستہ آہستہ' کسی طریقے قاعدے سے' اس کی طرح تو نہیں کہ پہلے بارہ سال زمین میں دھنسی رہی اور پھر اچانک چھتوں سے ٹکرانے لگی۔'' وہ اب تک حیران تھا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ بڑھ تو یہ پہلے بھی رہی تھی مگر چوڑائی میں۔ جب جسم نے مزید پھیلنے سے انکار کر دیا کہ بھئی بس اس سے زیادہ نہیں' ورنہ بلاسٹ ہو جاؤں گا تو مجبوراً اس بڑھنے کے عمل نے لمبائی کے رخ اپنا کام شروع کیا۔'' صائب نے انکشاف کیا۔ وہ ناراض ہو کے پیر پٹختی اوپر چلی گئی۔ پچھلے دو سال میں' میں نے اس کی شخصیت پروان چڑھانے اور اس کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے جو جو اقدامات کیے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس کا بیڈ روم الگ کروایا تھا۔ اب وہ صائم بھائی جان والے کمرے میں رہتی تھی جو میرے کمرے کے بالکل سامنے تھا۔ صاعد کو پتا چلا تو وہ اور بھی حیران ہوا۔

''وہ اکیلے سو جاتی ہے؟ اب اسے ڈر نہیں لگتا؟''

''نہیں لیکن ہم سب ابھی تک ڈرتے ہیں' اس کی ناراضی سے۔'' صائب نے باور کرایا۔ وہ مسکرا دیا۔

اگلے کئی دن وہ مسلسل حیران ہی ہوتا رہا۔ اس کے خیال میں مینو اب سر سے پیر تک بدل چکی تھی۔ شکلاً صورتاً بھی اور عادتاً' فطرتاً بھی۔ ابھی اس میں وہ بچپنا بہت حد تک باقی تھا جو اس نے دیکھ رکھا تھا لیکن یہ ایکیوسی' کچھ کچھ سوشل مینو اس کے لیے اجنبی تھی۔ وہ تو اس مینو سے واقف تھا' وہ گپلو سی گول مٹول بچی جو سوائے اس کے سب سے جھینپی جھینپی رہتی۔ انجان لوگوں کا سامنا کرنے سے کتراتی اور نئے دوست بنانے سے گھبراتی تھی' جو جھلی سے بے پروا سی تھی اور جو میرے بار بار کہنے پر اپنے بال سنوارنے اور حلیہ درست کرنے پر راضی ہوا کرتی تھی۔

یہ مینو اس کے لیے نئی تھی جو بال نفاست سے باندھتی تھی۔ اپنے لباس کے ساتھ میچنگ ربر بینڈ'' ٹاپس اور بریسلیٹ وغیرہ کا باقاعدہ اہتمام کرتی تھی۔ ہفتے میں دو بار کل میں سوئمنگ اور ٹیبل ٹینس کے لیے جاتی تھی اور جس کے ڈھیروں ڈھیر دوست تھے جن سے وہ فون پر بھی باتیں کرتی رہتی تھی اور جو اب اپنی بیا کا پلو پکڑ کے منہ نہیں بسورا کرتی تھی۔ البتہ صاعد کے لیے اس کی دیوانگی اب تک ویسی کی ویسی تھی اور صاعد..... وہ مجھے کچھ بدلا بدلا لگ رہا تھا' اور سب کے ساتھ تو نہیں البتہ میرے ساتھ اس کا رویہ خاصا اکھڑا ہوا تھا۔ میں اندر ہی اندر سہم سی گئی۔ کیا یہی وہ خوف تھا جس کے تحت انکل نے اس کی روانگی سے قبل ہماری شادی کی مخالفت کی تھی۔ کیا وہ جانتے تھے یہ دو سال جو وہ گھر سے باہر گزارے گا' اس کے خیالات میں تبدیلی پیدا کر دیں گے؟ کیا واقعی اس نے میرے بارے میں خیالات بدل چکے ہیں؟ کہیں وہ کسی اور پسند تو نہیں کرنے لگا؟

♥.....♥.....♥

یہ سوال مجھے بے چین کرنے لگے۔ میں نے اس پر مزید غور کیا تو مجھے ذرا تسلی ہوئی۔ وہ مجھ سے اجنبیت نہیں برت رہا تھا بلکہ خفگی دکھا رہا تھا۔ ایسا نہیں کہ وہ مجھے اہمیت نہیں دے رہا تھا بلکہ وہ اپنی اہمیت جتانا چاہ رہا تھا۔ میرا دل آپوں آپ ہلکا ہو گیا۔

''اوہ' تو یہ نیٹ پر چیٹنگ نہ کرنے' فون پر اس کے رومانٹک ڈائیلاگز کے ویسے ہی رومانٹک جواب نہ دینے اور لمبے لمبے خواب ناک خطوں کے اتنے ہی لمبے اور اتنے ہی بے باک جواب نہ دینے کی خفگی ہے۔ ہوں تو صاحب نخرے دکھا رہے ہیں۔'' ابھی میں نے اسے منانے کے لیے کسی قسم کی کوشش کرنے کے بارے میں صرف سوچا ہی تھا کہ اسلام آباد سے صائم بھائی جان کی فیملی آ گئی۔ ہمیشہ کی طرح میں رودابہ بھابی سے دبک کے کونے میں ہو گئی۔ وہ صاعد کا سن کر آئے تھے اور ابھی ان لوگوں کا چند دن رکنے کا پروگرام تھا۔

اس دن صاعد سب بچوں کو سندباد لے کر جا رہا تھا۔ سب سے زیادہ پُرجوش مینو

تھی۔ صاعد نے مجھے بھی چلنے کے لیے کہا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی' بھابی بول اٹھیں۔

''یوں کہو ناں کہ نازنین سے اکیلے میں چار باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے' میرے بچوں کو گھمانے پھرانے کا تو بس بہانہ ہی تھا۔''

بظاہر یہ بات انہوں نے مذاق کے ڈھنگ میں کی تھی مگر یہ میں جانتی تھی کہ ان کا مذاق سراسر طنز ہوتا ہے۔ میں نے تھکن کا بہانہ بنا دیا۔

''پیا' آپ بھی بس ایک دم بور ہیں۔'' مینو نے اپنی خوب صورت ناک چڑھائی اور صاعد کا بازو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''اف اللہ' کتنا مزہ آئے گا ناں آج اتنے دنوں بعد ایک بار پھر آپ کے ساتھ جوائے لینڈ جانے میں۔'' بلیک ڈینم پر اسٹائلش میرون کرتہ پہنے اور اپنے ہنی کالر بالوں کی اونچی سی پونی ٹیل بنائے وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی اور لائٹ سے میک اپ کے ساتھ کچھ بڑی بڑی بھی۔ اگر کوئی آنکھیں بند کر کے سنتا تو یہی لگتا کوئی سات آٹھ سال کی بچی باتیں کر رہی ہے۔ صاعد کے لوٹنے سے گویا اس کا بچپن لوٹ آیا تھا۔

''تم اب بھی بالکل وہی ننھی سی بچی ہو' مجھے خواہ مخواہ غلط فہمی ہوئی تھی کہ نرمین محمود اب بڑی ہو گئی ہیں۔ جھولوں پر بیٹھنے کے خیال سے ہی کیسے چہکنے لگ گیا ہے۔'' صاعد نے اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

''اوں ہوں' جھولوں میں بیٹھنے کے خیال سے نہیں' بلکہ جھولوں پر آپ کے ساتھ بیٹھنے کے خیال سے۔'' وہ اب اس کے بازو سے باقاعدہ لٹک رہی تھی۔

''توبہ' یہ لڑکی تو عاشق ہے صاعد کی۔'' انہیں باہر نکلتا دیکھ کے آنٹی نے اپنی سادگی میں کہا۔

''اور صاعد.....کیا وہ بھی؟''

یہ جملہ بلاشبہ اتنا سادہ نہ تھا۔ میں نے رودابہ بھابی کو دیکھا کہ اتنے دل جلے اور معنی خیز فقرے کا مقصد بھلا کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ان کا کہنے کا انداز تھا جو مجھے کھٹک رہا تھا ورنہ اصل مطلب سمجھ کے بھی میں اس لیے سمجھنے پر تیار نہ تھی کہ مینو اب بھی میری نظروں میں بچی ہی تھی۔ مجھے گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ جن اعتراضات سے میں اپنی ذات کے حوالے سے خوف زدہ رہتی تھی' کوئی اس پر بھی ایسا اعتراض کر سکتا ہے۔ میں نے تو یہ چھ سال پھونک پھونک کے اس گھر میں گزارے تھے کہ بے شک یہ گھر میرے تایا کا ہے' بے شک میں اس گھر کی ہونے والی بہو ہوں مگر ہوں تو ایک ایسی لڑکی جس کے سر پر نہ ماں ہے نہ باپ اور نہ ہی بڑا بھائی۔ میری ذرا سی لغزش بھی کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع دے سکتی ہے۔ میں سدا اپنے حوالے سے کانشس رہی' یہ تو سوچا بھی نہ تھا کہ رودابہ بھابی مینو جیسی بچی پر بھی بات دھر سکتی ہیں۔

''ہو سکتا ہے ان کی بات کا مطلب کوئی اور ہو۔ لہجے کا کیا ہے' وہ تو طنز کر کر کے مستقل ہی ایسا ہو گیا ہے۔'' میں یہ سوچتے ہوئے انہیں دیکھتی چلی گئی۔

''ارے' ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ میں نے بھلا کیا کہہ دیا؟'' وہ فٹ بھولی بن گئیں ''ویسے تم گئی کیوں نہیں؟ کہیں صاعد برا نہ مان جائے۔''

''نہیں وہ کیوں برا ماننے لگے۔''

''ہاں' یہ بھی ہے۔ اسے کوئی خاص پروا لگتی نہیں تمہاری۔'' اب ان کا انداز سراسر ٹوہ لینے والا تھا۔ ''جب دیکھو' مینو میں ہی مگن رہتا ہے۔''

''مینو کو وہ بچپن سے ہی پیار کرتے ہیں۔ اس میں نئی بات کیا ہے۔'' میں نے انہیں صاعد اور مینو کی پرانی وابستگی یاد دلا کر ان کے خیالات کا رخ موڑنا چاہا۔

''ہاں بھئی' بچپن کی محبت.....'' وہ گویا گنگنائیں۔

''مطلب کیا ہے آپ کا؟'' یہ میری برداشت کی حد تھی۔ ورنہ میں ان کی ہر الٹی سیدھی بات نظر انداز کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔

''میرا کیا مطلب ہونا ہے۔ میرا تو نہ کوئی مطلب نہ کوئی غرض۔ ویسے ہی تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھ کے احساس دلانا چاہ رہی تھی کہ اب مینو بچی نہیں رہی۔ اس طرح صاعد کے گلے کا ہار بنے رہنا کوئی اچھی بات تو نہیں۔ دیکھنے والا تو کچھ بھی سوچے گا۔''

''یہ دیکھنے والے کی نظر کا اور سوچنے والے کے گندے دماغ کا قصور ہو گا۔'' پہلی بار میں ان سے ذرا تلخی سے بات کر رہی تھی۔

''اس وقت تمہیں میری باتیں بری لگ رہی ہیں مگر کبھی ٹھنڈے دماغ سے سوچنا۔ دیکھو.....میری بیٹی چھ سال کی ہو رہی ہے لیکن اگر اگلے چھ یا آٹھ سال بعد میں اس پر پابندی لگاتی ہوں کہ وہ اپنے کزنز کے ساتھ جز کے نہیں بیٹھ سکتی' مالی بابا کی گود میں سیر نہیں کر سکتی اور ساتھ والوں کے لڑکے کے ساتھ لان میں کھیل نہیں سکتی تو کیا میری یہ سوچ گندی سوچ کہلائے گی۔ نادان لڑکی' بیٹیاں بہت سنبھال کے رکھنے والی چیز ہوتی ہیں۔ اب آنٹی کی تو کوئی بیٹی ہے نہیں' وہ یہ نزاکت کیا جانیں۔ میں بیٹی کی ماں ہوں' اس لیے کسی دوسرے کی بیٹی کو نقصان پہنچتے دیکھ کے خوفِ خدا سے لرز کر تمہیں ٹوکے بغیر رہ نہ سکی۔ تم بے شک اسے میرے دماغ کا فتور کہہ لو یا نظر کا قصور۔ مگر بھئی یہ لڑکی ذات کا معاملہ ہے اور وہ بھی بن ماں کی لڑکی۔'' انہوں نے ایک طویل آہ بھری۔

''بن ماں کی لڑکی.....'' یہ الفاظ میرے دل کو کاٹنے پر مجبور کر گئے۔ مجھے احساس ہوا کہ میں شاید واقعی ایک ماں کی طرح اس کی پرورش کرنے میں ناکام رہی ہوں۔

''میں کسی کی نیت پر شک نہیں کر رہی نہ کسی پر الزام لگا رہی ہوں۔ مینو کا بچپنا بھی میرے سامنے ہے اور صاعد کی شرافت بھی لیکن بہنا' مذہب نے جوان لڑکی اور لڑکے کے کھلے میل ملاپ پر یونہی تو پابندی نہیں لگائی۔ ہم شریعت پر پورا پورا عمل کرنے سے کتراتے ہیں۔ پردے میں نہیں بیٹھا سکتے مگر کوئی حد تو قائم رکھ سکتے ہیں۔ عمر کا فرق معنی نہیں رکھتا۔ بے شک صاعد مینو سے پندرہ سولہ سال بڑا ہے مگر چچا ماموں تو نہیں۔ ہے تو چچازاد بھائی۔'' وہ میرے خیالات کا رخ اس جانب موڑ گئیں جہاں سے میں چاہ کے بھی کئی دن ہٹ نہ سکی۔

میں نے اب مینو کو ایک نئی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا اور میں حیران رہ گئی۔ وہ ایک معصوم سی بچی سے ایک الھڑ لڑکی کب بنی۔ یہ تو مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ ہاں یہ احساس تھا کہ اب وہ چودہ پندرہ سال کی ہوگئی ہے۔ اس نے قد نکال لیا ہے مگر اتنا دھیان کبھی نہ آیا کہ وہ صرف بڑی نہیں بلکہ جوان بھی ہوگئی ہے۔

دو سال پہلے جب صاعد گیا تھا تو وہ بارہ سال کی تھی مگر اپنے آپ سے بے پروا۔ صرف چاکلیٹس کھانے' آئس کریم کھانے اور لٹے لیٹ کے کارٹوں دیکھنے کی شوقین ایک بچی۔ بہت کہہ سن کے وہ منہ ہاتھ دھونے' کپڑے بدلنے اور بال بنانے پر تیاری ہوتی تھی۔ شوق تھا تو بس کھانے پینے اور سونے کا۔ نتیجتاً وزن عمر کے لحاظ سے زیادہ اور قد کم۔ صاعد کے جانے سے کے بعد جو اسے بخار چڑھا تو اترنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ رہنے والے اس بخار نے اسے آدھا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کی ساری چربی پگھل گئی تھی۔ ان دنوں اسے دیکھ کے خوف آتا تھا۔ پیلا رنگ' اترا ہوا چہرہ۔ تیزی سے کم ہوتا وزن اور آنکھوں کے نیچے حلقے' پھر اس کی صحت بحال ہوتے ہی میں نے اس کی دلچسپی غیر نصابی سرگرمیوں خصوصاً فزیکل امپروومنٹ والی گیمز کی

جانب کرائی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیٹھ بیٹھ کر جو اس کا جسم پھول رہا تھا اور کسی قسم کی ایکسر سائز نہ ہونے کی وجہ سے قد بڑھنے کا عمل رک گیا تھا یہ مسائل دور ہو گئے۔ ایک سال کے اندر اندر اس کا قد تیزی سے بڑھا۔ خوش خوراک وہ اب بھی تھی' اب بھی سارا دن فنگر چپس' ملک شیک' چاکلیٹس' آئس کریم' بروسٹ وغیرہ چلتے مگر فزیکل ایکٹی ویٹیز کی وجہ سے یہ خوراک اس کے جسم کا جزو بننے لگی اور صحت مندی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر گلال بن کے دوڑنے لگی۔ سوئمنگ اور ٹیبل ٹینس نے اس کے نوخیز جسم کو پُرکشش شیپ دے دی تھی۔ دوسری جانب نت نئی دوست بنانے سے وہ اپنی عمر کی لڑکیوں کی طرح خود میں بھی دلچسپی لینا بھی سیکھ گئی۔ مجھے کتنی ہنسی آئی تھی اس دن جب پہلی بار اس نے مجھ سے بیوٹی پارلر جانے کی فرمائش کی تھی۔

''میں ویکسنگ کرواؤں گی اور فیس بلیچ بھی۔ دیکھیں ناں میری مونچھیں نظر آ رہی ہیں۔' اس نے اپنے چہرے پر سونے کی طرح پھیلے ہلکے سنہرے روئیں کی جانب اشارہ کیا اور میں اور بھی زور زور سے ہنسنے لگی تھی لیکن اب تو مجھے ہنسی بھی نہیں آ رہی تھی اپنی بے وقوفی پر اور اپنی کم فہمی پر۔ رودابہ بھابی کیسی بھی فطرت کیوں نہ رکھتی ہوں بات پتے کی بتا گئی تھیں۔ ایسا نہ تھا کہ میں ان کے کہنے پر صاعد اور مینو کی جانب سے چوکنی ہوگئی تھی اور صاعد کی نیت پر شک کرنے لگی تھی۔ ایسا تو میں مر کے بھی نہ کر پاتی' بھلا صاعد اور مینو کے بارے میں ایسی سوچ..... ناممکن۔ دراصل میں اس بارے میں کانشس ہوگئی تھی کہ آج مینو کے حوالے سے میری بے پروائی کو بھابی نے نوٹ کیا ہے کل کو کوئی اور بھی کچھ کہہ سکتا تھا۔ مجھے اپنی کوتاہی کا احساس تھا۔ میں نے مینو کی تربیت کرنے میں لاڈ پیار کا ضرورت سے زیادہ ہی خیال رکھا مگر اسے زمانے کی اونچ نیچ سکھانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حالانکہ اب وہ عمر کے اس نازک دور میں تھی کہ میں

اسے اچھا برا سمجھاتی۔ میں نے سنجیدگی سے یہ ذمے داری نبھانے کا بیڑا اٹھالیا۔

''مینو تم اب دوپٹا لیا کرو۔'' میری اس فرمائش' تاکید یا مطالبے پر وہ نا سمجھنے کے انداز میں میرا چہرہ تکنے لگی۔

''لیتی تو ہوں پیا' جب شلوار قمیض پہنتی ہوں تو ضرور لیتی ہوں۔'' اس نے سادگی سے کہا اور بھلا وہ شلوار قمیص کب پہنتی تھی۔ ہفتے میں ایک آدھ بار۔

''آج رات ٹائم پر اپنے روم میں جا کے سو جانا۔'' وہ کئی راتوں سے دیر تک لاؤنج میں بیٹھی صاعد اور صائب کے ساتھ گپیں لگاتی اور ٹی وی دیکھی رہتی تھی۔ صائب نیند کا کچا تھا' ضرور درمیان میں سے اٹھ کے سونے چلا جاتا ہوگا۔

''وہ کیوں؟ چھٹیاں ہیں میری۔ چند دنوں میں میرا کالج اسٹارٹ ہو جائے گا پھر وہی روٹین لائف' وہی دس بجے تک سو جانا' صبح ساڑھے چھ بجے جاگنا۔ پلیز پیا کچھ دن تو انجوائے کرنے دیں اور صاعد بھیا کتنے دنوں بعد گھر آئے ہیں۔ ان کے ساتھ باتیں کرنے کا وقت ہی رات کو ملتا ہے۔ دن کو تو کوئی نہ کوئی آیا ہی رہتا ہے یا وہ خود کسی نہ.....''

''تو ایسی کون سی باتیں ہیں جو کسی کے آنے پر نہیں ہو سکتیں اور ضرور آدھی رات تک جاگ کے ہی کرنی ہوتی ہیں۔'' اس کی بحث پر مجھے غصہ آیا تو میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ چپ چاپ میری جانب دیکھتی رہی۔ اس رات صاعد نے اسے آواز دے کے نیچے بلایا تو میں پہلے سے دروازے میں جا کھڑی ہوئی۔ وہ اپنے کمرے سے نکلی تو سامنے مجھے کڑی نظروں سے دیکھتے پایا۔ بُرے بُرے منہ بناتی وہ زور سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔

اگلے دن صاعد کا موڈ مجھے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوشگوار محسوس ہوا۔ عجیب

بات یہ تھی کہ یہ ساری خوشگواریت واضح طور پر مینو کے لیے نظر آ رہی تھی۔ اس کے برعکس مینو کا منہ پھولا پھولا تھا۔ شاید اس لیے وہ اس پر خاص توجہ دے رہا تھا۔ اپنے ہاتھ سے اس کی پلیٹ بریانی سے بھری اور بعد میں اسی کی پیالی سے' اسی کے چمچے سے کھیر کھاتے ہوئے صاعد کی یہ حرکت مجھ سے برداشت نہ ہوئی۔ میں نے آگے بڑھ کے کھیر کے پیالے سے صاعد کے لیے الگ سے کھیر نکالی اور اس کے آگے رکھی۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور پل بھی میں معدوم ہو گئی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

گھر میں ہماری شادی کے ہنگامے جاگ گئے۔ میں سخت بوکھلائی بوکھلائی سی پھر رہی تھی کیونکہ شادی کی تاریخ تک رکھ دی گئی تھی اور صاعد کا رویہ اب تک مجھ سے اکھڑا اکھڑا سا تھا۔ پہلے جو میں نے دل کو تسلی دے لی تھی کہ یہ صرف اس کی پیار بھری ناراضی ہے اور کچھ نہیں' اب وہ تسلی بھی کام نہیں آ رہی تھی۔ وہ مجھ پر ذرّہ برابر توجہ نہیں دیتا تھا۔ میں نے اس سے صاف بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

''یس..... کم اِن.....'' میری دستک کے جواب میں اس کی آواز سنائی دی۔ بے جھجکتی میں اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی غیر موجودگی میں' میں روز ہی اس کمرے میں آتی تھی۔ یہاں کی صفائی ستھرائی میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی لیکن اس کی موجودگی میں یہاں آنا پہلا واقعہ تھا۔ اس لیے میں نروس تھی اور جو بات کرنے آ رہی تھی اس نے ویسے بھی گھبراہٹ طاری کی ہوئی تھی۔

''وہ..... صاعد مجھے..... مجھے تم سے ایک بات کرنا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ بھی کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''کیا.....؟'' میں بے اختیار بولی۔

''یہی کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔'' اس نے میرے سر پر بم دے مارا۔ فوری طور پر میں اس کے اس بے بنیاد اندازے کی تردید تک کرنے کے قابل نہ رہی۔

''اور یہ کہ میں..... یعنی میں خود کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کے یہ شادی روک دوں۔ تمہاری خواہش پوری کرنے کے لیے سارا الزام اپنے سر پر لے لوں لیکن سوری نازنین' میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھ سے شادی کرنے کی تم پابند نہیں ہو۔ اگر نہیں دل مانتا تو بے شک مت کرو مگر میرے کاندھے پر رکھ کے بندوق چلانے کے بجائے خود ہمت کرو۔''

''تم..... تم کیا کہہ رہے ہو صاعد؟ میں ایسا کیوں کروں گی؟'' بہت مشکل سے میں نے خود کو یہ چند الفاظ ادا کرنے کے قابل بنایا۔

''ہاں واقعی' بھلا تم ایسا کیوں کرو گی۔ اس سے تمہارا نیک پروین والا امیج نہیں خراب ہو جائے گا؟ لیکن تم مجھے میرے ماما پاپا کی نظروں میں برا کیوں بنانا چاہتی ہو۔''

''میں ایسا کچھ نہیں چاہتی۔'' میں رو ہی تو پڑی۔ میرے آنسوؤں نے شاید اس کے تیور کچھ ڈھیلے کیے۔ وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔

''کیوں کرتی ہو تم ایسا؟''

''میں نے کیا کیا ہے؟'' میں مسلسل روتی رہی۔

''یہی تو سارا رونا ہے' تم کچھ کرتی ہی نہیں.....''

اچانک اس کی سنجیدگی غائب ہوگئی اور وہ مسکرانے لگا۔

''اور نہ ہی کچھ کہتی ہو۔ کسی کو ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے' کسی سربستہ راز کی طرح..... کہ کوئی سر پٹخ پٹخ کے مرجائے مگر اندر کی بات کی ہوا نہ لگے۔ اچھا جلو بتاؤ اب..... کیا کہنے آئی تھیں تم۔''

''وہ میں۔''

''صاعد بھیا' کیا غضب کی مودی.....'' ابھی میں نے کچھ کہنے کی ہمت باندھی ہی تھی کہ آندھی طوفان کی طرح مینو اندر داخل ہوئی۔ اس نے دستک دینے کی زحمت کرنا بھی گوارا نہیں کی تھی۔ بڑے ہی جوش میں وہ ہاتھ میں پکڑی سی' ڈی کے بارے میں کچھ بتانا چاہ رہی تھی کہ مجھے دیکھ کے جہاں کی تہاں رہ گئی۔ شاید اسے میری یہاں موجودگی کی توقع نہ تھی۔ توقع تو مجھے بھی نہ تھی کہ وہ اس موقع پر یہاں آن دھمکے گی۔ شاید وہ میری نظروں میں موجود ہلکی سی ناپسندیدگی کو بھانپ گئی جسے چھپانے کی میں نے اپنی ہی کوشش کی تھی اس لیے واپس مڑنے لگی۔

''اوہ سوری' میں سمجھی آپ اکیلے ہوں گے۔ میں پھر آجاتی ہوں۔''

''ایسی کیا بات ہے جو صرف اکیلے میں..... میرا مطلب ہے کہ میری موجودگی میں نہیں ہوسکتی۔'' مجھے پتا بھی نہ چلا کب میرے لہجے نے روداہ بھابی کے تیور اپنا لیے تھے۔

''بھئی ہوتی ہیں جگری یاروں میں ایسی سوطرح کی باتیں۔'' صاعد اس کے پاس جا کھڑا ہوا اور اس کے شانے کے گرد بازو پھیلا کر تھپکتے ہوئے کہا۔ میرے اندر نامانوس سی بے چینی ہونے لگی۔ کیسا احساس تھا یہ؟ کیا یہ حسد تھا؟ اگر ہاں تو یہ احساس مجھے اپنی

بہن کے حوالے سے تو نہیں پیدا ہونا چاہیے تھا۔ اپنی گڑیا سی بہن کے لیے۔ میں نے خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ واپس جانے پر بضد تھی اور صاعد بصد اصرار اسے روک رہا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ کھینچ کر۔ کبھی کمر کے گرد بازو ڈال کر' میں اچانک کھڑی ہوگئی۔

''میں چلتی ہوں۔''

''مگر تمہیں تو کوئی بات کرنا تھی۔ کوئی بہت ضروری بات.....''

''اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' سرد لہجے میں' میں نکلتے ہوئے کہا ''اور شاید میری بھی نہیں۔'' یہ آخری الفاظ میں نے دل میں ادا کیے۔ میں نے دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ آج رات مینو سے صاف صاف بات کروں گی۔ اسے صاعد سے مناسب فاصلہ برتنے کی کڑی تاکید کروں گی۔ وہ تو بچی ہے ان نزاکتوں کو نہیں سمجھتی' مگر صاعد..... اس کی جانب سے میرے دل میں کھٹکا پیدا ہو چکا تھا۔ آخر بندہ بشر ہے فرشتہ تو نہیں۔ غلطی نہ اس کی ہے اور نہ مینو کی۔ بلکہ مینو کی تو بالکل بھی نہیں۔ میں نے اس کے ذہن میں ایسی باتیں کبھی پیدا ہی نہیں ہونے دیں۔ وہ تو بچپن سے صاعد کے قریب ہے اور اب بھی یہ فرق نہیں سمجھ پا رہی کہ بچپن کی انسیت اس عمر میں کسی اور کو غلط فہمی میں مبتلا کرسکتی ہے۔ سارا قصور مجھے ان کی قربت کا لگ رہا تھا جس نے صاعد کے دیکھنے کے انداز کو بدل ڈالا تھا۔

بہت سوچ بچار کرنے کے بعد میں نے ایسے الفاظ ترتیب دیئے جن سے میں مناسب انداز میں مینو کو باور کرا سکوں کہ اس کا اب صاعد سے یوں بے جھجک اور بے دھڑک میل ملاپ قطعی درست نہیں۔ دل ہی دل میں ان الفاظ کو دہراتے میں اس کے کمرے کی جانب گئی۔ ابھی رات کے بارہ ہی بجے تھے اور میں جانتی تھی کہ آج کل وہ

ایک ڈیڑھ بجے سے پہلے سوتی نہیں ہے۔ کمرے سے ٹی وی کی ہلکی آواز بھی آ رہی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر میں نے اپنی ہمت ایک بار پھر مجتمع کی۔ مجھے ڈر اس سے نہیں' اس کی ناراضی سے لگ رہا تھا۔ خدشہ تھا کہ وہ میری بات کا الٹا مطلب نہ نکال لے۔ آخر کار میں نے ہینڈل کو گھمایا اور بے آواز دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔ اندر کے منظر نے میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکال کر رکھ دی۔

صاعد اندر موجود تھا۔ رات کے اس پہر وہ مینو کے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے بیڈ پر بیٹھا ہوا اور مینو اس کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔ رونے کا انداز میں نے اس کی سسکیوں سے لگایا تھا۔ اس کی پشت پر اس کے ہلکے گھنگریالے بال بکھرے ہوئے تھے جنہیں ایک ہاتھ سے سہلاتے ہوئے اور دوسرا ہاتھ اس کی پشت پر پھیرتے ہوئے صاعد مسلسل کچھ کہہ رہا تھا۔ یعنی یہ ٹی وی کی نہیں بلکہ اس کی باتوں کی آواز تھی۔

''مینو!'' غصے اور صدمے کے مارے میری آواز پھٹ سی گئی۔ مینو بدک کے پیچھے ہٹی۔ شاید وہ میری اونچی آواز سے ڈر گئی تھی اور صاعد میری بے جا مداخلت سے۔ اس نے سرعت سے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کیے اور چند انچ پیچھے سرک گیا۔ تب بھی میری نظریں اس پر جمی رہیں تو اس نے اٹھ کر کھڑا ہونے میں دیر نہ لگائی۔ یہ اس کے دل کے چور کو ظاہر کر رہا تھا۔ جبکہ مینو اب تک اپنی جگہ پر جمی بیٹھی تھی۔ اس کے آنسو سرخ ہوتے چہرے پر پھیلے تھے اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

''آؤ ناز' تم ہی سمجھاؤ مینو کو' رو رو کے پاگل ہو رہی ہے۔'' بہت جلدی اس نے اپنے اعصاب پر قابو پا لیا تھا۔

''مینو! میں نے کیا کہا تھا تم سے؟'' اسے اور اس کی بات کو سراسر نظر انداز کرتے ہوئے میں نے کڑے تیوروں سے مینو سے پوچھا۔

''وہی تو میں پوچھ رہا تھا اس سے کہ آخر تم نے اسے کیا کہا ہے جو یہ اتنی دل برداشتہ ہو کے رو رہی تھی۔ تم ہی بتاؤ' کیا بات ہوئی ہے تمہارے درمیان؟''

''جو بھی ہے' تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' میں نے پلٹ کے اس سے سوال کیا ''وہ میری چھوٹی بہن ہے' میں جو چاہوں اسے کہوں' تم کون ہوتے ہو یہ سوال کرنے والے؟'' میرے انداز پر اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

''اور کیا یہ سوال کرنے کے لیے کچھ نامناسب وقت نہیں ہے؟'' میرے ایک اور چبھتے ہوئے وار نے چہرے کی اس سرخی کو سفیدی میں بدل ڈالا۔ وہ ایک جھٹکے کے ساتھ مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

''مینو' میں نے اس دن تمہیں سختی سے تاکید کی تھی کہ صاعد سے دور رہو۔''

''مگر کس لیے؟'' وہ منمنائی۔

''تم بچی نہیں ہو جو تمہیں تفصیل سے بتانا پڑے۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ رات کے اس وقت اکیلے میں صاعد کا تمہارے کمرے میں موجود ہونا لوگوں کو کتنی باتیں بنانے کا موقع دے سکتا ہے۔''

''وہ آج پہلی بار تو نہیں آئے۔ ہمیشہ سے آتے رہے ہیں۔ پہلے تو مجھے سلاتے بھی وہی تھے جب آپ رات ویر تک اسٹڈی میں رہا کرتی تھیں اپنے پیپرز کی تیاری کے لیے۔''

''پہلے کی بات اور تھی مینو..... اب.....'' میں زچ ہو گئی۔ کیونکہ وہ نئے سرے سے رونا شروع کر چکی تھی۔ ''رو کیوں رہی ہو؟''

''آپ کی وجہ سے۔ آج کل آپ بلاوجہ مجھے ڈانٹتی اور ٹوکتی رہتی ہیں۔ تنگ آ چکی ہیں آپ مجھ سے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟''

''ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔'' اس کے آنسوؤں میں کچھ اور روانی پیدا ہوئی۔

''شادی کے بعد نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور پرانی ذمے داریوں سے چھوٹ مل جاتی ہے مگر میری ذمے داری سے تو آپ شادی کے بعد بھی آزاد نہیں ہو پائیں گی پیا۔ میں آپ کے اوپر ایک مستقل بوجھ ہوں۔ آپ چاہتی ہیں کہ میں صاعد بھیا سے دور رہوں۔ اسی لیے ناں کہ اب آپ کی ان سے شادی ہونے والی ہے۔ اب وہ میرے بہنوئی بن جائیں گے اور آپ نہیں چاہتی ہیں کہ جس طرح آپ مجھ سے تنگ آنے لگی ہیں' وہ بھی مجھ سے تنگ آ جائیں۔''

''اوہ خدایا۔'' میں سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔ میری بات کا اس نے حسب توقع الٹا ہی مطلب نکالا تھا مگر وہ نہیں' جو میں خیال کر رہی تھی۔ وہ میرے بارے میں اس قدر بدگمانیاں پالے بیٹھی ہوگی یہ مجھے اندازہ نہ تھا۔ بمشکل اس کے سامنے اپنی پوزیشن کلیئر کر کے میں کمرے سے نکلی۔ پتا نہیں اس نے اپنا دل صاف کیا یا نہیں مگر بعد میں' میں رات دیر تک سوچتی رہی کہ صاعد واقعی مینو کے لیے اب بھی اتنا ہی بے ضرر ہے جتنا پہلے تھا یا وہ اس کی معصومیت سے کھیل رہا ہے۔ مینو کی سادگی پر مجھے ترس آنے لگا تھا۔ اب میں نے ارادہ کر لیا کہ اس کو سمجھانے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے مجھے صاعد پر نظر رکھنا ہوگی۔ ایسا کرتے ہوئے میری انا نے بلبلا کے مجھے ٹوکا۔

''یہ تم کیا کر رہی ہو نازنین محمود..... ایک ایسا شخص جس کی ذات پر اب تمہارا اعتماد ڈگمگانے لگا ہے' جس سے تمہیں اپنی بہن کے لیے خطرہ محسوس ہونے لگا ہے اس سے شادی کرنے جا رہی ہو؟ اور ساتھ ساتھ اس کی چوکسی کر رہی ہو؟ یہ کیسی دہری زندگی جی رہی ہو' کس عذاب میں خود کو ڈالنے جا رہی ہو؟ کیا زندگی بھر تم یونہی اعتبار

اور بے اعتباری کے درمیان معلق رہو گی؟'' میری مجبوریوں نے میری انا کو زخمی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

''تمہیں پتا ہے ناں میں جس گھر میں رہی رہی ہوں وہ میرا گھر نہیں ہے۔ یہ ان کا گھر ہے جو مجھے اس رشتے میں باندھنے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ ان سے یہ اختیار لے کر میں اس گھر میں دوبارہ سر اٹھا کے کیسے رہ پاؤں گی۔ میں جانتی ہوں کہ اس شادی سے انکار کے بعد انکل آنٹی مجھے گھر سے تو نہ نکال دیں گے لیکن کیا میں اتنے استحقاق سے رہ پاؤں گی اور کیا مینو کو رکھ پاؤں گی؟ میں تو اسے لے کر یہاں سے نکل بھی نہیں سکتی' کہاں جاؤں گی بھلا؟ یہ شادی تو مجھے کرنا ہوگی' اپنے قدم مضبوط کرنے کے لیے' میرے قدم مضبوط ہوں گے اس گھر میں تو مینو کے پیروں کے نیچے زمین اور سر پر چھت بھی قائم رہے گی اور شادی سے انکار کروں بھی تو کیا کہہ کر؟ کیا میرے پاس ثبوت ہے صاعد کی بے وفائی کا؟ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ مجھے اس کی نظریں اور نیت بدلی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اس میں مینو کے نام پر بھی تو حرف آئے گا۔ عقل مندی اور مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ میں دل پر جبر کر کے یہ شادی ہونے دوں۔ اس شخص کے ساتھ جس کے بارے میں مجھے یونہی سی غلطی فہمی ہو گئی تھی کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں اور وہ شخص جس پر اب مجھے رتی برابر اعتبار نہیں رہا۔ ہو سکتا ہے شادی کے بعد حالات خود بخود سنبھل جائیں' مینو سے ایک واضح رشتہ قائم ہونے کے بعد وہ خود کو پابند کر لے۔ اس امید کے سہارے میں بغیر کسی پس و پیش کے مایوں بیٹھ گئی۔ مینو کا رویہ اب تبدیل ہو گیا تھا۔ اس نے میری بات پر یقین کر لیا تھا اور اب پورے شوق اور لگن کے ساتھ تیاریوں میں مصروف تھی لیکن صاعد نے اس دن کے بعد سے مایوں والی شام تک یعنی چھ دنوں تک مجھے ایک بار بھی مخاطب نہیں کیا تھا۔ ایک

آدھ بار ہمارا سامنا بھی ہوا تو وہ نظریں پھیر کے چلا گیا۔ اس کی سرسری سی اٹھی نظر میں شرمساری کی ایک جھلک بھی نہ تھی۔ الٹا ایک بھیگا بھیگا' سلگتا ہوا سا گلہ تھا۔

میرے دل کو کچھ ہونے لگا ''کہیں میں ہی تو غلط نہیں؟ کہیں رودابہ بھابی کی باتوں کے زیر اثر میرا دیکھنے کا نظریہ ہی تو خراب نہیں؟'' میں نے اپنا محاسبہ کرنا چاہا۔

''صاعد بھیا آپ سے خفا ہیں۔'' اس رات مینو نے بہت ڈرتے ڈرتے مجھ سے سرگوشی کی۔ میری خاموشی نے اس کی ہمت بندھائی۔

''میں نہیں جانتی آپ میں جھگڑا کس بات پر ہے لیکن بیا اگر آپ کہیں تو میں آپ کی صلح کرادوں؟''

وہ معصوم اب تک نہ جانتی تھی کہ ہمارے درمیان ان بن کی وجہ وہ خود ہے۔ میں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر لیا۔ پیلے گوٹے والے چنری کے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

''نہیں' ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔'' میں نے یقین دلانا چاہا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تیر گئی۔

''کیا ہوا؟ اچھا بابا منالوں گی تمہارے صاعد بھیا کو' اب خوش۔''

جس شام کو میں مایوں بیٹھی' اسی رات بھابی کی بہن کا ولیمہ تھا۔ صائم بھائی جان اور بھابی تو پچھلے چار دن سے وہیں رہ رہے تھے۔ آج مایوں کی سادہ سی تقریب میں شرک کرنے کے لیے چند گھنٹے کے لیے آئے تھے۔ کل شادی کا فنکشن تو ہم سب نے اٹینڈ کیا تھا لیکن آج ولیمے کے لیے صرف انکل اور آنٹی گئے تھے۔ صائب انہیں ڈراپ کرنے گیا تھا۔ میں نے موقع صحیح جانا اور اپنے بڑے سے پیلے دوپٹے کو سنبھالتی کمرے سے نکلی۔ مینو کے کمرے کی لائٹس آن تھیں۔ میں نے دبے پاؤں سیڑھیاں

اترنا چاہا مگر میرا پاؤں کسی پائپ میں اٹک گیا اور میں گرتے گرتے بچی۔ نیچے سے گھر کی ملازمہ نذیراں بھاگی آئی۔

''یہ گیس کے پائپ کیوں پھیلے ہوئے ہیں؟''

''وہ جی' صاحب صبح کہہ رہے تھے گیزر بھی بند کردوں اور سارے کمروں سے ہیٹر بھی لگے گیس کے کنکشن بھی واپس کھینچ لوں۔ اب گرمی ہوگئی ہے۔ دو ہفتے ہو گئے ہیں کسی نے ہیٹر نہیں لگایا۔''

''تو راستے میں کیوں پھیلا کر رکھ دیئے؟''

''بیگم صاحب نے منع کر دیا کہ ابھی مارچ چل رہا ہے۔ موسم کا کچھ پتا نہیں' ایک بارش ہوئی تو ٹھنڈ لوٹ آئے گی۔ شادی والا گھر ہے' مہمان آجا رہے ہیں' گرم پانی ضرورت بھی پڑے گی اور ہیٹر کی بھی۔ اس لیے جی کام وہیں چھوڑنا پڑا۔ اب ذرا فارغ ہو کے دوبارہ فٹ کرنے لگی تھی کہ نیچے سے ماسی جی نے آواز دی کہ میں ان کے لیے چائے بنادوں۔'' ماسی جی انکل اور پاپا کی بڑی خالہ تھیں۔ ہمارے خاندان کی واحد بزرگ۔ وہ اور چند بزرگ رشتے داروں کو احتراماً شادی سے چند دن پہلے گھر بلا لیا گیا تھا اور وہ نیچے ولے بڑے کمرے میں ٹھہرے تھے۔

''تم یہ پھیلاوا سمیٹو' میں اپنے لیے چائے بنانے جا رہی ہوں' ان کے لیے بھی بنا لوں گی۔'' اس بہانے میں نے اسے اوپر روکے رکھا تاکہ اس کے علم میں میری صاعد سے ملاقات نہ آسکے۔ باقی مہمان کمرے میں تھے۔ میں پہلے کچن گئی' برنر جلا کے چائے کا پانی رکھا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھتی صاعد کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

پتا نہیں کیا سچ تھا' کیا جھوٹ۔ کسی واضح ثبوت کے بغیر میں صاعد پر شک کرتے ہوئے اپنے اور اس کے رشتے میں دراڑ نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ نہ ہی اس بدگمانی کے

ساتھ زندگی کے اس نئے موڑ میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے سوری کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا تاکہ وہ دل و ذہن ہلکا پھلکا کر کے مجھے اپنی ہم سفری میں لے اور اس میں بھلا کتنا وقت لگتا۔

لیکن آسمان سے زمین پر آنے میں مجھے بس اتنا ہی وقت لگا جتنا یہ دروازہ کھولنے میں لگا۔ ایک بار پھر میں نے مینو کو صاعد کی بانہوں میں دیکھا۔ اس بار وہ رد نہیں رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بھاگ کے مجھ سے لپٹ گئی۔

''پیا..... پیا..... میں.....'' دہشت نے اس کے الفاظ گم کر دیئے تھے' اس کا سارا جسم چڑیا کے بچے کی طرح ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔ میں نے اس کے لرزتے بھیگے وجود کو اپنی بانہوں میں بھر لیا اور قہر بھری نظروں سے صاعد کو دیکھا۔ وہ بھونچکا کھڑا تھا۔ شاید اسے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ میں..... مایوں کی دلہن' اپنے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آؤں گی جہاں عام حالات میں بھی آنے سے اجتناب برتتی ہوں۔

''تم کس قدر گھٹیا شخص ہو صاعد' میں نے لہجے میں حد درجہ نفرت بھر کے اسے مخاطب کیا ''ایک بچی کی معصومیت سے کھیلتے' اس کی بے ضرر سی محبت کا غلط فائدہ اٹھاتے تمہیں شرم نہیں آتی۔''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ناز و..... میں..... میں تو صرف.....''

''پیا..... وہ..... وہ تو.....'' مینو نے کہنا چاہا مگر میں نے بولنے کا موقع نہ دیا اسے۔

''تم چپ رہو مینو۔ اسی دن کے لیے میں اس سے دور رہنے کی نصیحت کرتی تھی تمہیں۔ یہ ہے اس شخص کا اصل چہرہ' گھناؤنا اور مکروہ چہرہ۔ جسے نہ رشتوں کی شرم ہے

نہ خدا کا خوف۔ جو تم لڑکی تمہارے گھر میں پناہ کے لیے موجود ہے' اسی پر بُری نظر.....'' صاعد کے زوردار تھپڑ نے میری بات مکمل نہ ہونے دی۔

''بند کرو اپنی بکواس! رشتوں کی شرم تمہارے اندر ختم ہوگئی۔ اسی لیے میرے اور مینو کے تعلق پر ایسا گندہ الزام لگا رہی ہو۔ مجھے تو یہ سوچ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے کبھی تمہیں چاہا تھا' تمہیں سب سے الگ سب سے محترم جانا تھا۔ آج تم نے صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ مجھے بھی میری نظروں میں گرا دیا ہے۔''

''تو کیا یہ سب جو میں نے دیکھا وہ جھوٹ تھا؟'' میں چیخی۔

''جو تم نے دیکھا وہ سچ تھا مگر جو تم نے سمجھا وہ غلط ہے۔ مینو پریشان تھی' میں تو صرف اسے دلاسا دے رہا تھا۔ کیا اپنے ہاتھوں پال کر بڑی کی ہوئی بچی پر میرا اتنا بھی حق نہیں۔ گندگی تمہارے دماغ میں بھری ہوئی ہے۔ تمہاری سوچ میں.....'' اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو اسے سچا ثابت کر رہا تھا۔ ایک بار پھر مجھے اپنی جلد بازی پر افسوس اور جذباتیت پر غصہ آیا۔ میں کچھ سنوارنے آئی تھی اور بگاڑ کے جا رہی تھی۔

''دراصل صاعد..... میں..... مجھے لگا.....'' میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھے بولنے سے روک دیا۔ اپنے عقب سے مجھے اب تک مینو کی دبی دبی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔

''تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے نازو' بہت زیادہ مایوس۔ مجھے سوچنا پڑے گا کہ کیا اب میں عمر بھر تمہارا ساتھ برداشت کر پاؤں گا یا نہیں؟ کسی ایسے انسان کے ساتھ زندگی گزارنا آسان تو نہیں جو آپ کے سب سے پاکیزہ جذبے کو گالی دے۔ میں نے مینو کو کبھی تمہاری بہن کی حیثیت سے نہیں دیکھا' میں نے اسے اپنی بہن اپنی بیٹی کی حیثیت سے.....'' اچانک اس نے کہتے کہتے سامنے دیکھا۔

''رکو مینو.....' اس کی آواز پر میں پلٹی۔ مینو بے تحاشا روتی ہوئی باہر کو نکلی تھی اور اب سیڑھیاں تیز تیز پھلانگتی جا رہی تھی۔

''میری تو چھوڑو' اس معصوم کو چرکے لگاتے ہوئے بھی تمہیں ترس نہیں آیا۔''

''مجھے معاف.....''

''معافی مانگنی ہے تو مینو سے مانگو نازو۔ کیونکہ وہاں سے تمہیں معافی ملنے کی امید بھی ہے لیکن میں.....شاید اتنا ظرف نہ دکھا پاؤں۔'' میں ہارے قدموں کے ساتھ نکلی اور کچن میں جا کے بیٹھ گئی۔ کتنی ہی دیر تک بیٹھی روتی رہی۔ خود کو مینو کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتی رہی۔ رو رو کے جب آنسو خشک ہو گئے تو ہمت کر کے اٹھی۔

''اب جو بھی ہے' معافی تو مجھے مانگنا ہی ہو گی۔'' میں اوپر جانے لگی۔ یہ جانے بغیر کہ میں نے یہ قدم اٹھانے میں بہت دیر کر دی تھی۔

وہ میری معافی.....میری معذرت..... ہر چیز سے بہت دور جا چکی تھی۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

وہ آئی اور اپنے آنسو رو کے چلی گئی۔ میرے ماحول میں کچھ اور اداسیاں بو گئی ہے۔ اس کے نوحے' اس کی سسکیاں سب ابھی تک میرے در و دیوار پر لرز رہے ہیں۔ ذرا غور سے سنو۔ یہ نازنین کی سسکیاں ہیں۔

''تم کیوں چلی گئیں مینو..... کیوں؟ مجھے ایک موقع تو دیتیں۔ مجھے معافی تو مانگنے دیتیں۔ میں تمہارے پیر چھو لیتی۔ میں جانتی ہوں تم مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ایک بار معافی مانگنے پر ہی کھلے دل سے مجھے معاف کر دیتیں مگر وہ ایک معافی.....اس کا موقع تو دیتیں۔ بہت جلدی کی تم نے جانے میں.....مگر سوچتی ہوں تمہارا کیا قصور۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو یہی کرتی۔ جہاں سے ہمیشہ پیار اور مان سمیٹا ہو اسی ذات سے بے اعتباری کا الزام ملے' وہیں سے کیچڑ اچھالی جائے تو سوائے مرنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ تم بھی مر گئیں۔

''نہیں.....نہیں مینو تم مری نہیں۔تم ماری گئی ہو۔قتل ہوا ہے تمہارا اور تمہاری قاتل ہوں میں۔

''میں.....نازنین محمود' تمہاری بڑی بہن۔جس نے تمہاری ماں کی جگہ لینا چاہی تھی لیکن میں نہ تمہاری ماں بن سکی نہ بہن۔ میں تمہاری موت بن گئی اور وہ بھی اتنی دردناک۔کتنا درد ہوگا تمہارے دل میں مرتے وقت۔ کتنے آنسو بہائے تھے تم نے اور نہ جانے کتنے آنسو تمہارے اندر ہی سلگتے رہ گئے ہوں گے۔غلطی میری اور سزا تمہیں بھگتنا پڑی۔

''ہے کوئی جو مجھے سزا دے' میرے جرم کی سزا۔اس قتل کی سزا جو میں نے کیا۔ اپنی مینو کا قتل۔''

وہ یہیں بیٹھی انصاف مانگ رہی تھی۔اپنے لیے سزا طلب کر رہی تھی۔میں سزا دے سکتا ہوں۔یہ عدالت مین نے اسی لیے تو لگائی ہے مگر پہلے جرم ثابت تو ہو۔اس کا قاتل ہونا ثابت تو ہو۔ابھی اور بھی ہے کوئی جسے اس کٹہرے میں آنا ہے۔فی الحال تو میں ایک بار پھر خالی ہوں۔

خالی.....تنہا.....اکیلا..... یا پھر وہ مانوس سی خوشبو جو شاید ان تکیوں سے آ رہی ہے جن پر اس کے بال بکھرا کرتے تھے۔شاید یہ خوشبو اس کمبل سے آ رہی ہے جسے وہ اوڑھا کرتی تھی یا شاید الماری میں اب تک لٹکے ان کپڑوں سے جن کو وہ پہنا کرتی تھی۔ہاں شاید۔

تیری گلی میں سارا دن
دکھ کے کنکر چنتا ہوں
تیرے سوا مجھے پہنے کون

میں تیرے تن کا کپڑا ہوں
میرا دیا جلائے کون
میں تیرا خالی کمرہ ہوں
میرا خالی پن اب مجھے کاٹنے لگا ہے۔کوئی تو آئے یہاں' کوئی تو.....
کوئی ہے؟
صاعد حاضر ہو.....

♥.....♥.....♥

''شنو! ایک گلاس ٹھنڈا پانی لاؤ۔''

آج گرمی بھی حد سے زیادہ تھی' اوپر سے راستے میں آدھے گھنٹے تک ٹریفک بلاک رہی' گاری کا اے' سی بھی کام نہیں کر رہا تھا۔ میرا حشر خراب ہو گیا تھا۔ گھر آتے ہی میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے صوفے پر گر گیا۔ لاؤنج کا اے' سی آن تھا۔ اپنے بیڈروم میں جانے کے بجائے میں وہیں شوز اتار کے نیم دراز ہو گیا اور شنو سے پانی لانے کو کہا۔

''جوس لے آؤں جی..... یا شربت بنایا ہوا ہے بی بی نے' وہ لے آؤں؟''

''نہیں' صرف سادہ پانی۔'' مجھے آئے پانچ منٹ ہو رہے تھے مگر ابھی تک نازنین کی جھلک نہیں دیکھی تھی۔ ورنہ روز وہ میری واپسی کے وقت یہیں لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔

''تمہاری بی بی ہیں کہاں؟ کیا کچن میں؟'' اس سے پانی کا گلاس تھامتے ہوئے

میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

''نہیں جی' وہ تو دوپہر سے نیچے ہی نہیں اتریں۔''

''دوپہر سے' اوپر کیا کر رہی ہے؟''

''پتا نہیں جی۔ وہ اصل میں مینو..... مینو بے بی کے کمرے میں گئی تھیں۔''

''صفائی وغیرہ کرنے گئی ہو گی۔'' میں نے اس سے زیادہ اپنے دل کی تسلی کے لیے جواب دیا۔ وہ اوپر تھی مینو کے کمرے میں..... یہ جان کے میرے دل میں کھد بدسی ہونے لگی تھی۔

''نہیں جی' صفائی کرنے تو وہ مجھے ساتھ لے کے جاتی ہیں۔ آپ کو تو پتا ہی ہے اوپر اب وہ اکیلے جانے سے گھبراتی ہیں اور صفائی تو کل ہوئی تھی۔ بند کمرے میں روز کون صفائی کرتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ اوپر جا کے سو گئی ہوں گی۔ میں کھانے کے لیے بلانے گئی تو دروازہ بند تھا' آواز دینے پر بھی نہیں کھولا۔'' اس کی اطلاع پر میں گلاس میز پہ پٹخ کے اٹھا اور ننگے پیر ہی اوپر کی جانب بھاگا۔

مینو کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ چند سیکنڈ کے لیے تو میں وہاں کسی پتھر کی طرح خاموش گڑا رہا۔ ایک نامعلوم سی خلش مجھے گھیرنے لگی۔ آج کتنے دنوں بعد میں اس دروازے کے سامنے تھا۔ میرا ہاتھ کپکپاتا ہوا آگے بڑھا اور ہینڈل پہ رک گیا۔ دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا۔ میں نے ایک گہری سانس بھری اور دروازہ بے آواز کھول کے اندر داخل ہوا۔ شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ اس لیے کمرے میں کوئی لائٹ آن نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف اس کونے سے ہلکی سی روشنی پھیل رہی تھی جہاں مینو کی رائٹنگ ٹیبل پڑی تھی۔ نازنین اسی ٹیبل پہ اپنا سر رکھے بیٹھی تھی اور یہ روشنی اس خوب صورت ٹیبل لیمپ سے پھوٹ رہی تھی جو میں نے ہی اسے اس کی

برتھ ڈے پہ گفٹ کیا تھا اور جسے اس وقت نازو آن اور آف کرنے کے کھیل میں مگن تھی۔

''نازو!'' میری آواز پہ بھی اس میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی۔ اس کے ہاتھ اب بھی بٹن پر دے اسے آن اور آف کر رہے تھے اور نگاہیں بدستور دیوار پر لگی درجن بھر تصویروں پہ جمی تھیں۔ وہ تصویریں جو لیمپ کے آن ہوتے ہی لمحے بھر کے لیے روشنی میں نہا جاتیں اور آف ہوتے ہی ایک بار پھر تاریکی میں گم ہو جاتیں۔ مجھے ایسے لگا جیسے نازنین مینو کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی ہو۔ ایک پل میں وہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آ جاتی ہو اور اگلے ہی پل پھر سے چھپ جاتی ہو۔

''نازو! کیا کر رہی ہو؟'' میں نے قریب جا کے اسے دیکھنا چاہا۔ اس کی آنکھیں پلک جھپکے بغیر تصویروں پہ ساکت تھیں اور انہیں دیکھ کر بہ آسانی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ روتی رہی ہے۔ میرے اندر آنسو گرتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''کیا کر رہی ہوں یہاں؟ شنو بتا رہی تھی صبح سے ادھر ہی بیٹھی ہو' کھانا بھی نہیں کھایا۔'' میرا ہاتھ خود بخود ہی اس کے بکھرے بالوں پہ چلا گیا۔ اس کے روکھے بکھرے بال پیار سے سمیٹ کے اس کے چہرے سے پرے کرتے ہوئے میں نے پوچھا تھا۔ یہ بے ساختگی بھی عرصے بعد ہی سرزد ہوئی تھی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اس حرکت پہ بپھری بھی نہیں تھی ورنہ میری تو صرف موجودگی بھی اسے اب سیٹ کر دیا کرتی تھی۔

''میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں نازو۔'' اب کے میری آواز ذرا بلند ہوئی ''کیا کرنے آئی تھیں تم؟ کیوں رو رہی ہو؟ چلو..... اٹھو۔ چلو میرے ساتھ نیچے۔'' میں اسے بازو سے پکڑ کے اٹھانے لگا مگر وہ ہلنے پہ آمادہ نہ تھی۔

''وہ..... وہ مجھے جانے نہیں دیتی۔ یہاں سے اٹھنے نہیں دے رہی۔''

اس کی آواز میں بے چارگی تھی۔ میرا دل بھر آیا۔

''کون..... کون نہیں جانے دے رہی تمہیں؟'' میں نے سرگوشی کی تھی۔

''مینو.....'' جواباً اس کی سرگوشی سنائی دی۔ میں نے گردن گھما کے اس نیم تاریک کمرے میں اس وجود کو تلاش چاہا جس کا نام نازنین لے رہی تھی۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ نہ اس کمرے میں نہ اس دنیا میں۔ اس کے باوجود مجھے اس کی موجودگی کا احساس شدت سے ہونے لگا۔ وحشت میرے اوپر راج کرنے لگی۔

''اٹھو نازو۔'' میں دوبارہ اسے یہاں سے لے جانے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ دونوں بازوؤں میں اپنا چہرہ چھپا کے رونے لگی۔ اس کی سسکیاں اس کمرے کے سوگوار ماحول کو اور بھی بوجھل کر رہی تھیں۔ آخر میں نے ساری لائٹیں آن کیں تو وحشت میں کچھ کمی ہوئی۔

''میں نے بھی آج لنچ نہیں کیا۔'' میں نے اسے بتایا اور وہ رکھائی سے ''تو پھر میں کیا کروں'' کہنے کے بجائے چپ چاپ مجھے تکنے لگی۔ میرا حوصلہ کچھ بڑھا۔

''تم نے بھی نہیں کیا۔ آؤ اکٹھے ہی ڈنر کر لیتے ہیں۔''

''میں نہیں جاؤں گی۔ وہ مجھے نہیں جانے دے گی۔'' وہ خود کلامی کے انداز میں کہتی کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔

''آج اس نے کتنے دنوں بعد مجھے پکارا تھا۔ مجھے آواز دی تھی۔ مینو نے..... میں نے خود سنا..... پیا..... پیا..... پیا..... ہر طرف سے آواز آ رہی تھی۔ میں یہاں خود نہیں آئی صاعد' مجھے مینو نے بلایا تھا۔ اب وہ کہے گی تو میں جاؤں گی۔''

میرا دل کٹنے لگا۔ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا اسے۔ ورنہ وہ اتنے کمزور اعصاب کی مالک بھی نہ تھی۔ مینو کی موت نے اسے توڑ کے ضرور رکھ دیا تھا مگر وہ کبھی بھی مجھے ایسی

بکھری ہوئی محسوس نہیں ہوئی تھی جیسی آج لگ رہی تھی۔ اس وقت تو وہ اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھی۔

''ٹھیک ہے مت جاؤ نیچے۔ میں بھی یہیں تمہارے پاس ہوں۔ شنو سے کہتا ہوں کھانا اوپر ہی لے آئے۔'' میں نے شنو کو کھانا مینو کے کمرے میں لانے کے لیے کہا تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کے دیکھتی رہ گئی۔ اس کے کسی سوال سے بچنے کے لیے میں نے مناسب جانا کہ میں کھانا خود ہی ٹرے میں لگا کے اوپر لے جاؤں اور میں نے یہی کیا۔ کارپٹ پہ ٹرے رکھ کے میں نازنین کا ہاتھ تھام کے اسے رائٹنگ ٹیبل سے اٹھا کے لایا۔ کارپٹ پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھتے ہوئے میں نے اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گئی.....مگر یہ کہتے ہوئے۔

''مینو کو کارپٹ پہ.....اور فرش پہ بیٹھ کے کھانا کھاتا بہت اچھا لگتا تھا ناں صاعد۔'' میں سن ہو کے رہ گیا۔ نادانستگی میں مجھ سے یہ کیسی عجیب سی حرکت سرزد ہوئی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس کمرے میں کوئی دوسری ٹیبل نہیں تھی۔ جس پر میں ٹرے رکھتا ورنہ یوں نیچے بیٹھ کے کھانا نہ میری عادت تھی نہ ہی عام حالات میں میری پسند۔ بمشکل خود پہ قابو پا کے میں نے پلیٹ اس کے آگے رکھی اور ڈونگوں سے ڈھکن اٹھائے۔ ایک بار پھر مجھے دھچکا سا لگا۔ خشک ہوتے حلق کے ساتھ میں نے نازنین کو دیکھا۔ میں جانتا تھا اب وہ کیا کہے گی.....اور اس نے وہی کہا۔

''آج مینو کی پسند کا کھانا بنا ہے؟ مسالے والی بھنڈیاں' قیمہ کڑاہی اور دہی بڑے۔'' یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا۔ روز کھانا نازنین ہی بنایا کرتی تھی۔ آج اس کے نیچے نہ اترنے پر ممی نے قیمہ کڑاہی بنا دیا تھا اور شنو سے کوئی سی بھی سبزی بنانے کو کہا تھا۔ وہی بڑے پاپا مارکیٹ سے لیتے آئے تھے مگر نازنین کی بات پر میں یوں چور سا

بن گیا جیسے یہ میرا ہی کیا دھرا ہو۔ خاموشی سے میں نے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالا جسے اس نے اتنی ہی خاموشی سے کھا لیا ورنہ مجھے خدشہ تھا کہ وہ دوپہر کی طرح اس وقت بھی کھانا کھانے سے انکار نہ کر دے۔

''قیمہ مزے کا تھا' مینو کو ضرور پسند آتا.....لیکن بھنڈی اسے صرف میرے ہاتھ کی بنی پسند تھی۔ اتنے تیز مسالوں والی بھنڈی تو اسے کبھی.....'' بات کرتے کرتے وہ اچانک سسک پڑی۔ آنسو ایک بار پھر رواں ہو گئے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس نے خود کو سنبھال لیا ہے۔ مینو بھلانے والی ہستی تو نہیں تھی اور نازنین سے اس کا جو رشتہ تھا' اس لحاظ سے اس کے لیے مینو کو بھلانا تو تقریباً ناممکن ہی تھا لیکن پھر بھی مجھے لگا تھا جیسے اس غم کو نازو نے اپنے اندر اتار لیا ہے اور میری یہ غلط فہمی آج دم توڑ گئی ہے۔ یہ غم اب بھی اسے تڑپا رہا تھا۔ اس کی تڑپ مجھ سے دیکھی نہ گئی۔ میں آتے ہوئے ممی کی مسکن دوا لے آیا تھا' وہ میں نے اسے پانی کے ساتھ کھلا دی اور مینو کے بستر پر ہی لٹا دیا۔ اس کی بھیگی آنکھیں کچھ ہی دیر بعد بوجھل ہو کے بند ہو گئیں۔

اور.....میں.....میں اکیلا رہ گیا۔ اس کمرے میں مینو کے کمرے میں۔

♥.....♥.....♥

نازنین کے سونے پر میں نے اسے چادر اوڑھائی اور لائٹ آف کر دی۔ اندھیرے سے میرا جی الجھنے لگا تو میں رائٹنگ ٹیبل کی جانب گیا اور لیمپ آن کر دیا۔ ٹیبل کے ساتھ والی دیوار پہ لیمپ کی روشنی گئی اور وہ ساری تصویریں روشن ہو گئیں۔ میں ایک کے بعد ایک پہ نظریں دوڑانے لگا اور مجھے سمجھ آتا گیا کہ نازنین کن نازک یادوں سے گزر کے اس حالت تک پہنچی ہے۔ میں نے نظریں چرا کے دھیان دوسری جانب لگانا چاہا مگر ایسا کر نہ سکا۔ وہ تصویریں میری توجہ کھینچ رہی تھیں۔ میں بے بس ہو کے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

وہ تصویر جس میں مینو صرف چند ماہ کی تھی اور دس سالہ نازنین کی گود میں اس کے چہرے کو تک رہی تھی۔ دبلی پتلی سی نازو انگلی سے سامنے اشارہ کرتے ہوئے شاید مینو کی توجہ کیمرے کی جانب کرنا چاہتی تھی مگر وہ اپنی بڑی بڑی بھوری آنکھیں اپنی بڑی بہن پہ گاڑے ہوئے تھی۔ سفید اور میرون اونی کپڑوں میں لپٹی وہ کوئی خوب صورت

گڑیا لگ رہی تھی۔

اور یہ تصویر..... مینو کی پانچویں سالگرہ کی تصویر۔ جس میں وہ اپنے ماما پاپا کے درمیان بیٹھی ہے۔ اس نے سفید میکسی پہن رکھی ہے اور سر پہ سفید موتیوں کا تاج۔ بالکل پری لگ رہی ہے۔ اس تصویر میں نازو نہیں ہے مگر مجھے آج بھی یاد ہے اس نے اس دن ریڈ کڑھائی والا اور شیشوں کے کام والا بیلک سوٹ پہنا تھا' پہلی بار میں نے اسے کھلے بالوں کے ساتھ دیکھا تھا اور تب مجھے لگا تھا کہ نازو..... انکل کی سڑیل سی بیٹی کتنی بڑی ہو گئی ہے اور خوب صورت بھی۔ ان دنوں وہ میٹرک میں تھی اور میں شاید فرسٹ ایئر یا پھر سیکنڈ ائیر..... اور اس ننھی سی سفید پری نے پتا نہیں اسکول جانا شروع کیا تھا یا نہیں۔

اور یہ تصویر۔ یہ شاید اس کی اپنے ماما پاپا کے ساتھ آخری تصویر تھی۔ اسی لیے اس نے اسے تمام تصاویر کے درمیان نمایاں کر کے لگایا ہوا ہے۔ یہ ہماری فیملی کے ہی کسی فنکشن کی تصویر ہے شاید صائم بھائی کی شادی کے موقع پر کھینچی گئی ہے۔ ہاں' یاد آیا۔ ان کی مہندی کے روز..... اس شام نازو نے یہی پیلا اور سبز کرتہ پاجامہ پہنا تھا۔ کریم کلر کے شلوار قمیص اور سیاہ واسکٹ میں انکل کتنے ینگ لگ رہے ہیں اور آنٹی طاؤسی رنگ کی ستاروں بھری ساڑی میں کتنی دلکش کے پتا تھا یہ ان کے آخری دن ہیں' کسی کو بھی نہیں۔ ان کے درمیان کھڑی' دونوں کی انگلیاں اپنے مہندی والے ننھے ہاتھوں میں تھامے' گوٹا لگے پیلے لہنگے والی مینو کو بھی نہیں۔

اور یہ تصویر ہمارے گھر آنے کے بعد کی ہے۔ دس سال کی ہے مینو یہاں۔ صائم بھائی کے گھر بیٹا ہوا تھا اسی کو اٹھا کے کھڑی ہے اور یہ اس کے کچھ عرصے بعد کھینچی تصویر۔ میرے ساتھ جوائے لینڈ میں' ہم دونوں کے ہاتھ میں کون آئس کریم پگھل

رہی ہے اور نہ جانے کس بات پہ ہم اسے کھانا بھول کے بس ہنستے ہی جا رہے ہیں۔

یہ تصویر بھی میرے ساتھ ہے۔ یہاں آنے کے بعد پہلی بار میں نے اس کی برتھ ڈے میں بریٹ کی تھی۔ میرے منہ میں کیک کا پیس ڈالتے ہوئے وہ کتنی خوش نظر آ رہی ہے اور یہ تصویر تب کی ہے جب میں جاپان جا رہا تھا۔

میری.....صرف اور صرف میری تصویریں؟ اس کے بعد جتنی بھی تصویریں تھیں سب میں' میں نمایاں تھا۔ شاید اس لیے کہ تب سے میں اس کی زندگی میں کسی اہم فرد کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

اہم فرد.....اتنا اہم.....اتنا ضروری کہ وہ نہ ہوتا تو تم کبھی اتنی جلدی نہ مرتیں مینو۔ میں نے سگریٹ سلگایا۔

''اف صاعد بھیا! سگریٹ.....پیا کو بتاؤں گی۔'' ہر جانب سے یہ آواز گونجی۔ میں نے گھبرا کے سگریٹ نیچے پھینک دیا۔

''توبہ کتنا ڈرتے ہیں آپ پیا سے۔'' وہ ہنسی تھی۔

''ڈرتا نہیں' چاہتا ہوں۔'' میں نے اپنی ننھی دوست کے سامنے اعتراف کیا تھا اور آج بھی میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نازنین کو چاہتا ہوں۔ حد سے زیادہ..... نہ صرف چاہتا ہوں بلکہ اس کی چاہت کی طلب بھی ہمیشہ مجھے رہی ہے۔ اسی طلب کے ہاتھوں مجبور ہو کے میں نے کیا کیا نہ کیا تھا۔ ہر طرح سے اس کی محبت حاصل کرنا چاہی تھی اور ایک وہ تھی کہ مجھ سے کترائی کترائی رہتی تھی۔ اس تک میرے جذبوں کی آنچ پہنچتی ہی نہ تھی اور میں..... مین نوعمری میں ہی اس کی محبت میں اتنا آگے نکل گیا تھا۔ خصوصاً جب سے میرے علم میں یہ بات آئی کہ ہم دونوں کے پیرنٹس بہت پہلے ہمیں منسوب کر چکے ہیں۔ یہ پتا چلنے کے بعد میری محبت کھل کے اس کے سامنے آنے

لگی مگر وہ.....وہ پہلے کی طرح ہی نارمل انداز میں ملتی۔ نارمل یعنی روکھے پھیکے انداز میں۔ یہی اس کا نارمل رویہ ہوتا تھا میرے ساتھ۔ صائم بھائی کی شادی کے موقع پر میں نے ہی ضد کر کے ماما پاپا کو اپنی باقاعدہ منگنی کے لیے مجبور کیا تھا۔ میرا خیال تھا شاید اس رشتے کی نوعیت واضح ہونے کے بعد اس کے دل میں میرے لیے گنجائش اور رویے میں تبدیلی پیدا ہو سکے۔ دل میں گنجائش پیدا ہوئی یا نہیں' اس کا تو نہیں پتا' البتہ رویے میں تبدیلی واضح طور پر آئی۔ اب وہ پہلے سے زیادہ کترانے لگی۔ پہلے تو سرسری سا حال احوال پوچھ لیا کرتی تھی یا میرے سوالوں کا چند لفظی سادہ سا جواب۔ مگر اب میں اس سے بھی گیا۔ اول تو وہ سامنے ہی نہ آتی تھی۔ آتی بھی تو نظریں نیچے کیے' سلام کر کے غائب ہو جاتی۔ میں تو اس کی ایک نظر کو ترس کے رہ گیا تھا۔ کاش وہ نظر اٹھا کے میری جانب دیکھ لیتی تو میرے چہرے پر اسے میرے جذبے لو دیتے نظر آ جاتے۔ اپنی تمام تر بیگانگی کے باوجود وہ میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ میں اس سے شاکی ضرور تھا مگر اپنی محبت پہ بند نہیں باندھ سکا۔ میں اس سے حقیقتاً کتنی محبت کرتا ہوں اس کا درست اندازہ مجھے بھی تب ہوا جب ایک حادثے میں انکل آنٹی دونوں کی ڈیتھ ہو گئی۔ ظاہر ہے وہ میرے انکل تھے چچا تھے اور مجھے بے حد عزیز بھی اور سب سے بڑھ کے یہ کہ ان کی جواں موت نے تو پرایوں کو بھی آنسو بہانے پر مجبور کر دیا تھا' میں تو پھر سگا بھتیجا تھا۔ مجھے دکھ تو تھا مگر دل پھٹنا کسے کہتے ہیں اس کا احساس تب ہوا جب میں نے انکل کی میت پہ نازنین کو چیخیں مار کے روتے ہوئے دیکھا۔ وہ رو رہی تھی اور مجھے لگ رہا تھا میں پگھل رہا ہوں۔

وہ تڑپ رہی تھی اور مجھے لگ رہا تھا میں جل رہا ہوں۔ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور مجھے لگ رہا تھا میں ڈوب رہا ہوں۔ وہ میری تئیس سالہ زندگی کا سب سے

دردناک منظر تھا۔ اپنے آپ کو اتنا بے بس اتنا کمزور میں نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا کہ جسے میں جان سے بڑھ کے چاہتا تھا وہ میرے سامنے بین کر رہی تھی اور میں اسے اس کی خوشیاں لوٹا نہیں سکتا تھا۔ اس حادثے کے دوسرے روز پاپا ان دونوں کو اپنے گھر لے آئے۔ ہمارے سوا ان کا تھا بھی کون۔ خاندان کے دوسرے لوگوں نے بھی اس فیصلے کی حمایت کی تھی کیونکہ کچھ ماہ پہلے ہی ہماری منگنی ہو چکی تھی اس لحاظ سے نازنین کا اب ہمارے گھر سے دہرا رشتہ تھا اور وہ پورے حق سے یہاں رہ سکتی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ یہاں آنے پر خوش نہیں تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ یہاں آنا نہیں چاہتی تھی۔

جب پاپا نے اسے یہ فیصلہ سنایا تھا تو وہ ایک لفظ بھی مخالفت کا کہے بغیر راضی ہو گئی تھی بلکہ یہ کہہ کر ان کا مان بڑھایا تھا کہ وہ ان دونوں کے تمام اختیارات رکھتے ہیں اور اپنے پیرنٹس کے جانے کے بعد وہ ان کا درجہ بھی انہیں ہی سونپتی ہے۔ اس لیے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ پاپا اسے زبردستی نہیں لائے تھے مگر اس کا رویہ ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی انجان جگہ پر اجنبی لوگوں کے ہمراہ ہو۔ پہلے تو اس کا بیگانگی بھرا رویہ صرف میرے ساتھ ہوتا تھا۔ ماما پاپا کے ساتھ تو وہ بہت اپنائیت سے پیش آتی تھی اور اب میں اس اپنائیت کو تکلف میں بدلتے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اس کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی مگر میں جاننا چاہتا تھا اور بالآخر ایک دن میں جان گیا۔ یہ اس کے ہمارے ہاں آنے کے دو ہی ہفتے بعد کی بات ہے۔ چھٹی کا دن تھا اور ناشتا وقتاً فوقتاً دوپہر تک ہی چلا کرتا تھا۔ اس دن کوئی مقررہ اوقات نہ تھے کسی کے ناشتا کرنے کے۔ میں تقریباً گیارہ بجے جاگا۔ کچھ دیر بعد ناشتا کرنے کچن کی جانب آیا۔ ناشتا عموماً روزابہ بھابی بنایا کرتی تھیں مگر مجھے لگا اندر نازنین موجود ہے۔ میں دروازے پہ رک کے اس کی موجودگی کا یقین کرنے لگا۔ وہ وہی تھی اور سخت لہجے میں کسی کو ڈانٹ رہی تھی۔

''یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کسی کے گھر رہنے کا۔ یہ وقت ہے تمہارے جاگنے کا۔ گیارہ سے اوپر کا وقت ہو رہا ہے۔''

''آج ہالی ڈے ہے پیا۔ روز تو اسکول کے لیے جلدی اٹھتی ہوں۔'' مینو کی بسورتی آواز سنائی دی۔

''پہلے کی بات اور تھی مینو۔ اب ہم کسی کے گھر رہتے ہیں۔ دھیان رکھنا پڑتا ہے ان باتوں کا۔ کتنے دن سے سمجھا رہی ہوں میں۔ اب دیکھو تقریباً سبھی لوگ ناشتا کر چکے ہیں۔ روز تم صبح جاگتی ہو اور ٹیبل پہ سب کے ساتھ ناشتا کر لیتی ہو اب بتاؤ الگ سے تمہارے لیے ناشتا بنانا کتنا آکورڈ لگے گا۔'' اس کے خیالات جان کے مجھے واقعی افسوس ہوا۔ وہ یہاں آ تو گئی تھی مگر خود کو مہمان تصور کرتی تھی۔ ابھی اسے کچھ عرصہ اسی حیثیت سے یہاں رہنا تھا۔ اگر تب تک وہ یونہی غیریت برتتی رہے گی تو اپنے خود ساختہ اندیشوں اور احتیاطوں کی وجہ سے اپنے اور اس گھر کے مکینوں کے درمیان دیوار بھی پیدا کر سکتی ہے۔

''آکورڈ کیوں پیا' کبھی کبھی بریک فاسٹ لیٹ بھی تو ہو جاتا ہے۔ آپ فریج میں سے دو انڈے لیں۔ آملیٹ بنائیں۔ بریڈ ٹوسٹ کریں اور ناشتا ریڈی یا پھر پراٹھا پکا دیں۔ رات کا سالن ہے؟''

''مجھے نہیں پتا۔'' وہ جھنجلائی ''میں فریج کی تلاشی نہیں لے سکتی' نہ ہی کسی کی غیر موجودگی میں یوں ناشتا تیار کر سکتی ہوں۔ تم سمجھتی کیوں نہیں مینو اور خدا کا واسطہ ہے اب یہ دو دو انڈے کھانا چھوڑ دو' موٹی ہو رہی ہو۔ ڈائٹ کنٹرول کرو۔'' مینو شاید اس نئے آرڈر پر ناراض ہو گئی تھی یا چپکے چپکے رونے لگی تھی۔ مجھ سے اور رہا نہیں گیا اور میں اندر آ گیا۔

''بھابی.....!'' میں نے یوں ظاہر کیا۔ جیسے مجھے اس کی موجودگی کا پہلے سے علم نہیں تھا۔

''بھابی بچوں کا ناشتا لے کر اوپر گئی ہیں۔'' وہ رخ موڑ کے برتن دھونے میں مصروف نظر آنے لگی۔ میں نے مینو کو دیکھا' اس کی موٹی موٹی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں اور منہ سوجا ہوا تھا۔ مجھے اس آٹھ سالہ معصوم بچی پر ترس آیا جسے وہ بے وقوف نازنین اپنے بیکار کے واہموں کی بھینٹ چڑھا رہی تھی۔ اپنی حد سے بڑھی احتیاط پسندی سے اسے یتیمی کا احساس دلا رہی تھی۔

''اوہ..... مجھے ناشتا کرنا تھا۔ اچھا میں ماما کو کہتا ہوں۔''

''آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آپ مجھے بتائیں' میں بنا دیتی ہوں۔'' اس کی اس بات پہ میں نے مینو کو تڑپ کے اس کی جانب شکایتی نظروں سے دیکھتے پایا۔ نازنین کا اس سے نظریں چرانا بھی مجھ سے چھپ نہ سکا۔ میرا دل دکھ سے بھر گیا۔ اس بچی سے میرا رشتہ وہ نہ تھا جو نازنین کا تھا مگر اس کی نظروں کا گلہ مجھے اندر تک ہلا کے رکھ گیا تھا پھر بھلا نازنین کے دل پہ کیا گزری ہوگی اس کے آنسوؤں سے۔ آخر وہ اس کی لاڈلی اور چھوٹی بہن تھی۔

''مجھے نازو کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ یہ گھر اس کا بھی اتنا ہی ہے جتنا ہمارا۔ اسے اجنبیت کی یہ دیوار گرانا ہوگی۔'' یہ تہیہ کر کے میں نے اس سے کہا۔ ''جو ناشتا مینو کے لیے بنا رہی ہو' وہی بنا دو' میں بھی آج مینو کا ناشتا شیئر کروں گا۔''

''مجھے ناشتا نہیں کرنا۔'' وہ روٹھے روٹھے انداز میں بولی۔

''یوں کہو میرے ساتھ نہیں کرنا۔ ارے بابا میں تمہارے حصے کا نہیں کھاؤں گا' پیٹو ضرور ہوں ندیدا نہیں۔ ہری اب نازنین' چار انڈوں کا آملیٹ مگر سرخ مرچ مت

ڈالنا' صرف کالی مرچ اور باریک کٹی ہری مرچیں۔ کیوں پارٹنر تمہیں ہری مرچ سے کوئی پرابلم تو نہیں؟'' میں نے مینو سے اچانک سوال کیا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا اور پھر سٹپٹا گئی کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے وہ ناشتا کرنے سے انکار کر چکی تھی۔

''اور ساتھ میں ہوں دو تین کرارے سے پراٹھے' چار شامی کباب بھی فرائی کر لینا اور اگر فریج میں رات کی بچی ہوئی دال ہے تو وہ بھی رکھ دینا مگر ٹھنڈی۔ ناشتے میں گرم گرم پراٹھے کے ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی مسور کی دال کھانے کا مزہ ہی اور ہے۔ ناشتا ہو اور ساتھ لسی نہ ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پارٹنر آپ کون سی لسی پینا پسند کریں گی' میٹھی یا نمکین؟'' وہ اس بار چپ رہی اور کن انکھیوں سے نازنین کی جانب دیکھا جو تذبذب کے عالم میں کھڑی تھی۔ شاید وہ بھانپ گئی تھی کہ میں نے اس کی باتیں سن لی ہیں۔

''ارے یار تم کھڑی کیوں ہو' بہت سست لڑکی ہو بھئی۔ جلدی سے ناشتا بنانا شروع کرو' پونے بارہ ہو رہے ہیں۔ آخر میں لنچ کس وقت کروں گا؟''

اس نے فریج کھول کر آتا باہر نکال کے رکھا' اس کے بعد مکھن اور انڈے نکال رہی تھی جب رودابہ بھابی اندر داخل ہوئیں۔ میں نے ان کے آتے ہی نازنین کے چہرے سے رہا سہا اعتماد بھی رخصت ہوتے دیکھا۔ مجھے حیرت ہوئی' کیا ایسا آج پہلی بار ہوا ہے یا میں نے ہی آج توجہ دی ہے؟

''نازنین کیا کر رہی ہو؟'' وہ یوں حیرت کا مظاہرہ کرنے لگیں جیسے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ ہاتھ میں انڈے لیے آخر کیا کرنے جا رہی ہے۔

''جی وہ میں ناشتا..... آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میں.....'' پتا نہیں کب تک وہ اٹکتی رہتی کہ میں نے مشکل آسان کی۔

''بھابی وہ ہمارے لیے ناشتا بنا رہی ہے۔'' میں نے دانستہ ''میرے'' کہنے کے

بجائے ''ہمارے'' کا لفظ استعمال کیا۔

''کمال کرتے ہو تم صاعد۔ نازنین بے چاری کو کیوں کام کا کہہ رہے ہو' مجھ سے کہا ہوتا۔''

''وہ بے چاری کب سے ہوگئی۔'' مجھے ان کا انداز ناگوار گزرا مگر اپنا لہجہ حتی الامکان ہلکا پھلکا ہی رکھا ''اور دو بندوں کا ناشتا بنانے میں کون سے ہل جوتنے پڑتے ہیں۔''

''پاگل..... یہ اس کی ذمے داری تو نہیں۔'' وہ نازنین کے ہاتھ سے انڈے لے کر برز کھولنے لگیں۔ ''اور تم نازو..... کتنی بار کہا ہے کہ تم پلیز خود کو مت تھکایا کرو۔ میں کرلیا کروں گی سب۔ اتنا کام تو ہوتا ہی نہیں ہے۔ تم جاؤ آرام کرو۔'' وہ بظاہر اس سے بہت پیار جتاتے ہوئے نرم لہجے میں کہہ رہی تھیں مگر نازو کے پھیکے پڑتے چہرے سے مجھے ساری کہانی سمجھ آ گئی۔

''اوہ تو یہ بھابی ہیں جو اسے مہمان سے زیادہ کا درجہ دینے پر تیار نہیں۔ حالانکہ جانتی بھی ہیں کہ وہ اس گھر کی بھتیجی ہونے کے علاوہ بہو بھی بننے والی ہے۔'' اس وقت بھابی سے الجھنا مناسب نہیں تھا۔ بات الٹی بھی ہوسکتی تھی۔

''اور پھر اسے کیا پتا کون سی چیز کہاں رکھی ہے' پتی کس ڈبے میں ہے' چمچے کس خانے میں ہیں۔ خواہ مخواہ اپنا سر کھپائے گی۔''

''آپ بتائیں گی تو پتا چلے گا۔ کبھی تو اسے جاننا ہی ہے کہ کون سی چیز کہاں پڑی ہے۔'' میں نے نامحسوس طریقے سے جتایا پھر ساتھ ہی شور مچادیا۔ ''بھوک لگی ہے بھئی جلدی کریں۔ نازو جب تک بھابی آملیٹ بنارہی ہیں تم پراٹھے تو ڈالو۔'' اس بار بھابی منع نہ کرسکیں۔ پتا نہیں وہ کیا چاہتی تھیں مگر ان کا یہ ناقابل فہم رویہ نازنین جیسی حساس

اور خوددار لڑکی کو الجھا رہا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ موقع ملتے ہی میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ ان کی باتوں کو سیریسلی نہ لے۔ جو درجہ انہیں اس گھر میں حاصل ہے' وہی درجہ اس کا بھی ہے۔ وہ اس گھر کو اپنا گھر ہی سمجھے اور ہر چیز استحقاق سے استعمال کرے مگر یہ سمجھانے کے لیے موقع کی ضرورت تھی۔ وقت کی بھی اور اس کی بھی جو ہاتھ ہی نہ آتی تھی۔ جب میں گھر میں ہوتا کہیں نہ کہیں غائب ہی رہتی۔

جلد ہی اس کے ایف' ایس' سی کے امتحانات شروع ہوگئے' وہ اور بھی مصروف ہوگئی۔ ایسے میں ایک رات اچانک مجھے اس سے بات کرنے کا موقع مل ہی گیا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جاچکے تھے۔ یہ ہمارے گھر کا معمول تھا کہ چاہے سب اپنی اپنی مرضی سے اپنے اپنے وقت پہ سوئیں مگر رات کے کھانے کے بعد آدھا گھنٹا بیٹھ کے گپ شپ کرنے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے۔ جس کا دل چاہے ٹی وی دیکھے' مطالعہ کرے یا سوئے۔ میں اور صائب ویڈیو گیمز کھیل رہے تھے کہ مجھے باہر کھٹ پٹ کی آوازیں آئیں۔

''یار دیکھو' بھابی چائے بنارہی ہیں تو دو کپ اپنے لیے بھی لے آؤ۔'' صائب نے کہا اور میں نے کچن میں جھانکا تو بھابی کے بجائے وہ تھی۔ مجھے خوشگوار سی حیرت ہوئی۔ اسے اچانک سامنے پاکے بھی اور اس خیال سے بھی کہ اس نے خود کو مہمان سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ کتنی ہی دیر میں چپکے سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ کتنی سادہ مگر دلکش لگ رہی تھی۔ صبح سے پہنا کاٹن کا پلین آسمانی سوٹ شکن آلود تھا۔ کالا دوپٹا بے پروائی سے دائیں شانے پہ جھول رہا تھا شاید کسی کی موجودگی کے آثار نہ ہونے کے احساس سے۔ ورنہ عام طور پر وہ بہت لپٹی لپٹائی رہتی تھی۔ بالوں کی لمبی چٹیا کے کئی بل بے ترتیب ہو چکے تھے۔ شاید وہ تکیے سے ٹیک لگا کے لیٹی تھی۔ کافی کا مگ لے کر وہ پلٹی تو مجھے سامنے

پا کے اس کے چہرے پہ گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے جسے کم کرنے کے لیے میں مسکرایا مگر وہ اور بھی نروس ہوتی ہوئی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''تم مجھ سے اتنی اکھڑی اکھڑی کیوں رہتی ہو؟'' میں نے بات شروع کرنے کے لیے تمہید باندھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ بار بار باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔ خوف زدہ بھی لگ رہی تھی شاید اس لیے میری اگلی بات کے جواب میں اس نے بڑے منت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''تم.....تم پلیز جاؤ صاعد۔''

''نہیں جاتا۔'' اس کا یہ گھبرایا گھبرایا روپ مجھے اتنا بھایا کہ اسے ستانے کی غرض سے میں اڑ گیا۔

''تو پھر مجھے جانے دو۔'' اس نے سائیڈ سے گزرنے کی کوشش کی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ہی لاؤنج میں آ گیا اور ساری لائٹیں آن کر دیں۔ ٹی وی لگا کے میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''آؤ کچھ دیر بیٹھ کے باتیں کرتے ہیں' میوزن سنتے ہیں' اکٹھے میچ دیکھتے ہیں تم نے تو خود کو بالکل ہی محدود کر کے رکھ دیا ہے۔ پلیز نازو اپنے خول سے باہر نکلو۔ دکھ بانٹنے سے کم ہوتے ہیں۔ دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ ارے ابھی تک کھڑی ہو اتنی دیر میں تو ایک کپ کافی اور بن جاتی۔ کیا اکیلے اکیلے پیو گی؟''

اس نے اپنا کپ خاموشی سے میرے آگے رکھ دیا۔ ''مجھے پڑھنا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ پلٹ گئی۔

''پلیز نازو کچھ دیر..... میں تھوڑا سا وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔

کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

میری التجا پہ وہ سیڑھیوں پہ رک گئی مگر پلٹ کے دیکھے بغیر آہستہ آواز میں کہا۔

''مینو کمرے میں اکیلی ہے' ڈر جائے گی۔ مجھے اس کے پاس جانا ہے۔'' میں چپ کر گیا' بھلا کیا کہتا اب۔ پہلے پڑھنے کا بہانہ..... پھر مینو۔ مجھے اس کی پڑھائی اور اس کی بہن' دونوں پہ غصہ آیا۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

نازنین کی مکمل توجہ چاہتی تھی۔ اس کا بھرپور وقت جسے نازنین جھٹلا بھی نہیں سکتی تھی۔ بہرحال یہ اس کی ذمے داری تھی۔ اس طرح وہ فرض' ذمّے داری' مقصد سب میں الجھ کے رہ گئی۔ اس دن بھی اسے لائبریری ضروری جانا تھا اور چونکہ مینو کا آج ہاف ڈے تھا اس لیے وہ چاہتی تھی کہ جو وہ گھر لوٹے تو اس کی پیاموجود ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ زیادہ وقت گزار سکے۔ نازو کا ناشتا اس کے سامنے پڑا پڑا ٹھنڈا ہو رہا تھا اور وہ مینو کو پیار سے بہلا پھسلا کے کسی نہ کسی طرح منانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ قریب تھا کہ وہ مینو کی ضد کے آگے ہار مان جاتی کہ رودابہ بھابی نے بڑا عجیب سا تبصرہ کیا۔

''یوں تو ہو چکی پڑھائی۔ ایک اور سال ضائع۔'' ان کی اس مدھم بڑبڑاہٹ پہ نازنین ایک بار پھر ہچکچاہٹ میں مبتلا ہو گئی۔ مجھ سے اس کی یہ کشمکش دیکھی نہیں گئی۔ حالانکہ وہ میری محبت کا جواب اب بھی اس بے اعتنائی سے دیتی تھی مگر پتا نہیں کیوں میرا دل اپنا چلن چھوڑنے پہ راضی نہ تھا۔ وہ اب بھی اسے دکھی دیکھ کے دکھ سے بھر جاتا تھا۔ وہ اب بھی اسے ہر حال میں خوش اور صرف خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے رودابہ بھابی پہ سخت غصہ آیا جو اب اس حساس لڑکی کو ایک نئے واہمے میں مبتلا کرنے چلی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ منہ پھلا کے اکڑ کے بیٹھی اس چھوٹی سی لڑکی پہ بھی تاؤ آیا جو بلاوجہ میری نازنین کو پریشان کر رہی تھی مگر میرا غصہ..... میرا تاؤ دکھانا اس مسئلے کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ اور کرنا تھا مجھے اور میں نے وہی کیا۔

''کمال ہے' آج تو میرا بھی ہاف ڈے ہے۔'' وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے ایک بہانہ تراش لیا اسے بہلانے کا ''کیوں نہ جوائے لینڈ چلا جائے۔ مزے کریں گے۔''

میری آفر پہ اس کی اداس اور خفا خفا سی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ دو تین اور ایسی باتوں پہ وہ تقریباً تقریباً راضی ہو ہی گئی۔

''مینو' تمہاری وین.....'' صائب نے پکارا۔ میں نے ہاتھ آگے کیا۔

''تو پھر ڈن.....''

''ڈن.....'' اگلے ہی لمحے میرے ہاتھ میں اس کا نرم گلابی چھوٹا سا ہاتھ دبا تھا۔

یہ ایک نئے تعلق کا آغاز تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے مینو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ اس کی محرومی سے نہ اس کی تشنگی سے۔ ہاں مجھے اس سے ہمدردی ضرور تھی' ایسی ہی ہمدردی جو کسی بھی انسان کو کسی ایسی بچی سے ہو سکتی ہے جو آٹھ سال کی عمر میں اپنا باپ' اپنی ماں اور اپنا گھر کھو چکی ہو۔ ویسی ہی عام سی سرسری ہمدردی۔ جس میں بس ''اوہو..... چہ چہ.....'' کہہ کے فرض نبھا دیا جاتا ہے۔ اس کے آنسو پونچھنا اور اس کے لبوں پہ مسکراہٹ لانا نہ تو میرے ذمّے داری تھی نہ میری خواہش۔ اس کے باوجود حیرت کی بات تھی کہ میں یہ کر رہا تھا۔

کس لیے.....؟ صاف صاف جواب ہے صرف اور صرف نازنین کے لیے۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اور جس سے محبت کی جائے اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنے کو دل چاہتا ہے۔ وہی میں کر رہا تھا۔ میں نے ماما کو نامحسوس طریقے سے رودابہ بھابی کی اجارہ داری کا احساس دلایا تھا۔ نازنین کو اجنبیت دور کرنے میں ماما کی کوششیں میرے اس احساس دلانے کا نتیجہ تھیں۔ میں نے اسے اپنی ماما کی خواہش پوری کرنے کا موقع دیا تاکہ اس کے دل میں یہ خلش نہ رہے کہ وہ مجبور تھی' دوسروں کے رحم و کرم پر تھی اس لیے اسے ایک اور موقع نہ مل سکا اور اب میں اس کی ذمے داری بانٹ رہا تھا اس کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے۔ ایمان داری سے اعتراف کروں گا کہ میرے اس عمل کے پیچھے میری محبت تھی' بے لوث محبت جو صرف دینا جانتی تھی۔ ابھی تک اسے لینے کا تجربہ نہ ہوا تھا' ہاں خواہش ضرور تھی۔ میں نے اپنے اس عمل کے پیچھے اس وقت کوئی

غرض نہ دیکھی تھی۔ نہ میں ایسا کر کے نازنین کو زیر بار کرنا چاہتا تھا نہ ممنون نہ ہی اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانا چاہتا تھا مگر میرے ایسا نہ سوچنے کے باوجود یہی ہوا۔

میرے وعدے پہ بہل کے جب مینو اسے مزید تنگ کیے بغیر آرام سے اسکول چلی گئی تو پاپا نے اسے لائبریری تک چھوڑنے کی ڈیوٹی بھی میرے سپرد کی جسے میں نے بسر وچشم قبول کیا۔ ایسے نادر مواقع روز روز کب ہاتھ لگتے تھے۔ حالانکہ میں جانتا تھا وہ مجھ سے اِدھر اُدھر کی تو کیا' ضروری باتیں تک کرنے سے گریز کیا کرتی تھی اور میں بھی صائب کی موجودگی میں زیادہ سے زیادہ کیا کہہ سکتا تھا مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ میرے ساتھ بیٹھی میرا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

''تھینک یو صاعد! آج تمہاری وجہ سے میری مشکل' میرا مطلب ہے کہ مینو مجھے بہت.....'' شاید اسے سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مجھ سے اس کی مشکل برداشت نہ ہوئی۔

''تو تم کیوں تھینک یو کہہ رہی ہو بھئی۔ کہنا تو مینو کو چاہیے یا پھر مجھے مینو کو۔ کیونکہ اس کی وجہ سے آج مین بھی عرصے بعد جوائے لینڈ جا سکوں گا۔ جھولوں پہ بیٹھ کے اپنے بچپن کی یادیں تازہ کر سکوں گا۔ تمہیں تو پتا ہے اکیلے مردوں کو وہاں انٹری کی اجازت نہیں ہے۔ ناں ظلم؟ ویسے تم کیوں نہیں ساتھ چلتیں؟'' بلا ارادہ ہی میں نے اسے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ میں بھول گیا تھا کہ اس کی مصروفیت کی وجہ سے ہی تو میں نے یہ پروگرام بنایا ہے۔ وہ بھی حیرت سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں مچل ہو گیا۔

''میرا مطلب ہے تم شام کو اکیڈمی جاتی ہو۔ اگر لائبریری سے جلدی آ گئیں تو ہم تمہارے اکیڈمی جانے کے وقت سے پہلے پہلے لوٹ آئیں گے۔''

''مجھے لائبریری سے واپس آ کے اپنے نوٹس فائل کرنے ہیں۔'' یہ بہانہ نہیں تھا

مگر مجھے لگا۔ میں بجھ کے رہ گیا۔ کیا تھا جو یہی بات وہ اس طرح کہتی جیسے وہ جانا تو چاہتی ہو مگر مجبوری کی وجہ سے جا نہ پا رہی ہو' میرا دل رہ جاتا۔ پھر صائب کے ہیلے کالج اترنے تک میں چپ ہی رہا۔ جیسے ہی ہم دونوں کے درمیان تنہائی کا احساس جاگا' میں ایک بار اپنے دل کی خواہش اس سے بیان کرنے سے خود کو روک نہ سکا۔

''میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اکیلے' بالکل اکیلے.....'' مجھے پتا تھا اس کے پاس میری اس خواہش کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ وہ یا تو ان سنی کر کے باہر دیکھنے لگ جائے گی یا مجھ پہ ایک سرد خشک سی نظر ڈال کے دوبارہ کتاب میں مگن ہو جائے گی۔ اس کے باوجود میں دل کی بات دل میں رکھ نہ سکا تھا اور تب مارے حیرت کے میں بے ہوش ہی تو ہونے لگا جب اس نے بے حد جھجکتے ہوئے کہا تھا۔

''ہم کچھ دیر یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔'' میں نے ایک لمحہ رک کے اس کی پیشکش پہ غور کیا پھر ایک نظر کیمپس کی نہر کے گرد رواں ٹریفک اور آس پاس گروپس کی شکلوں میں کھڑے اسٹوڈنٹس کو دیکھا' دوسری نظر اس کے گھبرائے ہوئے چہرے پہ ڈالی۔ وہ میری خواہش پہ محض رضامندی کا اظہار کرنے کے بعد ہی اتنی نروس نظر آ رہی تھی تو یہاں میرے ساتھ بیٹھ کے اس کی کیا حالت ہوتی۔ میں مسکرا دیا۔

''تم نے شاید سنا نہیں۔ میں نے کہا' اکیلے..... بالکل اکیلے۔'' اس بار وہ سر جھکا کے رہ گئی۔ میرے لیے یہی بات تھا۔ آج پہلی بار میرے کسی جذبے کی آنچ اس تک پہنچی تھی' وہ بھی صرف اور صرف مینو کی وجہ سے۔ جو ذمہ میں نے یونہی جذبات میں آ کے لے لیا تھا اور جس کے بارے میں' میں سوچ سوچ کے گھبرا رہا تھا کہ اس ضدی اور اڑیل بچی کے ساتھ دو ڈھائی گھنٹے گزارنا کتنا کٹھن ہوگا' وہ ذمہ میں نے اب بڑے دل سے نبھایا۔ میں اس کا مشکور تھا اس لیے اس کی ہر الٹی سیدھی حرکت ہنس کے پی

گیا۔ واپسی پر گھر لوٹتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ وقت اتنا برا بھی نہیں گزرا۔ میں نے مینو کے چہرے پہ نظر ڈالی۔ ہمارے گھر آنے کے بعد پہلی بار وہ اتنی خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کی روتی بسورتی شکل اس وقت کھلے ہوئے پھول جیسی شگفتہ لگ رہی تھی۔ بھوی آنکھوں میں جگنو چمک رہے تھے۔ بات بات پہ مسکراتے ہونٹ.....اور کھنکتا ہوا لہجہ۔

''صاعد بھیا' آپ کتنے اچھے ہیں' کتنے سویٹ۔'' اس نے آنکھیں میچ کے کہا تھا اور تب وہ مجھے واقعی بہت پیاری لگی۔ میں اس کے بال لاڈ سے بگاڑنے لگا۔

''اوں ہوں.....'' وہ کسمائی ''اتنے اچھے بھی نہیں۔'' اور پھر قل قل کرتی ہنسی میرے چاروں اور یہ احساس بن کے چھا گئی کہ کس روٹھے ہوئے وجود کو امیدوں سے بھر دینا کتنا خوش کن ہوتا ہے۔

''تھینک یو صاعد۔'' ایک بار پھر نازنین میرے رُوبرو تھی اور ایک بار پھر وہی تشکر آمیز الفاظ ''اس بار میں رسماً نہیں دل سے کہہ رہی ہوں۔'' شاید وہ مینو کو خوش دیکھ کر میری ممنون ہو رہی تھی۔

''تمہارا دل تھینک یو کی گردان کرنے کے علاوہ بھی کچھ کہتا ہے؟ اور ہاں.....تو کسی دن چپکے سے بتا دو۔'' میں نے کریدنا چاہا جسے وہ نظر انداز کرتے ہوئے بات پلٹ گئی۔

''مینو کو آج عرصے بعد یوں کھلکھلاتے دیکھا ہے۔ وہ بہت خوش ہے۔''

''اور تم؟'' میں صرف اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

''مینو کو خوش دیکھ کے میں بھی خوش ہوں۔'' وہ سادگی سے بولی مگر مجھے لگا جیسے وہ میرے سوال کی گہرائی سے بچنے کے لیے مینو کی ذات کی آر لے رہی ہے۔ مجھے ایک

بار پھر اس آٹھ سالہ بچی کا وجود کھٹکنے لگا جس کے ذکر کے بغیر نازنین کی ہر بات ادھوری تھی اور نازنین.....جس کے بغیر میری ذات ادھوری تھی۔

''اور تمہیں خوشی دے کر میں بھی بہت خوش ہوں۔'' میں نے اسے جتانا چاہا کہ یہ سب میں نے مینو کو نہیں بلکہ اسے خوش کرنے کے لیے کیا ہے۔ اپنا ''یار'' راضی کرنا چاہا ہے اور پھر اس کے بعد میں نے کتنی ہی کوششیں کیں۔ اسے یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ میرے لیے کتنی اہم ہے۔ اتنی اہم کہ میں صرف اس کے لیے' صرف اس کی سہولت اور اطمینان کے لیے اپنے بہت سے ضروری کام پسِ پشت کے مینو کو وقت دیتا ہوں۔ پتا نہیں اسے یہ احساس کب ہوا۔ ہوا یا نہیں.....لیکن اس سے پہلے میں کسی کے لیے اہم ہو گیا۔

♥.....♥.....♥

مینو کے لیے۔اس کا معصوم ذہن مجھے اپنا سب کچھ جاننے لگا۔وہ میری محبتوں کی عادی ہوتی چلی گئی اور میں چاہنے کے باوجود بھی اب اس سے دامن نہیں چھڑا سکتا تھا۔کیونکہ جہاں یہ سچ تھا کہ اس کے قریب جانے کی ایک بڑی وجہ نازنین کی توجہ اور خوشنودی حاصل کرنا تھا وہاں یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ ایسا کرنے کے دوران میں خود مینو کے سچ مچ قریب ہوگیا۔اس کی محنت بے غرض تھی۔اس کا میرے لیے پیار والہانہ تھا'اس کی شدت میں بے ساختگی تھی۔اب اگر تجزیہ کرنے بیٹھوں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ان دونوں اگر نازنین کی ذات کو بیچ میں سے نکال بھی دیا جاتا تب بھی میرا دل مینو سے بندھ چکا تھا۔وہ تھی ہی اتنی پیاری اور معصوم.....لیکن نازنین کا وجود نکلتا تو کیسے۔ وہ تو ہم دونوں کے درمیان ایک ڈور تھی۔

ایک مینو تھی جو نازنین کے دور ہونے اور اس کی کمی میری ذات سے پوری کرنے میرے نزدیک ہوئی تھی۔ایک میں تھا جو نازنین کی نظروں میں آنے کے لیے'اس

کے دل میں جگہ پانے کے لیے اس کی سب سے عزیز ہستی سے تعلق مضبوط کر رہا تھا۔ ہر دو جگہ وجہ نازنین ہی تھی۔

ہم دونوں جب ''دو'' ہوتے تب بھی وہ ایک ''تیسرا'' وجود بن کے ہمارے درمیان موجود ہوتی۔ہماری باتوں میں ہمارے دلوں میں۔مجھے مینو دو وجوہات کی وجہ سے عزیز سے عزیز تر ہوتی چلی گئی۔ایک وجہ تو یہ کہ وہ نازنین کو بے حد چاہتی تھی یعنی کہ ہماری چاہت مشترکہ تھی۔جو میری ''چاہ'' کو چاہے گا' مجھے تو اچھا ہی لگے گا ناں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ نازنین اسے بے حد چاہتی تھی۔جسے وہ چاہے'وہ مجھے کیسے بُرا لگ سکتا ہے۔

♥.....♥.....♥

ان چار سالوں میں اس کا اور میرا رشتہ اتنا ہی گہرا ہو گیا جتنا میرا اور نازنین کا تعلق۔ اس کی احتیاط پسندی کا اب تک وہی عالم تھا۔ البتہ اب اس نے مجھ سے چھپنا اور میری ذو معنی باتوں پہ چڑنا ترک کر دیا تھا۔ وہ میری محبت کا جواب اس انداز میں تو نہیں دیتی تھی جس کا میں خواہاں تھا' ہاں یہ ضرور تھا کہ اس نے مجھے میری محبت سمیت قبول کر لیا تھا۔ مجھے سامنے پا کے اس کی آنکھوں کی قندیلیں جل اُٹھتی تھیں۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کے لہجے میں شبنم اتر آتی تھی۔ میں اس پہ مسرور تھا.....اور مینو کی معصوم رفاقت میں مگن۔ مینو کو میں نے اپنی پریم کہانی کا ایک اہم جز و تصور کر لیا تھا۔ اس سے وابستہ سارے فرائض اپنے سر لے لیے تھے۔ اسے اسکول چھوڑنے جانا' اسکول سے لانا' آؤٹنگ کے لیے لے جانا۔ شاپنگ کے لیے لے جانا۔ اس کے فیورٹ فلیورز کی آئس کریم لے کر آنا۔ اس کا ہوم ورک کرانا۔ میری جیب میں گھر لوٹتے ہوئے ہمیشہ اس کے لیے چاکلیٹ اور پولو ہوتی۔ میرا فارغ وقت اب اس سے

سنڈریلا کی اسٹوریز سنتے ہوئے گزرتا۔ وہ نازنین سے زیادہ مجھ پہ انحصار کرنے لگی تھی۔ کبھی کبھی اس کے کسی سخت رویّے سے دل برداشتہ ہو کے اس کی شکایت بھی مجھ سے ہی کیا کرتی۔ جب سے اس نے اس گھر کو اپنا گھر مان لیا تھا وہ دوسرے افراد سے بھی گھلنے ملنے لگی تھی۔ وہ اتنی پیاری تھی کہ سب کا دل موہ لیتی تھی۔ پہلے اپنے کمرے میں بند روٹھی بیٹھی رہتی تھی اس لیے کوئی اس کے قریب نہ آ سکا مگر میرے دیئے ہوئے اعتماد کے سہارے اب وہ ہمارے گھر کی لاڈلی اور چہکتی ہوئی بلبل تھی۔ ہمارے گھر کی رونق۔

ماحول اب پہلے کی نسبت خاصا پُرسکون تھا۔ صائم بھائی جان بھابی اور بچوں سمیت اسلام آباد شفٹ ہو چکے تھے۔ صائب اپنی ایجوکیشن کے سلسلے میں انگلینڈ میں تھا۔ ماما نے بھی پوتوں' پوتیوں کے دور جانے پہ ان کی کمی مینو کے وجود سے پوری کرنا چاہی تھی۔ یونہی چار سال گزر گئے۔ میں جس فرم میں کام کرتا تھا وہ مجھے ٹریننگ کے لیے دو سالہ کورس کے سلسلے میں جاپان بھیج رہے تھے' اس کے بعد میری پروموشن یقینی تھی۔ یہ ایک پُرکشش ڈیل تھی جسے میں نے فوراً قبول کر لیا۔ دو سال ہوتے ہی کتنے ہی ہیں مگر گھر میں اس بات کا ذکر سارے ماحول کو افسردہ کر گیا۔ اتفاق سے اسی دن نازو کا آخری پرچہ تھا۔

''میں نے تو سوچا تھا' فرض سے سبک دوشی کا وقت آ گیا۔ اب تم دونوں کی شادی کر دوں گی۔ بیٹی بہت بڑی ذمے داری ہوتی ہے اور وہ بھی پرائی۔ ہمارے شانوں پہ تو دوہرا بوجھ ہے۔ تمہارے چچا جو ذمّے داری دے گئے ہیں اسے بھی نبھانا ہے اور ان سے نازو کو اپنی بہو بنانے کا جو وعدہ کیا ہے اسے بھی پورا کرنا ہے۔''

''یہ دوہری ذمّے داری تو نہ ہوئی۔'' میں نے ہلکے پھلکے انداز میں ان کی سنجیدگی

کو زائل کرنے کے لیے کہا۔ ''ایک تیر سے دونوں شکار ہو سکتے ہیں۔ ادھر اس کی شادی ہوئی ادھر وہ آپ کی بہو بنی۔''

''یہ تو تب ہوگا ناں جب دو سال بعد تم لنڈورے لوٹو گے۔ اگر ساتھ میں چپاؤں پیاؤں کرنے والی کوئی جاپانی گڈی ہوئی تو؟ زندگی کا کیا بھروسا۔ آج ہم ہیں کل نہیں۔ روزِ محشر کیا منہ دکھائیں گے ان بچیوں کے ماں باپ کو۔''

''اب آپ انتہائی جذباتی مکالموں پہ اتر آئی ہیں۔ اس قسم کا نہ کوئی امکان ہے نہ ہو سکتا ہے۔'' پاپا کی موجودگی کی وجہ سے لحاظ نہ ہوتا تو میں صاف صاف اعلان کر دیتا۔ ''میری زندگی میں نازنین کے علاوہ کسی کا تصور ہے نہ گنجائش۔ وہ میرے لیے کیا ہے آپ کو اندازہ ہوتا تو کبھی یہ بیکار اندیشے نہ پالتیں۔ اس کے آگے یہ جاپانی گڑیا' انگلستانی میم اور امریکن باربی یہ سب کچھ بھی نہیں۔'' مگر کہا تو صرف اتنا ''آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا عہد میرے لیے محترم ہے' میں اس کا ہر حال میں پاس رکھوں گا۔''

اتنے میں نازو بھی آ گئی۔ پاپا اور ماما دونوں کے چہرے ہی اسے باور کرا گئے کہ صورتِ حال گمبھیر ہے۔ میں بھی مینو کے کمرے سے واپس لوٹ رہا تھا ایک اور ناکام کوشش کر کے۔ میرے جانے کی خبر سن کے اس نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا اور تب سے بار بار کھٹکھٹانے کے باوجود بھی دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔ ماما نے فوراً ہی نازو کو میرے جانے کی خبر سے لے کر مینو کے زبردست احتجاج تک سب بتا دیا۔ وہ گم صم سی صوفے پہ بیٹھی رہ گئی۔ حالانکہ جب اندر آئی تو کتنی پُر جوش کتنی خوش لگ رہی تھی۔ شاید چار پانچ سالوں کی کڑی محنت کے ختم ہونے کی خوشی تھی۔ شاید اپنی ماما کی خواہش پوری ہونے کا وقت قریب آنے کی خوشی تھی اور شاید اپنے مقصد کے نزدیک ترین پہنچنے کا جوش تھا جو ماما نے اسے یہ خبر سناتے ہی ٹھنڈا کر دیا۔ خود تو ماما مینو سے

دروازہ کھلوانے کی ایک اور کوشش کرنے چلی گئیں۔ پاپا بھی کسی کام سے اٹھ گئے اور لاونج میں ہم دونوں رہ گئے۔ ایسی تنہائی کا موقع نازو کم ہی آنے دیتی تھی۔ ایسی سچویشن قسمت سے پیدا ہو بھی جاتی تو وہ کھسکنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگاتی تھی لیکن آج وہ بیٹھی رہی یا تو اسے اس کا خیال ہی نہ رہا یا اسے یہ احساس ہی نہ ہو سکا تھا کہ پاپا اور ماما دونوں لاؤنج سے جا چکے ہیں۔ کیونکہ اپنی گود میں رکھے ہاتھوں پر نظریں جمائے وہ کسی گہری سوچ میں تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جانا ہی نہ چاہتی ہو۔ اس آخری امکان نے میرا حوصلہ بڑھایا' میرے دل کو خوش فہم بنایا۔ میں اپنے صوفے سے اٹھ کے اس کے نزدیک آیا اور کارپٹ پہ گھٹنوں کے بل اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔

''نازو پلیز پریشان مت ہو۔''

''پریشان نہ ہوں؟'' اس نے پلکیں اٹھا کے مجھے شاکی نظروں سے دیکھا اور گلہ کرتے ہوئے میرا سوال دہرایا۔

''پریشانی والی بات ہی تو ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ میں پریشان نہ ہوں۔'' اس کی کالی آنکھوں کے شفاف آئینے دھندلا گئے۔ اس نے گھنی پلکیں تیزی سے جھپک کے اپنے امنڈتے ہوئے آنسو پرے دھکیلنا چاہے۔

''پاگل لڑکی' اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے۔ تم نے سنا نہیں پاپا نے کیا کیا ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا۔ صرف دو سال کی تو بات ہے اور دو سال پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے۔''

''صرف دو سال؟'' اس نے ''صرف'' پہ زور دے کر کہا ''تمہارے لیے یہ ''صرف'' دو سال ہوں گے۔ مجھ سے پوچھو یہ دو سال کیسے گزریں گے۔'' اس نے اپنی شکست' اپنی کمزوری تسلیم کی۔ یہ اس کا پہلا اعتراف تھا' آنسوؤں سے بھیگا

اعتراف۔محبت میں شکست تسلیم کر لینا ہی تو محبت کا اعتراف ہوتا ہے اور اس کے اس اعتراف نے مجھے اچانک مغرور بنا دیا۔ میں زمین پہ بیٹھا تھا کسی ''داس'' کی طرح اس کے چرنوں میں.....لیکن ایک ہی پل میں جیسے میں آسمانوں پہ سنگھاسن سجا بیٹھا۔

''ٹھیک کہا تم نے۔ وقت کا کام تو گزرنا ہوتا ہے' یہ کبھی نہیں رکا مگر یہ تو وقت گزارنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ اس نے وقت کیسے گزارہ۔ اس نے گزارہ یا..... یا وقت نے اسے گزار دیا۔''

''ارے رے.....رے.....'' میں گھبرا اٹھا ''اتنی مایوسی..... یار تم تو ابھی سے اتنی کمزور ثابت ہو رہی ہو۔ جب میں جانے لگوں گا تو تب تم.....'' وہ کسی خیال سے چونک کر میری بات کاٹ گئی۔

''کمزور تو میں ہوں صاعد' بہت کمزور ہوں۔ تم جو اتنا بڑا بار میرے کاندھوں پہ ڈال کر جا رہے ہو اسے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں میں۔ اگر دوبارہ اسے میرے اوپر ہی ڈالنا تھا تو اٹھایا کیوں تھا؟'' وہ آنکھوں میں آنسو بھرے سوال کر رہی تھی۔ میں الجھ گیا۔

''تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ تمہارے جانے کا سن کر..... اُف صاعد تم کتنے.....'' وہ رو ہی پڑی۔ ہمیشہ اس کے آنسو دیکھ کے ملول ہو جانے والا میں صاعد.....آج مطمئن ہو گیا۔ یہ آنسو اس کی محبت کو ظاہر کر رہے تھے۔ وہ محبت جو اسے مجھ سے تھی اور وہ محبت جسے وہ ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتی رہی۔ آج اس محبت کا کھل کے سامنے آ جانا میرے اندر سکون ہی سکون بھرنے لگا۔

''سوچا تھا ناز و سوچا تھا مگر پھر خیال آیا کہ تم بھی یہ نہیں چاہو گی کہ میں اتنا اچھا موقع ہاتھ سے جانے دوں۔ ایسی جاب میں ترقی کے چانسز بہت کم ہیں۔ ایسے میں

یہ آفر آنا میرے لیے نعمت سے کم نہیں تھا لیکن مجھے کیا پتا تھا تم میرے جانے کو اتنا سیریس لو گی اور میرے جانے کی خبر تم پہ یوں اثر کرے گی۔'' اس کا یہ اچھوتا اظہارِ محبت مجھے ہواؤں میں اڑا رہا تھا۔ میں پل بھر میں دنیا کا سب سے امیر' سب سے آسودہ' سب سے خوش قسمت شخص بن گیا تھا۔ جو احساس ابھی ابھی نازو نے مجھے بخشا تھا اس کے آگے یہ معمولی ترقی تو کچھ بھی نہیں تھی۔ جو وہ مجھے دے رہی تھی اس کے آگے تو سب ہیچ تھا۔ میں نے فوراً ہی یہ سب ٹھکرانے کا فیصلہ کر لیا۔

''لیکن نازو تم سے بڑھ کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اب بھی اگر تم کہو تو میں.....'' میں اپنی رو میں کہتا جا رہا تھا' اس کے چہرے پہ جھنجلائی ہوئی سی حیرانی پہ غور کیے بغیر۔

''میں اپنی نہیں مینو کی بات کر رہی ہوں صاعد۔'' اس نے مجھے آسمان سے زمین پہ نہیں پٹخا تھا بلکہ میرے پیروں کے نیچے سے زمین بھی کھینچ لی تھی۔

''تم نے اس کے بارے میں سوچا تک نہیں۔ کاش تم اسے خود سے اتنا امیچ نہ کرتے۔ وہ تمہاری عادی ہو چکی ہے' بہت کلوز ہو چکی ہے تم سے۔ اب وہ بہت ڈسٹرب ہو جائے گی' بہت سی پرابلمز کری ایٹ کرے گی۔ میں..... میں اکیلی کیا کروں گی صاعد۔''

میں اب تک فضا میں معلق تھا اور وہ نہ جانے کیا کچھ کہتی جا رہی تھی۔ اسے میری پل پل بجھتی آنکھیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ میرا دھواں دھواں ہوتا چہرہ' میرا ٹوٹتا لہجہ..... کچھ بھی نہیں۔ نظر آ رہی تھی تو صرف مینو۔ اس کی بہن نرمین۔

''میں سمجھا دوں گا اسے' فکر مت کرو۔'' بہت وقت کے بعد میں صرف اتنا کہنے کے قابل ہو سکا اور اپنے تھکے ماندے قدم گھسیٹتے کے وہاں سے چل دیا۔ اسے تسلی دے تو دی تھی مگر سچی بات تو یہ تھی کہ میں اس وقت مینو کا سامنا تک کرنے کا روادار

تھا۔ اگر میں نازو سے شاکی تھا تو مینو سے نالاں۔ وہ کیوں ہر بار مجھ سے آگے نکل جاتی ہے؟ آخر کب تک وہ نازو کے لیے نمبرون رہے گی' کب تک اس کے وجود کے پیچھے میرا وجود چھپا رہے گا' کب میں نازو کی نظروں میں آؤں گا' کب آئے گی میری باری؟ شاید کبھی نہیں۔ مینو کے ہوتے ہوئے تو کبھی نہیں' اس کی موجودگی میں نازو کسی اور کو اپنی زندگی میں' اپنے دل میں آنے ہی نہ دے گی۔ میں اسی طرح منتظر رہوں گا۔

بجھے دل کے ساتھ میں پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ اگلے دو دن تک میں نے نہ تو مینو سے ملنے کی زحمت کرنا گوارا کی نہ ہی کسی سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس بات کو زیادہ محسوس اس لیے نہیں کیا گیا کہ ان دونوں میری مصروفیات بڑھ چکی تھیں۔ میرے قدم گھر میں ٹکتے ہی نہ تھے۔ کبھی دوستوں کی جانب سے دی گئی پارٹیز میں شرکت' کبھی شاپنگ' کبھی عزیز رشتے داروں سے ملاقاتیں۔ اس دوران ماما نے میری اور نازنین کی شادی کا ذکر بھی چھیڑنا چاہا جو پاپا کی دو ٹوک مخالفت کی وجہ سے دب گیا۔ مجھے اس ذکر سے دلچسپی اس لیے نہ ہوئی کہ شادی ہوتی یا نہ ہوتی' دونوں صورتوں میں مجھے اکیلے ہی جانا تھا۔

تیسرے دن میں اپنا ٹکٹ کنفرم کرا کے آنے کے بعد اپنی پیکنگ کا از سر نو جائزہ لے رہا تھا جب مینو اندر آئی۔ دل ہی دل میں اس سے ناراض ہونے کے باوجود اچانک اسے سامنے پا کے میں خفت اور پشیمانی کے احساس سے دو چار ہو گیا۔ جس سے ناراضی ہونا چاہیے تھی اس کے بارے میں میرا دل ہمیشہ فراخ دلی دکھا جاتا تھا اور وہ..... وہ معصوم جس کا اس سارے قصے میں کوئی قصور نہ تھا وہ یوں زیر عتاب آئی کہ میں نے دو تین دن سے اس کی خبر تک نہ لی۔ حالانکہ اس وقت اسے میری ڈھارس کی ضرورت تھی۔

''صاعد بھیا!'' اس کی آواز میں میرے لیے کوئی ناراضی نہ تھی۔ یہ بھی باعثِ حیرت تھا ورنہ ذرا سا بھی اگنور ہونا وہ برداشت نہیں کرتی تھی۔

''آپ مجھ سے خفا ہیں؟'' چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ میرے پاس آئی۔ میں چونک گیا' بھلا یہ راز اسے کس نے بتایا ہو گا۔

''کیوں؟ تم سے کس نے کہا؟''

''پیا نے۔''

''کیا..... کیا کہا تمہاری پیا نے؟'' مجھے خدشہ ہوا کہ نازو یہ بات بھانپ تو نہیں گئی کہ میں اس دن والے واقعے کو دل پہ لینے کے بعد مینو سے کھنچ گیا ہوں۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا کہ میں اس پہ اپنی خفگی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ یہ میرا حق تھا۔ میں دو سال کے لیے اس سے دور جا رہا تھا اور وہ تھی کہ اس کے پاس میرے لیے ایک بھی اچھی سی بات نہیں تھی' کوئی انتظار کا جگنو نہیں تھا۔ اگر اس نے کچھ کہا بھی تو اپنے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے حوالے سے۔ کیا میں اس بات پہ ناراض نہ ہوتا؟ مگر میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے پتا چلے کہ اس سے بے پایاں محبت کرنے کا دعویٰ کرنے والا اور اس کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کا حوصلہ رکھنے والا صاعد' اندر سے اتنے چھوٹے کا دل کا مالک ہے' اتنا کم ظرف ہے کہ ایک بچی سے کینہ رکھ کے بیٹھ گیا۔

''یہی کہ آپ مجھ سے اس لیے ناراض ہیں کہ میں آپ کی کامیابی پہ خوش ہونے کے بجائے دل چھوٹا کر کے بیٹھ گئی اور یہ بھی کہ آپ کم ہمت لوگوں سے دوستی نہیں کرتے اور یہ کہ.....''

''بس بس بس.....'' میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کے اسے اور کچھ کہنے سے روکا'' تمہاری پیا میرے دل کی باتیں کیا جانے۔ اسے یہ ہنر کب آتا ہے۔ اس لیے اس کی

باتوں پہ کان مت دھرو۔ وہ نہ مجھے سمجھ سکتی ہے نہ میری ناراضیوں کو۔'' میں اداس ہو گیا پھر اس کی حیران آنکھوں کو پھیلتے دیکھ کے مسکرایا۔

''اصل بات یہ ہے کہ میں تم سے ڈر رہا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں یہ جنگلی بلی پنجے تیز کر کے میرے پیچھے ہی نہ پڑ جائے۔ نہ بابا نہ..... جب تم غصے میں ہوتی ہو تب تمہارا سامنا کرنا خطرے سے خالی نہیں۔''

''کوئی نہیں جی' میں کوئی اتنی بدتمیز ہوں۔ ہاں مجھے غصہ تو تھا..... لیکن صرف اس بات پہ کہ آپ آخر کہیں جا رہے ہیں۔ کیوں؟ لیکن پیا نے سمجھا دیا ہے آپ کا جانا ضروری ہے اور مجھے.....'' اسے شاید ایک بار پھر رونا آ گیا تھا۔ اس لیے بات ادھوری چھوڑ کے سر جھکا کے رہ گئی۔ ایسے میں مجھے اس پہ بے تحاشا پیار آیا۔ میں نے بتایا تھا ناں کہ وہ تھی ہی اتنی پیاری اور من موہنی سی کہ کوئی اس سے زیادہ دیر تک ناراض رہ ہی نہ پاتا تھا۔ ایسے میں' میں اپنے دل میں میل رکھتا تھا تو کس طرح؟ بلکہ مجھے اپنے پچھلے خیالات پہ شرمندگی ہوئی۔

''کس قدر کمینہ شخص ہوں میں' اتنی چھوٹی سی بچی سے عداوت! ایسی ننھی روح سے رقابت؟'' میں صوفے پہ بیٹھ گیا اور دونوں بازو وا کر کے اسے اشارہ کیا مگر وہ ہمیشہ کی طرح دوڑ کے میرے گلے لگنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔ میں نے غور کیا کہ جب سے وہ اندر آئی تھی اس کے ہاتھ پیچھے کی جانب سیدھے تھے۔ گول مٹول سے صحت مند رخساروں والے چہرے پہ دبی دبی مسکراہٹ یہ راز کھول رہی تھی کہ وہ مجھ سے کیا چھپا رہی ہے۔

''ہوں اوں'' میں نے سر ہلایا ''سرپرائز گفٹ؟''

''یس..... اور اسے آپ جاپان جانے کے بعد کھولیں گے۔'' اس نے ایک بڑا

سا پیکٹ میرے کھلے ہوئے اٹیچی کیس میں رکھ دیا اور انگلی کھڑی کر کے تاکید کی۔

''دیکھیں' نو چیٹنگ..... مجھے پتا ہے آپ سے سسپنس بالکل بھی برداشت نہیں ہوتا لیکن پلیز! اسے ابھی مت کھولیے گا۔''

''او کے پارٹنر! پرامس..... مگر اس میں کیا کچھ بھرڈالا ہے؟''

''اچھا اچھا اب آپ بہانے سے مجھ سے اگلوانے کی کوشش مت کریں۔ میں اتنی بے وقوف نہیں رہی بڑی ہو گئی ہوں۔''

''اوہو..... امیزنگ..... بریکنگ نیوز ہے یہ تو۔'' میں نے صاف صاف مذاق اڑایا۔ بارہ تیرہ برس کی تھی وہ مگر نو دس سال سے زیادہ کی نہ لگتی تھی۔ فزیک ہی ایسی تھی' گول مٹول پھولے پھولے گالوں والا بچگانہ سا چہرہ۔ ننھے منوں والی بھولی بھالی مسکراہٹ۔ نرم سی باریک آواز اور قد بھی تو نہیں بڑھ رہا تھا۔ اس کو بھی ماما سر اسر میرا قصور قرار دیتی تھیں۔

''ابھی تک تو تم گودوں میں اٹھا اٹھا کے پھرتے ہو۔ جن بچوں کو گود میں بٹھایا جائے ان کا قد بڑھنا رک جاتا ہے یہ ہمارے بڑے کہہ گئے ہیں۔ دیکھو بھلا شائستہ کی پوتی اس سے ڈیڑھ سال چھوٹی ہے مگر اس سے نکلتا ہوا قد ہے۔''

''ایکچوئلی اس میں ایک نہیں' تین گفٹس ہیں اور آپ کو بتانا ہے کہ آپ کو اس میں سے سب سے اچھا کون سا لگتا ہے۔'' ہاتھ خالی ہوئے تو وہ فوراً میرے گھٹنے پر بیٹھ گئی۔

''ابھی بتاؤں؟'' میں فوراً تیار ہو گیا۔

''جی نہیں۔'' وہ چیخی ''دیکھا ناں' آپ مجھے فول بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' میں ہنسنے لگا۔ وائٹ ٹراؤزر جس پہ بڑے بڑے میرون گلاب کے پھول تھے' اور

میرون کھلی سی شرٹ میں وہ کوئی ڈول ہی لگ رہی تھی۔ تب میں بے اختیار اس کا ماتھا چوم بیٹھا۔ پہلی بار میرا دل اداس ہونے لگا یہ سوچ کر کہ میں گھر سے اور اپنے پیاروں سے دور جا رہا ہوں۔

نازنین سے مینو کو سمجھانے کا وعدہ بھی لیا تھا اس لیے اسے لمبی چوڑی نصیحتیں کیں کہ اسے میری غیر موجودگی میں اپنی بیا کو بالکل بھی تنگ نہیں کرنا' اچھی بچی بن کے رہنا ہے۔ پکے پرامس کرتے ہوئے مینو نے جواباً مجھے لمبی چوڑی فرمائشیں گنوائیں جو میں نے نوٹ کر لیں۔

♥.....♥.....♥

میں نازنین سے ناراض تھا۔ ناراض ہی گیا.....مگر وہاں جا کے یہ ناراضی خود بخود دور ہو گئی۔ اس پہ اداسی کا رنگ غالب آ گیا تھا۔ کچھ بھی تھا چاہے وہ مجھ سے کئی کتراتی تھی' مجھ سے اکیلے میں بات تک کرنا پسند نہیں کرتی تھی مگر ہم ایک چھت کے نیچے تو رہتے تھے۔ محبت کرنے والوں کے لیے یہ احساس بھی کتنا خوش کن ہوتا ہے۔ میں تو اس فضا میں سانس بھی کسی متبرک چیز کی طرح اپنے اندر اتارتا تھا جس فضا میں وہ سانس لیتی تھی۔ اس کا چہرہ تو صبح شام نظر آتا تھا۔ ارے ہاں چہرہ تو یہاں بھی نظر آتا ہے۔ وہ جو مینو نے سرپرائز گفٹ بلکہ گفٹ دیئے تھے ان میں سے ایک نازنین کی خوب صورت فریم شدہ تصویر بھی تو تھی۔

''ارے میری مینو گڑیا' اب تو یقین کرنا ہی پڑے گا کہ تم واقعی بڑی ہو گئی ہو۔''
میں نے نیٹ پہ چیٹنگ کرتے ہوئے اسے کہا۔ مجھے اس کا تحفہ دینے کا یہ انداز پسند آیا تھا۔

''اور وہ آپ کا پرامس؟ آپ نے کہا تھا ناں کہ آپ مجھے بتائیں گے آپ کو سب سے اچھا گفٹ کون سا لگا؟'' اس نے لکھ بھیجا۔ اس بڑے سے پیکٹ میں سب سے اوپر وہ پنک پینتھر رکھا تھا جو مینو کو بہت عزیز تھا۔ بچپن سے وہ اسے اپنے ساتھ بھینچ کر سونے کی عادی تھی۔ اس کی ماما نے بہت کوشش کی یہ عادت چھڑانے کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ حتیٰ کہ اگر وہ کسی کے ہاں رات رکتیں تو دیگر سامان کے ساتھ بیٹی کا یہ اسٹفڈ ٹوائے بھی رکھنا پڑتا جس کے بغیر وہ سونے پر تیار نہ ہوتی تھی۔ ہمارے گھر بھی یہ پنک پینتھر اس کے ساتھ چلا آیا جو کبھی اِدھر اُدھر ہو جاتا تو مینوز مین آسمان ایک کر دیتی تھی۔ ناز داس بات کا خاص دھیان رکھتی تھی کیونکہ پنک پینتھر ہی اس کی ''نینڈ'' تھا اور اب وہ میرے ساتھ جاپان میں تھا۔ میں حیرت زدہ سا اسے ہاتھ میں لیے کھڑا رہا۔ اسے مجھے دینے کا بھلا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ کیا اب وہ اسے گلے سے لگائے بغیر سو جائے گی؟ اس کے نیچے لفافہ تھا۔ میں نے اٹھایا تو اس میں سے ایسے بہت سے رنگ برنگ گرینٹنگ کارڈز نکل کے بکھر گئے جو شاید مینو نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے۔ کوئی ''آئی مس یو'' کا..... کوئی ''سی یو اگین'' کا اور سب سے نیچے وہ فریم پڑا تھا جسے اٹھا کے میں نے پلٹا تو رنگ ہی رنگ میرے اردگرد پھیل گئے۔ وہ نازنین کی ایک خوب صورت تصویر تھی۔ میں نے اسے اپنے سنگل بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پہ سجا دیا۔ پنک پینتھر کو تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے بٹھایا اور وہ درجن بھر کارڈز سامنے والی دیوار پہ چسپاں کر دیئے۔ میرا ڈیڑھ کمرے کا ڈربا نما فلیٹ سج سا گیا اور اب وہ پوچھ رہی تھی مجھے ان میں سے کون سی چیز پسند آئی۔

''پہلے تم یہ بتاؤ تم نے مجھے اپنا پنک پینتھر کیوں دیا؟ اب تم کیسے سوؤ گی۔؟''

''سو جاؤں گی۔ آپ نے ابھی مانا ہے کہ میں بڑی ہو گئی ہوں۔''

''اوہو تو تمہارا خیال ہے میں چھوٹا ہو گیا ہوں' اب اس بدشکل کی ضرورت مجھے ہے۔''

''پلیز..... پلیز..... میرے کیوٹی سے پنکو کو کچھ مت کہنا اور میں جانتی ہوں آپ چھوتے نہیں مگر گھر سے دور تو ہیں۔ بلیوی' میرے پنکو کو گلے سے لگا کے تسلی دینا اور پیار سے سلانا بہت اچھی طرح آتا ہے۔ نئے ملک میں' نئے گھر میں شروع شروع میں آپ کو نیند نہیں آئے گی۔ ہم سب یاد بھی بہت آئیں گے۔ ایسے میں یہ پنک پینتھر ہی آپ کو سلائے گا۔ آزمائش شرط ہے۔''

اس کا جواب پڑھ کے میں سن رہ گیا۔ کہنے کو یہ ذرا سی بات تھی۔ اس نے اپنا ایک عام سا کھلونا ہی مجھے دیا تھا مگر میں ہی جانتا تھا یہ اس کے لیے معمولی کھلونا نہ تھا۔ وہ پچھلے بارہ سال سے اسے بازوؤں میں بھر کے سونے کی عادی تھی۔ گہری نیند کے دوران بھی اسے اس کے بازوؤں سے نکال لیا جاتا تو وہ ہڑبڑا کے جاگ جاتی تھی۔ پتا نہیں اس نے اپنی کتنی راتوں کی نیند برباد کر کے مجھے یہ سوغات دی تھی اور اس کی وجہ کتنی اچھوتی تھی۔ کوئی سنے تو ہنس پڑے کسی معصوم بچی کی حماقت یا سادگی جان کے..... مگر سمجھو تو اس میں کتنی گہرائی تھی۔

''کہاں گم ہیں آپ؟ کیا سو گئے؟'' دوسری بار اسکرین پہ لکھا آیا۔

''ہاں سو گیا تھا' تمہارے کیوٹی پنکو نے لوری گا کے سنائی۔''

''میرے پنکو کا مذاق مت اڑائیں اور میرے سوال کا جواب دیں' آپ کو کیا چیز سب سے اچھی لگی۔'' وہ اپنے سوال کا جواب جاننے پر مُصر تھی۔

''کارڈز اچھے تھے۔ تصویر بھی اچھی تھی۔ نہیں میرا خیال ہے تصویر زیادہ اچھی تھی۔''

''مجھے پتا تھا۔ یہی کہیں گے آپ۔''

''پوری بات تو سن لو پارٹنر.....اور وہ یہ کہ ان دونوں سے بھی اچھا تھا تمہارا پنک پیلتھر۔'' یہ جواب میں نے اس کا دل رکھنے کو نہیں دیا تھا بلکہ پوری سچائی سے کہا تھا۔

''کوئی نہیں جی۔'' آپ ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ کو سب سے زیادہ پیا کی فوٹو والا گفٹ پسند آیا ہوگا اور آنا بھی چاہیے ورنہ میں پیا کو بتا دوں گی وہ آپ کی سگریٹ والی بات.....''

''اچھی دھونس ہے۔'' اب تم بلیک میلنگ پہ اتر آئی ہو۔ بھئی کوئی زبردستی ہے کیا؟ مجھے جو اچھا لگے گا اسی کا نام لوں گا۔''

''مگر پیا کی فوٹو والا گفٹ زیادہ اچھا ہے۔'' وہ اپنی بات پہ اڑ گئی۔ ''آپ کو کوئی دوسری چیز اس سے زیادہ بہتر کیسے لگ سکتی ہے۔''

''اس لیے کہ نیچرل سی بات ہے۔ جو نیند اڑائے گا وہ اچھا لگے گا یا نیند لانے والا؟ ظاہر ہے نیند لانے والا۔''

''میں سمجھی نہیں۔''

''سمجھو گی بھی نہیں۔ اس لیے کہ تم ابھی ''اتنی'' بھی بڑی نہیں ہوئیں۔''

یہ جاپان آنے کے بعد دوسرے یا شاید تیسرے دن کی بات ہے جب میں نے اس سے پہلی بار نیٹ پہ چیٹنگ کی تھی۔ اس کے بعد یہ ہمارا معمول بن گیا۔ حالانکہ ماما سے فون پہ بات ہوئی تو انہوں نے بتایا تھا کہ مینو خاصی بیمار ہے۔ اس کا بخار اترتا ہی نہیں۔ اس کے باوجود وہ روزباقاعدگی سے آن لائن ہوتی۔ میں پوچھتا تو مکر جاتی۔

''میں کب بیمار ہوں۔ آنٹی بھی بس۔''

''تمہاری اس پینڈو پیا کو کمپیوٹر آپریٹ کرنا آیا یا نہیں؟'' میرا دل چاہتا تھا کہ وہ

فون پہ نہیں تو کم از کم نیٹ کے ذریعے ہی مجھ سے رابطہ رکھے لیکن اسے کبھی بھی کمپیوٹر سے کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔

''کہاں.....وہ تو اپنی ہاؤس جاب میں بزی ہیں۔ ٹائم ملے تو یا سو سو کے گزارتی ہیں یا پھر میرے ساتھ لوڈو کھیل کے۔ آنٹی نے انہیں کچن میں جانے سے بھی منع کر دیا ہے۔ وہ اتنی تھکی جو ہوتی ہیں۔''

میرا کورس ختم ہونے میں بس دو ماہ رہ گئے تھے۔ اب نازنین سے ملنے کی ہڑک زیادہ ہونے لگی تھی۔ ماما نے تو میری واپسی سے پہلے ہی میری شادی کی تیاریاں بھی شروع کر دی تھیں۔ ایک دن اتفاقاً وہ مجھے فون پہ ''میسز'' آ گئی۔

''جی میں ٹھیک ہوں۔ ہولڈ کرو آنٹی کو بلاتی ہوں۔'' وہ ایک آدھ عام سی بات کے بعد ہی رفو چکر ہونا چاہتی تھی کہ میں نے روک لیا۔

''پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ مجھے یاد کرتی ہو؟'' بڑی آس سے میں نے پوچھا تھا۔

''ہوں' کرتی ہوں۔'' بڑی مدھم سی آواز آئی۔ میں نے سکون بھرا سانس لیا۔ ورنہ اس سے کیا بعید تھا کہہ دیتی' وقت ہی نہیں ملتا کسی کو یاد کرنے کا۔

''کتنا یاد کرتی ہوں؟''

''یہ کیا سوال ہوا؟'' اس کی مدھر سی ہنسی میرے آس پاس کھنکی ''بس کرتی ہوں.....کتنا؟ مینو سے تو کم ہی کرتی ہوں۔'' یہ جواب مجھے بہت عجیب اور بے محل سا لگا۔

''مینو کے یاد کرنے میں اور تمہارے یاد کرنے میں کچھ تو فرق ہوگا؟'' میں نے اسے اپنے اور اس کے رشتے کی نوعیت کا احساس دلانا چاہا جو اس بات کا متقاضی تھا

کہ اس کے میرے لیے جذبات مینو سے الگ ہوتے' منفرد ہوتے۔

''کوئی ایسا ویسا فرق؟ بہت فرق ہے۔ جتنا وہ تمہیں یاد کرتی ہے اس کے مقابلے میں' میں تو کیا کوئی بھی تمہیں یاد نہیں کر سکتا۔''

اس کی اس بات نے مجھے اتنا دل برداشتہ کیا کہ میں نے لائن ہی ڈس کنیکٹ کر دی۔ میں دل میں غبار لے کے وہاں سے چلا تھا۔ اس سے دوری کے احساس نے اس غبار کو ہلکا ضرور کیا تھا لیکن اب وطن واپس لوٹتے ہوئے یہی غبار دوبارہ میرے دل پہ چھایا ہوا تھا۔ جس کی وجہ صرف اور صرف وہ تھی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

سب کو اندازہ تو تھا کہ میں اسی ماہ واپس لوٹ آؤں گا مگر میں جان بوجھ کر انہیں کنفرم ڈیٹ نہیں بتا رہا تھا بلکہ یہ تاثر دے رہا تھا جیسے کسی ضروری کام کی وجہ سے مجھے ابھی چند ہفتے اور رکنا پڑے گا۔ دراصل میں اچانک گھر آ کے سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا اور میں نے یہی کیا۔

اوائل اپریل کی ایک خوشگوار صبح تھی۔ ابھی سورج کی حدت پھیلی نہیں تھی۔ اس لیے موتیے کی خوشبو میں رچی بسی ہوا بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ ورنہ تو لاہور میں اپریل سے پہلے پہلے گرمیاں آن موجود ہوتی ہیں۔ ٹیکسی سے اتر کے میں نے موتیے کی اس خوشبو کو ایک طویل سانس لے کر اپنے اندر بھرنا چاہا۔ اس خوشبو میں اپنا پن اس لیے تھا کہ یہ میرے ہی گھر کے آنگن سے آ رہی تھی۔ دیسی موتیے کا یہ پودا میری دادی جان کے ہاتھ کا لگا ہوا تھا اور جب ان کی وفات کے بعد ہماری گوجرانوالہ آبائی مکان بکا تو ماما بس پودے کو اکھاڑ کے اپنے ساتھ لے آئی تھیں۔

''آج کل کے موتیے میں یہ خوشبو کہاں' جو اس میں ہے۔ چند سیکنڈ کے لیے مٹھی میں بھر لو تو سارا دن ہتھیلی سے مہک نہیں چھوٹتی۔ آج کل تو کاغذی موتیا اگایا جا رہا ہے۔ صبح صبح گھر سے نکلتے ہوئے یہ خوشبو گویا محسوسات پہ سوار ہو کے ہمراہ ہو جاتی تھی۔ نازو آئی تو یہ خوشبو گھر کے باہر لان میں ہی نہیں بلکہ گھر کے اندر تک پہنچ گئی۔ وہ مٹی کی پیالی میں صبح صبح ہی موتیے کی کلیاں بھر کے لاؤنج میں رکھ دیتی تھی۔ جہاں سے وہ شام تک مہک بکھیرا کرتیں۔ ہمارے گھر کو کسی ائر فریشنر کی ضرورت نہ رہی تھی۔

نازو..... نازنین..... پتا نہیں میرا دل بہانے بہانے سے ہر بات میں اس کا ذکر کیوں لے آتا ہے۔ میں نے قدم آگے بڑھائے۔ مین گیٹ سے جھانک کر اندر کا جائزہ لینے کے لیے میں نے پنجے اچکا کے دیکھا۔ عرصے بعد اپنے گھر کا آنگن دیکھنے سے دل ونظر کو جو آسودگی اور طمانیت حاصل ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو اس تجربے سے گزر چکے ہوں۔ اسی احساس نے میرے لبوں پہ ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلا دی۔ لان میں لگے املتاس اور سنبل کے پیڑ پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ املتاس کے پیلے پیلے گچھے..... جیسے مایوں کی دلہن نے گہنے لٹکا رکھے ہوں اور سنبل کے سرخ بڑے بڑے پھول جن کا ایک بڑا سا ڈھیر نیچے بچھی گھاس پہ بھی لگا ہوا تھا۔ جامن اور آم کے درختوں پہ ہلکا سا بور اتر آیا تھا۔ البتہ لیموں کا پودا بڑا ویران ویران سا نظر آیا۔ چند ایک کچے ہرے لیموؤں کے علاوہ اور کوئی لیموں نہ تھا۔

''لگتا ہے آج کل میں ہی ماما نے لیموں کا اچار ڈالا ہے۔'' میرے منہ میں پانی بھر آیا۔ پورٹیکو میں اور انٹرلیس ڈور کے پاس لگی لائٹیں اب تک آن تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی تک کوئی باہر نہیں نکلا۔ سب سے پہلے پاپا نماز کے لیے نکلا کرتے تھے اور ایسے میں وہ مین گیٹ ان لاک کر جاتے تھے۔ اندرونی غلے ڈور کی ڈپلی

کیٹ چابی ان کے پاس ہوتی تھی اور جو ایک میرے پاس بھی رکھی تھی جسے میں اس وقت اس لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا کہ مین گیٹ پہ اب تک دو دو تالے لگے ہوئے تھے۔ میرا سرپرائز دینے کا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ آخر کار وہاں دس منٹ تک کھڑے جائزہ لینے کے بعد میرا ہاتھ کال بیل کی طرف گیا۔ اتنے میں' میں نے لائٹیں آف ہوتے دیکھیں۔

''لگتا ہے پاپا باہر آ رہے ہیں۔ او کے..... ناٹ بیڈ' ان کو اپنے سرپرائز میں شامل کر لیتا ہوں۔'' میں دونوں ہاتھ گیٹ کے جنگلے پر جما کے کچھ اور اوپر ہوا تا کہ اندر سے آتے پاپا کو صاف نظر آ سکوں مگر دروازے سے میں نے جسے باہر نکلتے دیکھا وہ پاپا نہیں کوئی اور تھا۔

''نازنین!'' میر دل نے ایک بیٹ مس کی مگر وہ نازو نہیں تھی۔ اسے میں نے کبھی بھی جاگنگ سوٹ میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ جو بھی تھی اب میری جانب پشت کیے اپنے ٹانگوں کے شہد رنگے بال ربر بینڈ میں سمیٹ رہی تھی اور نازو کے بال تو لمبے تھے' لہرے سیاہ تھے..... پھر یہ کون ہے؟ میں نے گھبرا کے گردن گھمائی اور اپنے گھر کا نمبر اور نیم پلیٹ دوبارہ پڑھی ''کہیں میں کسی اور گھر میں تو داخل نہیں ہو گیا۔'' ایک فضول سا خیال میرے ذہن میں آیا اور مجھے خود ہی اس حماقت پہ ہنسی آ گئی۔ دوبارہ نظر وہاں ڈالی تو وہ اب نیچے جھکی ایک گھٹنا زمین پہ ٹیکے اور دوسرے گھٹنے پہ ٹھوڑی جمائے اپنے شوز کے تسمے کس رہی تھی۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی جیسے وہ سیدھی ہوئی اس کی نظر مجھ پہ پڑی اور ایک ہلکی سی چیخ اس کے لبوں سے آزاد ہوئی اور ایک چیخ میرے لبوں سے۔

صبح کی اولین ساعتوں میں' ملگجے سے اجالے میں کسی کو گھر میں جھانکتے دیکھ کر

گھبرا جانا فطری سی بات تھی اور اس کے ردِ عمل میں اس کا چیخنا بھی سمجھ میں آتا ہے مگر میری چیخ خود میری سمجھ سے باہر تھی۔ یہ اصل میں اس کو پہچاننے میں کامیاب ہو جانے کی خوشی میں ماری جانے والی چیخ تھی..... یا پھر..... اس کو پہچان کر بھی یقین نہ کرنے کے اظہار کے طور پر تھی۔

وہ مینو تھی..... نرمین محمود۔

''صاعد بھیا!'' گھبرا کے پلٹنے سے پہلے پہلے وہ بھی مجھے پہچان گئی تھی اور اب دوڑ کے میرے پاس آ رہی تھی۔ چند قدموں کا فاصلہ اس نے درجن بھر چیخوں کے ساتھ طے کیا۔ اب اس کی چیخیں میرے آنے کی خوشی میں تھیں۔ میرے سارے سرپرائز کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا اس لڑکی نے۔

مگر ابھی بہت سے اور سرپرائز میرے منتظر تھے!

♥.....♥.....♥

''کیا تمہیں پتا تھا' میں آج آنے والا ہوں؟'' میں نے مینو سے پوچھا۔

''سچی بتاؤں' نہیں..... میں تو جاگنگ کرنے نکلی تھی۔''

''جاگنگ..... اور تم؟ تم تو جس جگہ بیٹھ جاؤ' ہلتی بھی مشکل سے ہو..... پھر یہ جاگنگ؟'' میں حیران ہوا' وہ جھینپ گئی۔

''کوئی نہیں جی.....'' وہی اس کا مخصوص فقرہ' وہی پرانی زور سے سر ہلا کے نفی کرنے کی عادت۔ اب وہ مجھے جانی پہچانی سی لگی ورنہ ڈھونڈنے سے بھی میں اس میں دو سال پہلے والی کوئی بات نہیں پا رہا تھا۔

اتنے میں نازو اپنے کمرے سے نکلتی دکھائی دی۔ وہ شاید صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سیدھی یہیں آ رہی تھی' میرے آنے کی خبر سن کر۔ اس کا سفید کروشیے کی بیل والا دوپٹا اس کے گرد بالکل نماز پڑھنے والے انداز میں لپٹا ہوا تھا۔ اس کا سارا سر' بال اور رخساروں کا ایک حصہ اس کے دوپٹے میں چھپا ہوا تھا اور باقی چہرے پر دوپٹے کے

کناروں پر لگی کروشیے کی بیل کے سائے جھلک رہے تھے۔ وہ بالکل ویسی ہی تھی۔ اتنی ہی حسین' اتنی ہی باوقار اور......اور اتنی ہی سرد۔

آج بھی اس کے انداز میں میرے لیے کوئی وارفتگی' کوئی والہانہ پن نہیں تھا حالانکہ میں پورے دو سال بعد اس کے رُو برو تھا۔ ہاں' وہ خوش تھی مگر میں جانتا تھا یہ خوشی ویسی ہی خوشی تھی' جیسی خوشی اسے گھر کے کسی بھی دوسرے فرد کے واپس لوٹنے پر ہوتی۔ اس خوشی مین ایسا کوئی اظہار نہ تھا جو مجھے اسپیشل بناتا۔ اسے سامنے پا کے میرے سرد ہوتے وجود میں جو پھر سے ایک چنگاری بھڑکی تھی' وہ اس کے عام سے رویّے نے بجھا کے رکھ دی۔

''اف' میں بتا نہیں سکتی' میں آج کتنی خوش ہوں۔'' مجھے آئے بیس منٹ ہی ہوئے تھے اور ان بیس منٹوں میں مینو نے بلاشبہ بیسویں مرتبہ یہ فقرہ ادا کیا۔

''بیٹا' تمہیں بتانے کی ضرورت بھی نہیں کہ تم کتنی خوش ہو۔ یہ تمہیں دیکھ کے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔'' پاپا نے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ واقعی خوشی اس وقت کرنوں کی طرح اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس کی بلوریں آنکھیں ہیرے کی کنی جیسی دمک رہی تھی اور اس کی آواز میں چہکاریں کھنک رہی تھیں۔

''صاعد بھیا کے لیے ناشتا میں تیار کروں گی۔'' اس نے یہ اعلان کر کے مجھے اور بھی حیران کیا۔

''ارے......تمہیں ناشتا بنانا آ گیا؟''

''یوں کہو کہ تمہیں انڈا ابالنا' توس پر جیم لگانا اور کپ میں چائے مکس کرنا آ گیا؟'' نازنین نے ہنستے ہوئے چوٹ کی اور اس کی ''صلاحیتوں'' کی تفصیل بیان کی۔

''بس تو پھر میں آج مینو کے ہاتھ کا ابلا ہوا انڈا اور اسی کے ہاتھوں سے توس پر جیم لگوا کے کھاؤں گا۔''

''اور وہ جو نازنین پوریوں کے لیے میدہ گوندھ کے آئی ہے' تمہیں حلوا بھوننے کی خوشبو نہیں آ رہی؟'' ماما نے اس کی کارکردگی گنوائی' تب مجھے احساس ہوا کہ وہ پچھلے پندرہ منٹ سے کچن میں کیا رہی ہے۔ میں جو دل ہی دل میں اس کے اٹھ کر جانے پر خفا تھا' اب مطمئن ہو گیا۔ ''اسے اب بھی میری پسند کا خیال ہے۔'' یہ احساس ڈوبتے ہوئے دل کو تقویت دے رہا تھا اور ایسا سوچتے ہوئے میں نے مینو کے پھیکے پڑتے چہرے کو بہت سرسری سا دیکھا۔

میرے آنے کی خبر سن کے اگلے ہی دن صائم بھائی جان بھی اپنی فیملی کے ساتھ آ گئے۔ ماما کی صحت اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ عملی طور پر گھر کے کسی کام میں زیادہ حصہ لے سکیں۔ رودابہ بھابی کو اب خیر سے ''مہمان'' ہونے کا اسٹیٹس حاصل تھا یوں نازنین بھرپور طریقے سے مصروف ہو گئی۔ ویسے بھی وہ آج کل گھر پر ہی ہوتی تھی۔ ہاؤس جاب مکمل کر لینے کے بعد اب تک اس نے آگے کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں کیا تھا۔ شاید وہ ماما کی شادی کی تیاریاں دیکھ کے رک گئی ہو۔ جو بھی تھا' اس کی اس فراغت کے حوالے سے میں نے جو خواب دیکھ رکھے تھے' وہ ان گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی صرف خواب ہی رہے۔ میرے لیے اس کے پاس وقت ہی نہ بچتا تھا۔ میں صائم بھائی جان کے بچوں اور مینو کی کمپنی میں دل بہلانے لگا اور رصائب تو تھا ہی۔

اس دن کیرم کھیلتے ہوئے اچانک میری نظر مینو کی کلائی پہ گئی' میں چونک اٹھا۔ اس کی سڈول بے تحاشا سفید رنگ والی کلائی سیاہ نگینے والے نازک سے گولڈ بریسلٹ

میں جگمگا رہی تھی۔

"یہ..... یہ بریسلٹ مینو.....؟" میں نے گیم روک کر اس کی کلائی میں جھولتے اس خوبصورت بریسلٹ کی جانب اشارہ کیا جو پہلی نظر میں ہی مجھے بہت پسند آیا تھا۔

"اچھا لگ رہا ہے ناں..... پیا نے دیا ہے۔" اس نے کوئین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"پیا نے....." نازنین نے میرا اتنی محبت سے دیا ہوا تحفہ اسے دیتے ہوئے ایک بار بھی یہ نہ سوچا ہوگا کہ مجھے کیسا لگے گا؟ میرا دل اب گیم میں نہیں لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا پارٹنر؟" مینو نے میری بے دلی بھانپ کے مجھ سے میرے ہی اسٹائل میں سوال کیا۔

"تمہیں میرے گفٹس کیسے لگے مینو! میرا مطلب ہے میں تمہارے لیے گفٹس لاتے ہوئے یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ دو سال کے عرصے میں تم بڑی بھی ہو سکتی ہو اور وہ بھی اتنی بڑی..... میرے ذہن میں تو وہی چھوٹی سی' کچھ موٹی سی مینو تھی۔ میں نے سبھی سٹفڈ ٹوائز' باربی ڈولز اور چاکلیٹس ہی خریدے تھے اور تو اور تمہارے لیے وہ ڈریس بھی خریدا جو نہ تو اب تمہیں آ سکتا ہے نہ کوئی تمہیں پہننے دے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہیں تو وہ آپ کے دیے ہوئے گفٹس۔ اس لحاظ سے وہ مجھے اتنے عزیز ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے اور بے فکر رہیں چاکلیٹس میں اب بھی کھاتی ہوں اور ہمیشہ کھاتی رہوں گی۔ اسٹفڈ ٹوائز میرے دوست اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور اف..... وہ آپ کا لایا جائنٹ سائز پنک پینتھر..... لگتا ہے ان ...ں میں میری طرح میرا کیوٹی پنکو بھی بڑا ہو کے میرے سامنے آ گیا ہے اور وہ

گپلو سا پُو..... بٹر کپ اور ٹویٹی..... سب کے سب بہت جانو ہیں۔" وہ تیز تیز بولتی ہوئی مجھے یقین دلا رہی تھی۔

"مگر وہ ڈریس..... وہ اب تمہارے کس کام کا؟ کیا تم کسی کو گفٹ کر دو گی؟" پتہ نہیں میں کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

"لو..... میں کیوں دوں کسی کو؟ نہیں پہن سکتی تو کیا ہوا' ہمیشہ میری وارڈ روب میں لٹکا رہے گا اور مجھے یاد دلاتا رہے گا کہ اسے آپ نے کتنی محبت سے خریدا تھا۔ اب اگر آپ کو سائز کا دھیان نہیں رہا تو اس سے تحفے کی قدر تو کم نہیں ہو جاتی اور اتنے پیار سے دیے گئے تحفے کو کسی اور کو دے دینا تحفے کی بھی توہین ہے اور اسے دینے والے کی بھی۔ آپ بتایئے' کیا میں آپ کے ساتھ ایسا کر سکتی ہوں؟" وہ بے حد جذباتی ہو کے وہ سب کہہ رہی تھی جو شاید میں جاننا چاہ رہا تھا۔

"تم صرف قد میں ہی بڑی نہیں ہوئیں' باتیں بھی بڑی بڑی کرنے لگی ہو اور اچھی اچھی بھی" میں واقعی اس کی سمجھ داری کا قائل ہو گیا تھا۔ کیا عمر ہو گی اس کی..... چودہ نہیں تو پندرہ برس۔ مگر اپنی عمر کے لحاظ سے وہ اس وقت واقعی بہت میچور خیالات بیان کر رہی تھی اور نازنین جسے میں بہت حساس دل کی مالک سمجھتا تھا' اس نے کیا کیا؟ میرے احساسات کی رتی برابر پروانہ کرتے ہوئے اس نے میرا تحفہ کسی اور کو دے دیا۔ چاہے وہ اس کی چھوٹی بہن ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے بریسلٹ دیتے ہوئے اسے واضح الفاظ میں بتایا تھا۔

"اسے شوکیس میں دیکھ کے پہلا خیال جو میرے دل میں آیا تھا وہ یہی تھا نازو..... کہ اسے یہاں نہیں' تمہاری کلائی میں ہونا چاہیے۔ میں جانتا ہوں تمہیں چوڑیاں پہننا اچھا نہیں لگتا۔ عید پر بھی تم چند گھنٹوں کے لیے صرف ماما کے اصرار پر

پہنتی ہو کیونکہ تمہیں ان کی آواز' ان کا شور پسند نہیں مگر یہ بریسلٹ' یہ اتنا ہی خاموش ہے نازو جتنی کہ تم اور اس خاموشی میں بھی اس کے اندر اتنی ہی کشش ہے جتنی تم میں۔ یہ صرف تمہارے لیے بنا ہے۔ اسے ضرور پہننا نازنین! میں اسے تمہاری کلائی میں دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔''

میری اتنی لمبی بات کے جواب میں اس نے بنا کچھ کہے' میرے ہاتھ سے وہ بریسلٹ لے لیا تھا۔ میں توقع کر رہا تھا کہ وہ شاید ابھی اسے پہنے گی مگر وہ اسے مٹھی میں دبائے دوسری جانب مڑ گئی تھی اور اب میں اسے مینو کے ہاتھ میں دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں مجھ سے ذرا سا بھی لگاؤ ہوتا نازنین! تب ہی تو میری لائی ہوئی کسی چیز سے بھی تم لگاؤ محسوس کرتیں'' مجھے ایک اور شکایت پیدا ہوئی۔

یہ اس سے اگلی شام کا ذکر ہے کہ میں نے سب بچوں کو سند باد لے جانے کے لیے جلد از جلد تیار ہونے کا آرڈر دیا۔ میرا خیال تھا کہ نازنین کو بھی یہ کہتے ہوئے ساتھ لے چلوں گا کہ مجھ سے اکیلے اتنے چھوٹے بچوں کو کنٹرول نہیں کیا جائے گا۔ دراصل میں آج اس سے صاف صاف بات کرنا چاہتا تھا۔ میرے دل میں جتنے بھی گلے تھے' وہ سب کہنا چاہتا تھا۔ سننا چاہتا تھا کہ میری شکایتوں کا اس کے پاس کیا جواب ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وضاحتوں سے دل کی بات کھل کے سامنے آئے اور میری شکایتیں بس بے بنیاد ہی ثابت ہوں۔ ان سب کے لیے ضروری تھا کہ ہماری تنہائی میں ایک طویل ملاقات ہوتی اور اس کے لیے یہ ایک اچھا موقع تھا لیکن اس نے عین وقت پر جانے سے انکار کر دیا۔ ماما جو ان معاملات میں ذرا فرسودہ خیالات کی مالک تھیں' انہوں نے بھی نازنین سے اصرار کیا۔ شاید ان کا خیال ہو کہ نازو ان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے جانا نہ چاہ رہی ہو لیکن اس نے ان کے اصرار کو بھی اہمیت نہیں

دی۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں آنٹی! اور ویسے بھی میں وہاں جا کے کیا کروں گی' بوریت ہی ہوگی۔''

''بوریت.....!'' میں بل کھا کے رہ گیا۔ ''میرے ساتھ جانا اس کے لیے اتنا ہی کوفت کا باعث ہے تو مجھے بھی شوق نہیں۔'' بڑے خراب موڈ کے ساتھ میں بچوں کو لے کر نکل گیا مگر مینو نے اپنی دلچسپ اور معصوم باتوں کی وجہ سے جلد ہی میرا موڈ بحال کر دیا۔ وہ بے تحاشا اور بے تکان بولتی تھی مگر مزے کی بات یہ تھی کہ بندہ اس کی باتوں سے بور نہیں ہوتا تھا۔ اس کی باتیں بچپنے' بھولپن' معصومیت' بے ساختگی اور ذہانت کا عجیب امتزاج لیے ہوئے تھیں۔ ابھی میں اس کی کسی ایسی بات پر حیران ہو رہا ہوتا تھا جو بلاشبہ اس کی عمر سے بہت آگے کی سوچ کی حامل ہوتی کہ اچانک وہ کوئی ایسی بات کر دیتی جیسے وہ کوئی پندرہ سال مٹن ایجر نہیں بلکہ سات آٹھ سال کی بھولی بھالی بچی ہو۔

''میرا کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں'' میرے کسی سوال کے جواب میں اس نے بے حد اداس ہو کر کہا تھا۔

''وہ کیوں بھئی؟''

''بیسٹ فرینڈ تو وہ ہوتا ہے ناں' جس سے آپ دل کی ساری باتیں کہہ سکتے ہوں۔ اس سے اپنے سکریٹس شیئر کر سکتے ہوں۔ تو ایسی کوئی فرینڈ نہیں ہے میری۔''

''اچھا..... میرا تو خیال تھا' اب تم خاصی سوشل ہو چکی ہو۔ دن میں بیسیوں فون تو آتے ہیں تمہاری فرینڈز کے۔''

''لیکن شروع میں تو میں دوستوں کے بغیر ہی رہی ہوں۔ اب میری بہت سی

لڑکیوں سے فرینڈ شپ ہے ہے۔لیکن مجھے دوستی کرنا شاید آتا ہی نہیں۔بچپن سے دل کی باتیں دل میں رکھنے کی عادت ہے حالانکہ بھی کبھی کتنا جی چاہتا ہے کوئی تو ایسا ہو..... کوئی ایک ایسا جس سے دل کی ہر بات کہی جائے' سارے ڈر' سارے وسوسے۔''

''کیا ڈر ہے تمہیں مینو؟'' میں نے رک کے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ تینوں بچے اس وقت ہمارے سامنے ٹی کپ میں بیٹھے گھوم رہے تھے اور ان کو دیکھ کے مسلسل مسکراتی مینو کے چہرے کے سارے رنگ ایک دم پھیکے سے پڑ گئے تھے۔

''کون سے وسوسے تمہیں ستاتے ہیں؟''

''کوئی بھی نہیں.....بس ایسے ہی'' اس نے سر جھٹکا۔

''کیا تم اپنی پیاسے بھی اتنی کلوز نہیں کہ ان سے اپنی ہر بات کو سکو؟'' پہلے کی طرح ایک بار پھر میرا دل چاہا کہ ہم دونوں نازنین کی باتیں کریں۔ پتا نہیں کیسا ڈھیٹ اور بے ایمان دل تھا میرا.....سو ناراضگیوں کے باوجود اسی کی جانب ہمکتا تھا۔

''نہیں' ان سے تو بالکل بھی نہیں۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ واقعی' بہت زیادہ.....اس میں کوئی شک نہیں اور وہ میرا خیال بھی بہت رکھتی ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ان میں دوستوں والی کوئی بات نہیں۔ان کی محبت کا انداز ہی یہی ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ خیال رکھ لیا جائے۔ اور وہ مجھ سے اسی انداز کی محبت کرتی ہیں۔ میرے سونے جاگنے کا خیال' میری ڈائٹ کا خیال' میرے آرام کا خیال' میری تعلیم کا خیال' میری ضرورتوں کا خیال.....اور بس۔''

''کیا میں بھی تمہارا بیسٹ فرینڈ نہیں ہوں؟'' مجھے اس چھوٹی سی لڑکی کا چھوٹا سا دکھ بہت بڑا محسوس ہوا۔شاید اس لیے کہ میں بھی نازو کی اسی بے اعتنائی کی شکار تھا۔ وہ

دل میں اترنے کے فن سے نا آشنا تھی۔نہیں جانتی تھی کہ جن سے محبت کی جائے' ان کا صرف خیال ہی نہیں رکھتے بلکہ پروا بھی کرتے ہیں۔

''لیکن میں آپ سے بھی اپنے سیکریٹس تو شیئر نہیں کر سکتی۔'' وہ بے چارگی سے بولی تو مجھے اچانک ایک عجیب سا خیال آیا۔وہ بار بار کن سیکریٹس کا ذکر کر رہی تھی کہیں کوئی لڑکا.....؟نہیں نہیں.....میں نے اس خیال کو جھٹکنا چاہا۔وہ ابھی چھوٹی ہے' بہت چھوٹی۔ میں نے خود کو یقین دلانا چاہا اور اس کی کوشش میں اسے دیکھا تو میرا یقین ڈگمگا سا گیا۔بلیک جارجٹ کی ہاف سلیوز فٹنگ والی شارٹ شرٹ کے ساتھ اس نے ڈارک گرے ویلوٹ کا نائٹ ٹراؤزر پہن رکھا تھا جس کے چست پائنچوں پر بلیک ایمبرائیڈری تھی۔ بلیک اور گرے ڈاٹس والا شفون کا لمبا سا دوپٹا ایک جانب شانے پر جھول رہا تھا۔اس کی بے حد سفید چمکتی ہوئی رنگت سیاہ لباس میں خاصی نمایاں ہو رہی تھی اور گولڈ کی نازک سی چین اس کی کالر لبون کی خوبصورتی کو اجاگر کر رہی تھی۔اس کی اسکن نوعمری کی شادابی اور جگمگاہٹ لیے ہوئے تھی۔ بھوری آنکھیں تیز روشنیوں کی زد میں اور بھی کانچ سی لگ رہی تھیں۔لائٹ کلر کی لپ اسٹک کے ساتھ ہونٹوں کے اوپر والا سیاہ تل بڑا نچ رہا تھا۔وہ چھوٹی تو تھی مگر اتنی بھی نہیں کہ اس کے بارے میں ایسا سوچا نہ جا سکتا.....اور پھر چھوٹی تو وہ میرے لحاظ سے تھی۔ ویسے دیکھا جائے تو وہ ٹین ایج میں داخل ہو چکی تھی۔اپنے او لیول کے ایگزام دے چکی تھی اور اگلے چند دنوں تک کالج جانے والی تھی۔ وہ اس عمر میں تھی کہ بلاشبہ ایسے خواب دیکھ سکتی تھی' ایسی سوچیں پال سکتی تھی جو کسی بہت گہرے دوست کے علاوہ اور کسی سے شیئر نہ کیے جا سکتے ہوں۔

''تو کیا واقعی کوئی لڑکا.....؟ کوئی محبت و جت کا چکر؟ پل بھر کے لیے میری ساری آزاد خیالی' روشن خیالی کہیں چھپ گئی۔ مجھے یہ سوچ ہی پریشان کر گئی کہ پتا نہیں

وہ لڑکا کون ہوگا' کیسا ہوگا؟ مینو سے اس کے تعلقات کس نوعیت کے ہوں گے؟ کیا وہ ملتے رہتے ہیں.....اور اگر ہاں تو کیسے.....کہاں؟ مجھے اچانک ہی اس کے ہاتھ میں پکڑے اس سیل فون پر بھی اعتراض پیدا ہوگیا۔ ابھی اس کی عمر کیا ہے جو یہ پرسنل نمبر رکھنے لگی ہے؟ دن میں کتنی ہی مرتبہ اسے موبائل کان سے لگائے بات کرتے دیکھتا ہوں اور ہوسکتا ہے وہ لڑکا صائب ہو ایک ہی گھر میں.....! اپنی اس دقیانوسی سوچ پر مجھے خود حیرت ہوئی اور اس کی اس بات کی وضاحت بھی خود بخود ہوگئی کہ وہ کیوں مجھے اپنا بیسٹ فرینڈ نہیں مان سکتی۔ میں نے ذرا لبرل اور نیوٹرل ہوتے ہوئے خود کو سمجھانا چاہا۔

یہی تو ساری خرابی ہے' ہم لوگ اپنی نئی نسل کی ہر اس سوچ کو کچلنا چاہتے ہیں جو اس کی عمر کا تقاضا ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم ان کی انگلی تھامیں' انہیں بھلے بُرے کی تمیز سکھائیں' اونچ نیچ بتائیں ہم ان پر قدغن لگا دیتے ہیں۔ منہ زور جذبات کو راستہ نہ ملے یونہی چور دروازے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر میرا خدشہ درست ہے تب بھی مجھے مینو سے سختی سے کام نہیں لینا چاہیے ورنہ وہ چھپ کے سب کچھ کرلے گی اور خدانخواستہ کوئی نقصان بھی اٹھا سکتی ہے۔ مجھے ایک دوست' ایک ہمدرد بن کے اس کے دل کی بات جاننا ہوگی اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا ہوتا کہ وہ درست ہے یا غلط؟ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ درست ہے یا غلط۔

''مینو! تم بلا جھجک مجھ سے اپنے دل کی ہر بات کرسکتی ہو۔ یقین کرو' میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمہارا تو پتا نہیں مگر میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا بیسٹ فرینڈ مانا ہے اور ایسا سوچتے ہوئے میں کبھی اپنی اور تمہاری عمر کے فرق کو بیچ میں نہیں لایا اور تم بھی اس فرق کو ذہن سے نکال دو۔ صرف اتنا دھیان میں رکھو کہ یہ شخص جو تمہاری عمر کے

فرق کو بیچ میں نہیں لایا اور تم بھی اس فرق کو ذہن سے نکال دو۔ صرف اتنا دھیان میں رکھو کہ یہ شخص جو تمہارے سامنے کھڑا ہے' وہ تمہارا سب سے بڑا خیر خواہ ہے.....اور سب سے اچھا دوست بھی بن سکتا ہے اگر تم اس پر اعتماد کرو تو.....''

''کیا واقعی؟'' اس نے تصدیق طلب انداز میں مجھے دیکھا۔ ''مجھے بھی لگتا ہے کہ گھر میں کسی نہ کسی کو اس بات کا علم اب ہو جانا چاہیے۔''

''ناؤ ٹیل می.....کیا ہے وہ سیکریٹ.....کیا کوئی.....کوئی لڑکا ہے؟''

''ہاں'' اس نے بلا کسی تامل کے اثبات میں جواب دیا اور میں مشکل میں پڑ گیا۔ اب ایک طرح سے میرا امتحان شروع ہونے والا تھا۔ اس سے سوال کرتے ہوئے اندر ہی اندر کہیں میں چاہ رہا تھا کہ وہ میری بات پر کچھ جھنجلا کے' کچھ شرما کے کہے گی ''نہیں بھئی' تو یہ صاعد بھیا! آپ بھی ناں بس.....ایسی کوئی بات نہیں۔''

لیکن وہ بڑے آرام سے مان گئی تھی کہ اس کی پریشانی کی وجہ ایک لڑکا ہے۔ میں اس سے ایک راز دار دوست بننے کا وعدہ کر بیٹھا تھا لیکن مجھے لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت میرے ''براڈ مائنڈڈ'' ہونے کا بھانڈا پھوٹ سکتا ہے۔ ''اپنے گھر کی بچی' اپنے ہاتھ میں پل کے بڑی ہوئی بچی.....اور اس سے اس کے افیئر کے بارے میں سننا بڑا دل گردے کا کام ہے۔ میرا تذبذب شاید میری خاموشی سے ظاہر ہو رہا تھا' جس پر الجھ کے وہ پھر بولی۔

''کیا ہوا.....آپ کچھ پوچھیں گے نہیں؟''

''ہاں.....وہ.....کیا کرتا ہے وہ لڑکا؟'' اپنے آپ پر قابو پا کے میں نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھا۔

''تنگ کرتا ہے۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔

''کیا.....کیا کرتا ہے؟'' میں چونکا۔

''تنگ کرتا ہے.....اور کیا' یہی تو کہہ رہی ہوں''

''کون ہے وہ؟'' میں نے تفصیل جاننا چاہی۔اس کی ادھوری باتیں میرے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

''لو.....بھلا مجھے کیا پتا۔ پتا ہوتا تو اب تک دماغ نہ ٹھکانے لگا چکی ہوتی جناب کے.....پتا نہیں کون لفنگا ہے۔ناک میں دم کر کے رکھا ہے۔آج کل تو فری ہوں' گھر پہ ہوتی ہوں اس لیے قدرے سکون ہے ورنہ اسکول جاتے ہوئے اس بدتمیز نے اس قدر عاجز کر رکھا تھا کہ گھر سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔میری وین کی لڑکیاں بھی میرا مذاق اڑانے لگی تھیں۔کبھی فضول کے اشارے' کبھی خط پھینکنا۔باقاعدہ آواز لگا کے میرا سیل نمبر مانگا کرتا تھا' لوفر.....ارے.....آپ ہنس رہے ہیں۔''

''بات ہی ہنسنے والی ہے۔'' میں اسے اپنے اندازوں کے بارے مین اور ان کے غلط ثابت ہونے کا بتانا نہ چاہتا مگر ہنسی تھی کہ رک نہ رہی تھی۔

''میں جانتی تھی کہ کوئی میری بات پر یقین نہیں کرے گا' نہ اسے سیریسلی لے گا۔ الٹا میری یہ پرابلم ہنسی میں اڑا دی جائے گی لیکن یہ تو میں جانتی ہوں کہ اس لڑکے کی وجہ سے میں کتنی ٹینس رہتی ہوں۔''

''ہوتا ہے مینو ایسا ہوتا ہے۔اب تم بڑی ہوگئی ہو۔ان چھوٹے موٹے پرابلمز کو فیس کرنا بلکہ انہیں ہینڈل کرنا بھی سیکھو ورنہ تمہیں ہراساں دیکھ کے وہ اور بھی دلیر ہوگا۔ایسے سڑک چھاپ رومیو قدم قدم پر ملیں گے تمہیں۔ارے کچھ کرتے کراتے نہیں یہ چوہے.....جسٹ اگنور ہم۔'' میرا خیال تھا کہ چونکہ اس کے ساتھ نیا نیا یہ واقعہ گزر رہا ہے' اس لیے وہ اسے سیریسلی لے رہی ہے ورنہ کالج جانے والی ہر ٹین ایج لڑکی کو

کم و بیش اسی پرابلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ بھی آہستہ آہستہ پاکستان کی اس نئی اور نوجوان نسل کی اس موسٹ پاپولر ایکٹی ویٹی کی عادی ہو جائے گی۔

''آپ نے اسے دیکھا نہیں ہے ناں.....اس لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں صاعد بھیا! وہ بالکل کوئی کریمنل لگتا ہے۔میں نے اس کے خط وہیں اس کے سامنے پھاڑ کے پھینک دیے تھے۔کئی ایک تو پڑھے بغیر.....ورنہ آپ کو دکھاتی اور آپ کو اندازہ ہوتا۔اس نے مجھے کئی خطرناک دھمکیاں دی ہیں۔کبھی اغوا کرنے کی' کبھی تیزاب پھینکنے کی' کبھی کچھ' کبھی کچھ۔میں نے اس کے پہلے دو تین خط ہی پڑھے تھے پھر خوف زدہ ہو کے پڑھنا چھوڑ دیا۔''

''اچھا.....'' میں اب ذرا سا فکرمند ہوا'' دیکھتے ہیں بھئی اس کو بھی کس کی موت آئی ہے جو ہماری پرنسس کو ٹیڑھی نظر سے دیکھ رہا ہے؟'' میں نے ہیرو والے اسٹائل میں بڑھک لگا کر اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

''میرا رزلٹ آنے والا ہے۔پھر میں کالج میں ایڈمیشن لے لوں گی اور وہی تماشا ایک بار پھر شروع۔اکثر میں اسے گھر کے باہر کھڑا دیکھتی ہوں۔کبھی کبھی مارکیٹ میں بھی نظر آتا ہے۔لگتا ہے یہیں قریب ہی رہتا ہے یا پھر میری وجہ سے یہاں منڈلاتا رہتا ہے۔میرے کالج کا پتا لگانا اس کے لیے کون سا مشکل ہوگا۔اگر یہی سب کچھ رہا تو آئی سوئیر.....میں گھر سے نکلنا بند کر دوں گی۔کالج بھی نہیں جاؤں گی'' اس کی خوف زدہ آنکھیں نمکین پانی سے بھر گئیں۔میں نے اس کی مشکل حل کرنے کا وعدہ کر لیا اور اس نے مجھ سے راز داری کی قسم لی۔

''آپ پیا کو نہیں جانتے۔ وہ ہر بات کا الٹا مطلب لیتی ہیں اور بزدل بھی بہت ہیں۔ پچھلے سات سال سے ان پر ایک ہی خوف طاری ہے اور وہ یہ کہ ہم ''کسی'' کے گھر میں رہتے ہیں اور ہمیں بے حد محتاط زندگی گزارنی چاہیے تاکہ کسی کو ہم پر اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ انہیں یہ بات بتانا بہت خطرناک ہوگا۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے' ان کا ری ایکشن کیا ہوگا؟''

♥ ..... ♥ ..... ♥

''یار' آج میری پارٹنر نہیں ہے مزہ نہیں آ رہا۔'' روز رات کو لاؤنج میں ہماری کیرم کی بازی لگا کرتی تھی۔ بچے تو جلدی ہارمان کے بارہ بجے تک سونے چلے جاتے البتہ میں اور مینو دیر تک کھیلا کرتے۔ لیٹ نائٹ کولڈ ڈرنکس کے ساتھ ایک اور دور کچھ نہ کچھ کانے پینے کا چلتا۔ مگر آج وہ نیچے نہ اتری تھی بلکہ میں نے تو اسے ڈنر ٹیبل پر بھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے پوچھنے پر نازنین نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور سنجیدگی سے صرف اتنا کہا۔

''ابھی اسے بھوک نہیں۔'' اس کے بعد میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔ واپس آتے ہی میں نے معمول کے مطابق لاؤنج میں کیرم کی محفل لگانی چاہی۔ صائم بھائی جان کے بڑے بیٹے کو دوبار مینو کو بلانے بھیجا مگر وہ یہی کہتا نیچے اترا کہ ''آبی دروازہ نہیں کھول رہیں۔'' بے دلی سے ایک آدھ گیم کھیل کے میں نے اعلان کر دیا۔

''یار' آج میری پارٹنر نہیں ہے' بالکل مزہ نہیں آ رہا۔''

گیم سمیٹتے ہوئے میں نے کہا تھا اور صبح اسے چپ چاپ سا پا کر یہی سمجھا کہ رات اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی اسی لیے نہیں آئی۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ باقاعدہ مجھ سے کترا رہی تھی۔ مجھے نظر انداز کر رہی تھی اور اگرچہ ایسا کرتے ہوئے اس کی پوری پوری کوشش تھی کہ اس کی یہ حرکت مجھے زیادہ محسوس نہ ہو پھر بھی میں نے اس دانستہ برتی جانے والی بے اعتنائی کو بُری طرح محسوس کیا۔ کوئی اور ہوتا تو اس طرح کا طرزِ عمل مجھے ہرگز نہ چونکاتا مگر وہ مینو تھی، وہی مینو جس کے ہر ہر انداز میں میرے لیے والہانہ پن اور گرم جوشی ہوتی تھی۔ مجھے اس کی کترائی کترائی سی نظروں میں ایک الجھن بھی صاف نظر آ رہی تھی۔

''بات کیا ہے مینو!''

جس طرح اس نے شام کو لان میں بیڈمنٹن کھیلنے سے منع کیا میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

''کچھ بھی تو نہیں.....بس دل نہیں چاہ رہا کھیلنے کو۔'' وہ فوراً اُسے پیشتر وہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی، یہ بات صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس کے مڑنے سے پہلے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے سامنے کھینچ کر کھڑا کیا۔

''کھیلنے کو جی نہیں کر رہا تو نہ سہی، بیٹھو تو کچھ دیر.....اور یہ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے؟ کہیں وجہ وہی نامعقول لونڈا تو نہیں؟'' اچانک مجھے اس کی واحد پریشانی یاد آئی اور میں جیسے سارا معاملہ بھانپ گیا۔ وہ میرے اندازے کی تائید یا نفی کرنے کے بجائے چوروں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

''مسئلہ کیا ہے مینو!'' ابھی میں اس کے عجیب و غریب سہمے ہوئے گریز کو سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ اندر سے نازنین کی آواز آئی۔

''مینو.....!'' وہ بہت کم اتنی اونچی آواز میں بولا کرتی تھی ..... یا شاید ایسا پہلی

بار ہوا تھا کہ میں نے اس کی اتنی بلند آواز سنی ہو لیکن اس آواز میں.....اس ایک لفظ کی پکار میں صرف یہی ایک بات ایسی نہیں تھی جو غیر معمولی محسوس ہو۔ اس آواز میں ایک تنبیہہ تھی، ایک وارننگ، ایک ناگوار سی للکار۔ میں نے اس آواز پر پہلے مینو کو ہڑبڑاتے پھر سٹپٹاتے اور پھر گھبراتے دیکھا تھا۔ انہی بدلتے رنگوں کے ساتھ وہ چند سیکنڈ کے اندر اندر وہاں سے غائب تھی اور میں حیران پریشان کھڑا تھا۔ میری عقل آنکھوں دیکھے اس واقعے کی جو توجیہہ پیش کر رہی تھی، میرا دل اسے تسلیم کرنے سے انکاری تھا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ بھلا نازنین مینو کو مجھ سے بات کرنے سے کیوں روکے گی؟'' میں نے خود ہی اپنے اس خیال کو جھٹک ڈالا لیکن کانوں سنی تصدیق کو جھٹلا نہ سکا۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

''صاعد! یار تم نازنین کے ساتھ اچھا نہیں کر رہے۔'' لان میں ٹہلتے ہوئے میں ابھی تک مینو کے عجیب وغریب رویے پر ہی غور کر رہا تھا کہ صائب نے سنجیدگی سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟'' اس نئے اور بے بنیاد الزام پر میں تو بھونچکا رہ گیا۔ کیا نازو نے اس سے کوئی شکایت کی ہے؟

''میں دیکھ رہا ہوں جب سے تم آئے ہو' مسلسل اسے اگنور کر رہے ہو۔ ایک بار بھی میں نے تمہیں اس سے مخاطب ہوتے نہیں دیکھا۔ اس گریز کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

وجہ تو تھی..... اور وہ تھی میری ناراضی..... میں روٹھ کے ذرا بے پروا سا بن کے اس پر اپنی خفگی جتانا چاہتا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میری بے پروائی اس پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟ لیکن اپنی اس بچکانا ناراضی کا جواز صائب کے سامنے بیان کرنے بجائے میں نے صرف اسے جھٹلایا۔

''غلط فہمی ہے تمہاری؟ کیا..... کیا نازو نے..... میرا مطلب ہے کیا اس نے خود تم سے یہ بات کہی؟'' اب بھی ایک خوش فہمی سی تھی کہ شاید میری کج روی پر وہ ملول ہوئی ہو۔ میری بے اعتنائی کا گلہ وہ صائب کے سامنے کر بیٹھی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہو تو پھر مجھے اس کی محبت کا ثبوت مل جائے گا۔ اس محبت کا' جس کا اقرار وہ کر ہی نہیں پا رہی۔

''کیا میری آنکھیں نہیں ہیں؟'' وہ الٹا بگڑ گیا۔ ''سب نظر آ رہا ہے مجھے۔ جان بوجھ کے اسے اگنور کرتے ہو تم۔''

''میں..... یا وہ؟'' میں نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ چند لمحے وہ مجھے کریدتی نظروں سے گھورتا رہا۔

''جہاں تک میرا خیال ہے وہ شروع سے ایسی ہی ہے۔ اپنے آپ میں سمٹ کے رہنے والی' اپنے خول میں بند۔ اس کا بی ہیوئر تمہارے ساتھ آج بھی وہی ہے جو چند سال پہلے تھا۔ ہاں' بدلے تو تم ہو۔ کہاں تو اس کے گرد منڈلاتے رہتے تھے۔ بہانے بہانے سے اس سے بات کرنے کی کوشش کرتے تھے..... اور تو اور' تمہاری نظریں گھر میں ہر وقت ہر جگہ اسے ڈھونڈتی رہتی تھیں اور وہ سامنے ہوتی تو اس پر ہی جمی رہتیں اور کہاں اب یہ حال ہے کہ وہ رُوبرو بھی ہو تو تم نظریں چرا لیتے ہو' کیا ہے یہ سب؟''

''اب مجھے عقل آ گئی ہے۔'' میں بڑبڑایا۔ اب اسے کیا بتاتا کہ میری انہی دارفتگیوں سے تو شاید وہ چڑتی تھی اور اگر میں پروانہ دار اس کے گرد منڈلاتا تھا' میری نظریں اس کے چہرے کے طواف میں اور دھڑکنیں اس کے نام کے ورد میں ہمہ وقت مصروف رہتی تھیں تو اس کا فائدہ کیا ہوا؟ کچھ بھی تو نہیں۔ وہ نہ میرے پیار کو سمجھ سکی' نہ اس کا مثبت جواب دے سکی۔ پھر کیا فائدہ ان دیوانگیوں کا؟ اس لیے بڑی مشکل سے

خود پر بند باندھ لیا۔ یہ سوچ کر کہ شاید میرے پیار کو محسوس نہ کرنے والی' اس پیار کے ''نہ'' ہونے کو ہی محسوس کر لے۔ کسی توجہ سے ترسے ہوئے بچے کی طرح میں اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے الٹی سیدھی حرکتیں کر رہا تھا لیکن یہ راز میں صائب پر تو نہیں کھول سکتا تھا اس لیے فقط اتنا کہا۔

''وہ گزرے کل کی بات تھی۔ تب عمر کا تقاضا اور تھا' اب میں میچور ہو گیا ہوں۔''

''خاک میچور ہوئے ہو۔ مینو کے ساتھ ہلڑ بازی مچاتے ہوئے تمہاری میچوریٹی کہاں جاتی ہے؟ دیکھو صاعد! نازنین بہت حساس لڑکی ہے۔ وہ چاہے ظاہر نہ کرے مگر اسے تمہارا رویہ بُری طرح چبھ رہا ہے' خاص طور پر اس صورت میں کہ تمہاری یہ خود ساختہ سنجیدگی صرف اس کے سامنے ہی تن کے کھڑی ہوتی ہے۔ سب کے ساتھ تمہارا رویہ ایسا ہوتا تو شاید وہ بھی اسے بدلتے وقت کے ساتھ بدلتے مزاج کا حصہ سمجھتی مگر ایسا نہیں ہے' وہ ہرٹ ہوئی ہے۔''

''تمہیں خواب آیا ہے یا الہام ہوا ہے؟'' میں نے اس کے اس دعوے کو ہوا میں اڑانا چاہا کہ نازو ہرٹ ہوئی ہے۔ ہاں ٹھیک ہے' پتھر نہیں تھی وہ' انسان ہے۔ ہرٹ ہو بھی سکتی ہے مگر جہاں تک میں اسے جانتا تھا' وہ ان لوگوں میں تھی جو ٹوٹ بھی جائیں تو بکھرتے نہیں' اپنے آپ کو سمیٹے رکھتے ہیں۔ وہ بھلا کیسے اپنی تکلیف کا اظہار صائب سے کر سکتی ہے' جس سے وہ اتنی بے تکلف بھی نہیں۔

''مجھے اندازہ ہوا ہے اور وہ اس بات سے کہ کل میں نے اسے مینو کو ڈانٹتے سنا ہے۔ وہ اسے صاف صاف منع کر رہی تھی کہ تم سے مناسب فاصلے پر رہا کرے۔ سنا تم نے.....؟ اسے اس حد تک ذہنی دھچکا لگا ہے کہ وہ اپنی ہی چھوٹی بہن سے حسد محسوس کرنے لگی ہے اور کیوں نہ کرے' تم اگر اس کے بجائے مینو کو زیادہ وقت اور توجہ دو گے

تو.....''

''کیا بکواس کر رہے ہو صائب!'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ اس نے مینو کے ساتھ میرے تعلق کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا تھا کہ مجھے بے حد ناگوار سی تکلیف ہوئی۔ میرے چہرے کے زاویے بگڑ چکے تھے۔

''تم جانتے ہو کہ مینو..... وہ تو..... ارے وہ تو میرے لیے.....'' مارے جھنجلاہٹ کے میں وضاحت تک نہ دے سکا۔

''تم غلط سمجھ رہے ہو۔'' وہ سنبھلا اور تب اس کے چہرے پر خجالت کے تاثرات دیکھ کے مجھے احساس ہوا کہ بات شاید وہ نہیں تھی جو میں سمجھا۔ وہ بھی کہنا کچھ اور چاہتا تھا مگر کہہ گیا کچھ اور..... اور اب اپنی بات کے بھونڈے پن پر خود شرمندہ سا لگ رہا تھا۔

''میرا مطلب وہ نہیں تھا۔ مینو کے بجائے کوئی بھی ہوتا..... میں ہی ہوتا تب بھی نازنین کی فیلنگز یہی ہوتیں۔ میں اس حسد کی بات نہیں کر رہا جسے رقابت کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ حسد ہو ہی نہ..... صرف اس بات کی جھنجلاہٹ ہو کہ تمہاری توجہ اور تمہارا التفات اب اس کے بجائے کسی اور پر ہے۔ تم پر تو بس نہیں چل سکتا اس کا لیے مینو پر پابندیاں لگا رہی تھی اور یہی بات میرے لیے تشویش کا باعث ہے۔ اگر نازنین جیسی لڑکی' جس کے مزاج کا ٹھہراؤ اور تحمل قابل رشک رہا ہے' وہ اس طرح اپنی جان سے عزیز لاڈلی چھوٹی بہن سے الجھ سکتی ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہاری یہ ڈرامے بازیاں اسے کس قدر تکلیف دے رہی ہیں۔ ہاں' میں تو اسے ڈرامے بازی ہی کہوں گا کیونکہ تم سے بات کر کے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم اس سے اتنے بے نیاز ہو نہیں' جتنا کچھ دنوں سے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' اس نے اپنے قیاس کی تصدیق کے

لیے میری الجھن بھری آنکھوں میں جھانکا۔ میں مسکرا کے رہ گیا۔ میں نے اپنی ناکامی تسلیم کر لی تھی۔

صائب تو چلا گیا مگر میرے ذہن کو ایک نئی ڈگر پر لگا گیا۔ اس کی وہ بات جس پر میرا فوری ردِعمل خاصا شدید تھا' اب بار بار دماغ میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ چکا تھا کہ اس کی بات کا وہ مطلب نہیں جو مجھے پہلی بار سمجھ میں آیا تھا لیکن میرا دل تھا کہ اسی ایک مطلب میں اٹکا ہوا تھا۔

''یہ تو صائب کا کہنا ہے ناں کہ یہ حسد وہ والا حسد نہیں..... نازنین مینو سے رقابت محسوس نہیں کر سکتی مگر محض اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ ایسا ہو بھی تو سکتا ہے۔ ہاں.....شاید ایسا ہی ہو ورنہ مینو پر مجھ سے ملنے پر پابندی کیوں؟ میرا اس پر توجہ دینا کوئی نئی بات تو نہیں جو آج بطورِ خاص نازنین کو محسوس ہو۔ میں تو پہلے بھی اس سے زیادہ وقت مینو کے ساتھ ہی گزارہ کرتا تھا۔ ہاں' آج اس کے سوچنے کا انداز ضرور بدل سکتا ہے کیونکہ وقت بدل گیا ہے۔ مینو بدل گئی ہے۔ بے شک میرے دل میں اس کے لیے آج بھی وہی جذبات ہیں جو سات آٹھ سال پہلے تھے۔ میرے نزدیک آج بھی وہ وہی گڑیا ہے جسے میں نے بہت پیار سے سنبھالنے کا فریضہ انجام دیا تھا لیکن ہو سکتا ہے نازنین کی نظر میں وہ اب ایک بے ضرر سی بچی نہ رہی ہو۔ وہ اس کی اور میری بے تکلفی سے خوف زدہ ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے' اسے لگا ہو جیسے میں اس کے بجائے مینو سے.....؟''

وہ بات جسے صائب سن کر میں بُری طرح بھڑک گیا تھا اور جس نے سچ مچ بہت تکلیف پہنچائی تھی' کچھ ہی دیر بعد اب میں اس بات پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا اور میرے دل کو تکلیف ہونے کے بجائے ایک عجیب سی راحت اور آسودگی حاصل ہو

رہی تھی۔ یہ آسودگی اس امکان کی تھی کہ نازنین کے دل میں بھی کہیں نہ کہیں میرے لیے وہی محبت ہے ورنہ وہ خود کو اتنا غیر محفوظ کیوں تصور کرتی۔ یہ محبت ہی تو ہے جو دل میں ہزاروں وسوسے جگاتی ہے۔ یہ محبت ہی تو ہے جس کے ہر دم چھن جانے کا خوف دل و دماغ پر طاری رہتا ہے اور یہ محبت ہی تو ہے جس کے آگے باقی سارے رشتے' سارے ناتے ہیچ نظر آتے ہیں اور یہ محبت.....ہاں' محبت ہی تو ہے جو کانچ سے نازک اور شفاف دل میں بھی رقابت کا جذبہ بھر دیتی ہے۔

اس محبت پر ایمان لانا میرے لیے اتنا مشکل نہ تھا جتنا کٹھن یہ تسلیم کرنا تھا کہ وہ واقعی مینو اور میرے تعلق کو کسی اور تناظر میں دیکھنے لگی ہے۔ اس بات کی حقیقت جانچنے کے لیے میں نے مینو سے کچھ اور قریب ہونا چاہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس نے مینو کو میرے ساتھ زیادہ بے تکلف ہونے سے منع کیا ہے' میں نے خود تکلف کی ہر حد پار کرنے کا ڈراما کرنے کا ارادہ کیا اور یہی میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی' ایک شرمناک غلطی۔ جس کا احساس اگرچہ مجھے جلد ہی ہو گیا اور میں نے اس غلط عمل کو دوبارہ دہرانے سے گریز بھی کیا لیکن شاید میں اس ایک غلطی کا ازالہ نہ کر پاؤں.....اور نہ ہی عمر بھر کر پاؤں گا۔

اس رات میں نے اپنے اس وہم کو جانچنے کے لیے' جو صائب نے میرے دل میں پیدا کیا تھا' مینو کو جان بوجھ کے بار بار مخاطب کیا اور وہ بھی نازو کے سامنے۔ حالانکہ مینو صاف کنی کترا رہی تھی اور میں اتنا ہی اسے پکڑ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا رہا تھا۔

''چپکی بیٹھی رہو' تمہارے بغیر کوئی مزہ ہے یار!'' اسے بازو سے کھینچ کے میں نے اپنے برابر صوفے پر گرانا چاہا۔ وہ میرے اوپر گرتے گرتے بچی لیکن مجھے اس بات کا کوئی احساس نہ تھا۔ میری ساری توجہ تو نازو پر تھی جو بظاہر اپنے سامنے سنڈے میگزین

پھیلائے ہوئے تھی مگر جس کی آنکھیں سرسری سے انداز میں میری اس حرکت پر اٹھیں اور پھر اس کی پیشانی لاتعداد ناگوار شکنوں سے بھر گئی تھی۔ میں نے مینو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے دبائے رکھا اور خود کو ٹی وی میں مگن ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ مینو کا ہاتھ پکڑنا میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی اور اب بھی اس کا نرم گداز مکھن سا ہاتھ میری گرفت میں دبا میرے اندر کوئی بھی احساس جگانے میں سراسر ناکام تھا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ میں کبھی بھی اپنے اندر اس کے لیے ایسے جذبات نہیں پیدا کر سکتا جن کا خدشہ نازو کا تھا۔ جتنی دیر تک اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دبا رہا' مجھے اس کی بے چینی اور اضطراب صاف نظر آتا رہا۔ بالآخر جب اس کی برداشت کی حد ختم ہو گئی تو وہ اٹھی اور میرے نزدیک سے گزرتے ہوئے اس نے خشک لہجے میں مینو کو کہا۔

''اٹھو مینو! ڈائننگ ٹیبل لگاؤ۔ ہر وقت بیٹھی ہی رہتی ہو۔ ایک بار کی کہی بات تمہیں یاد نہیں رہتی کیا؟''

آخری فقرے میں کیا تنبیہہ تھی' وہ میں بھانپ گیا۔ میرے ہونٹوں پر دبی دبی سی مسکراہٹ در آئی۔ مینو کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہیں مجھے اس کی ہلکی سی کپکپاہٹ سے احساس ہوا کہ اپنی اس حرکت کے بارے میں' میں نے یہ تو سوچا ہی نہیں کہ اس کے نتیجے میں بے چاری مینو کو اپنی پیاسے کتنی ڈانٹ پڑنے والی ہے۔ شاید اسی لیے اس کا رنگ فق ہو چکا ہے۔ اسے مرے مرے قدموں سے نازو کے پیچھے جاتا دیکھ کے مجھے افسوس سا ہوا۔

کھانے کے دوران میں نے چند اور حرکتیں کیں۔ میں مینو کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ یہ بھی خاص نئی بات نہ تھی۔ ایسا اکثر ہوتا تھا لیکن آج میں یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے مینو کے سوا اور کوئی میرے ساتھ بیٹھا ہی نہ ہو۔ خصوصاً نازو سے تو میں یوں لاتعلقی برت رہا

تھا کہ وہ یقیناً اندر ہی اندر جل بھن رہی ہو گی۔ چور نظروں سے میں نے دیکھا' وہ پلیٹ میں گنتی کے چند چاول کے دانے ڈالے' چمچ سے انہیں بکھیر رہی تھی۔ اس کی بے دلی دیکھ کر سالوں سے ناقدری کا شکار میرا دل تسکین پانے لگا۔ پتا نہیں کیوں تب میں ایسا اذیت پسند بن رہا تھا۔ اس کی محبت مجھے اس طرح تو نہ ملی تھی' جیسی ملنی چاہیے تھی۔ اس لیے محبت پانے کا دوسرا طریقہ اختیار کر بیٹھا جو سراسر بھونڈا تھا۔ پھر میں نے مینو نے کے پیالے میں سے اسی کے چمچے سے کھیر کھانی شروع کر دی۔ ایسا کرتے ہوئے میں نازو کے چہرے پر نظر ڈالنا نہیں بھولا تھا' اس کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

''جب سے آئے ہو گھڑی بھر سکون سے میرے پاس نہیں بیٹھے۔ گھر میں نکو تو ماں نظر بھی آئے'' ماما کے پیار بھرے شکوے پر میرے باہر نکلتے قدم تھم گئے۔ میں پلٹا اور ان کے شانے پر اپنا بازو پھیلا کے بیٹھ گیا۔ اچھی خاصی محفل جمی تھی۔ سبھی تھے سوائے اس کے.....اور تقریباً سبھی کے تاثرات خاصے معنی خیز تھے۔

پاپا تھے جو موٹے عدسوں کے چشمے کی اوٹ سے مسکراتی نظریں مجھ پر جمائے ہوئے تھے۔

ماما تھیں تو وہ بھی میرے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتی ایک تمہید باندھنے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ہوئے تھیں۔ رودابہ بھابی بھی اپنی ننھی بیٹی کو گود میں تھپکتے ہوئے بڑے پُر اسرار طریقے سے مسکرا رہی تھیں۔ صائم بھائی مجھے دیکھتے ہی افسوس سے سر ہلانے لگے تھے۔ یہ الگ بات کہ ان کا انداز سراسر بناوٹی تھا۔

''یہ کیا کانفرنس چل رہی ہے بھی؟'' میں سنبھل کے بیٹھا۔

''تمہاری شادی کی تاریخ رکھ دی ہے ہم نے۔'' ماما نے خوشی سے چور لہجے کے ساتھ اطلاع دی۔ میرا اول عجیب جذبات میں گھر گیا۔

مجھے خوشی ہونا چاہیے تھی۔ میں خوش ہوا لیکن یہ خوشی کسی انجانے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔

''مبارک ہو!'' اس وقت سے سب کی مبارک بادیں ہی وصول کر رہا تھا لیکن مینو کی آواز بڑی بجھی بجھی سی لگی۔

''اب تمہیں کیا ہوا؟ کیا پھر ڈانٹ پڑی ہے اپنی پیا سے؟''

''وہ تو کل سے مجھ سے بات ہی نہیں کر رہیں۔'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''اس لیے منہ لٹکا ہوا ہے۔ خیر فکر نہ کرو تمہاری پیا اب میری نگرانی میں آنے والی ہے۔ خوب کس کے رکھوں گا۔ مجال ہے اس کی جو میری بیسٹ فرینڈ کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھ بھی سکے۔ میری پہلی وارننگ ہی اسے یہ ہوگی کہ بیگم مجھے خوش رکھنا ہے تو پہلے میری مینو سے بنا کے رکھو۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ میں..... میں تو کسی اور وجہ سے پریشان ہوں'' اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں' یہ اب مجھے غور کرنے پر نظر آیا۔

''اسی لڑکے کی وجہ سے؟'' پہلی بار مجھے یہ معاملہ سنجیدہ نوعیت کا لگا۔ اس دن تو بات ہنسی میں اُڑ گئی تھی لیکن اب واقعی اس ان دیکھے انجانے لڑکے پر مجھے سخت تاؤ آ رہا تھا۔ میرا بس نہ چل رہا تھا' ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں مجھے اس کا پتا چل جائے۔ بھلا اس کی ہمت کیسے ہوئی' اتنی معصوم لڑکی پر بُری نظر ڈالنے کی۔ میں اندر ہی اندر طیش اور غیرت سے ابل رہا تھا کہ کسی احساس نے میرا یہ ابال ایکدم جھاگ کی طرح بٹھا دیا۔

''تم خود کیا کر رہے ہو صاعد منظور..... اتنی معصوم لڑکی کے ساتھ؟ وہ لڑکی جو تمہارے ہاتھوں میں پل کے بڑی ہوئی' تمہاری گود میں سیر کرتی رہی..... آج تم اسے استعمال کر کے نازو کو پانا چاہتے ہو۔ اسے سیڑھی بنا کے اس کے دل میں اترنا چاہتے ہو۔''

پتا نہیں کیسے میں اس آئینے کے رُوبرو آ گیا تھا۔ اچانک' بالکل اچانک۔ اس لیے سچائی سامنے آتے ہی ہڑ بڑا کے رہ گیا۔ سنبھل کے میں خود کو وضاحت دینا ہی چاہتا تھا کہ وہ پھر کہہ اٹھی۔

''پلیز! کچھ کیجئے صاعد بھیا! کچھ روز تک میرا کالج اسٹارٹ ہو جائے گا۔ یہ بدتمیز انسان تو میرا جینا حرام کر دے گا۔ ابھی میں رودابہ بھابی کے ساتھ نزدیک والی مارکیٹ تک گئی تھی' وہ نہ جانے کہاں سے نکل کے سامنے آ گیا۔ راستہ بھر اس نے ہر وہ حرکت کی جس سے میں پریشان ہو سکتی تھی' گھر تک چھوڑ کے گیا ہے۔ پتا نہیں رودابہ بھابی کیا سوچتی ہوں گی' ویسے انہوں نے ظاہر تو نہیں کیا مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں احساس نہ ہوا ہو۔ اگر انہوں نے کوئی غلط مطلب نکال لیا تو.....'' وہ رو پڑی۔

''اس طرح رونے سے کچھ نہیں ہوگا مینو! تم بس ایک کام کرو' میرے ساتھ مارکیٹ تک چلو۔ اگر وہ تاک لگا کے بیٹھا ہوگا تو ضرور سامنے آئے گا۔ بس ایک بار نظر آ جائے..... میں اس کا وہ حال کروں گا کہ تمہارا پیچھا کرنا تو ایک طرف' وہ اپنے پیروں پر چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے گا۔''

''میں ایک مووی رینٹ پر لائی ہوں' کل واپس کرنی ہے۔ آپ کے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔'' اسے خاصی تسلی ہوئی تھی۔ کم از کم چہرے کی رنگت تو بحال ہو ہی گئی تھی

مگر میرا دل سنبھل نہیں رہا تھا۔ کسی طرح اس کے سامنے میں نے خود کو کمپوز کیے رکھا لیکن اکیلے میں یہ تلخ حقیقت اور بھی بُری طرح کھٹکنے لگی۔

''میری نیت تو پاک ہے ناں..... میرے دل میں آج بھی مینو کے لیے کوئی غلط خیال نہیں' نہ ہی کبھی آ سکتا ہے۔'' میں نے صفائی پیش کرنا چاہی۔

''مگر یہ غلط خیال میں نازنین کے دل میں ڈالنے کی کوشش کیوں کر رہا ہوں اور وہ بھی مینو کے حوالے سے؟ کیا میں نہیں جانتا کہ نازو سے ایک نئے رشتے میں بندھ جانے کے بعد میرے اور مینو کے تعلق کی نوعیت بھی بدلنے والی ہے اور ہمارا نیا رشتہ ایسے شرمناک وسوسوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر کیوں بغیر سوچے سمجھے میں نے یہ بے تکی حرکت کرنا چاہی۔ اگر خدانخواستہ نازو نے میری اس بچکانا اور احمقانہ حرکت کو سنجیدگی سے لے لیا تو یہ وہم ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں بیٹھ سکتا ہے اور ہم تینوں کی آئندہ زندگی میں زہر گھول سکتا ہے اور اگر کبھی اس نے اپنے اس وہم کو زبان دے دی تو کیا میں مینو کو بھی اپنی شکل دکھا سکوں گا؟ میرے دل نے اس ساری صورتِ حال کا ایسا نقشہ کھینچ کر میرے سامنے رکھا کہ میں لرز اُٹھا۔

''یہ میں کیا کرنے جا رہا تھا؟ شکر ہے وقت پر عقل آ گئی۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ کسی نے اس بات کو محسوس نہیں کیا ہوگا' حتیٰ کہ مینو نے بھی نہیں۔ مجھے اب دوبارہ ایسا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیے اور نہ ہی نازو کے دل میں پیدا ہونے کی نوبت آنے دینا چاہیے۔ یہ میں اس کے دل میں چھپی محبت بھانپنے چلا تھا یا اس کے دل کو وسوسوں اور شک سے آلودہ کرنے؟ لعنت ہے میری سوچ پر۔ جی بھر کے میں نے اپنی گزشتہ دو دن کی حرکتوں پر لعنت ملامت کی۔ وہ حرکتیں جو اور کسی کی نظر میں خلافِ معمول اس لیے نہ ٹھہرائی جا سکیں کہ مینو سے میں ہمیشہ سے قریب تھا لیکن یہ میرے

دل کا چور تھا جو مجھے شرمندہ کرتے تھک نہ رہا تھا۔ اپنے آپ کو پھٹکارنے کے بعد مجھے نازنین پہ غصہ آنے لگا۔

''یہ وہی ہے جس کی وجہ سے میں یہ حماقت کرنے پہ مجبور ہوا۔ نہ وہ مجھے اکساتی' نہ میرے دل میں الٹے سیدھے خیالات آتے۔ کیا ہے جو وہ سیدھے طریقے سے مان جائے' تسلیم کر لے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ کیوں ترساتی ہے مجھے؟ دو لفظ اقرار کے نہ سہی ایک نظر اعتماد کی ہی سہی۔ مگر یہاں تو یہ بھی میرے نصیب میں نہیں۔ لگتا ہے اس کے پاس دل ہی نہیں اور اگر ہے..... تو اس دل میں میرا گزر نہیں۔ میری خجالت نے کچھ کھسیاہٹ کا روپ دھار لیا میں ایک بار پھر دل ہی دل میں اس سے ناراض ہو گیا۔ اتنا ناراض جتنا پاکستان لوٹتے ہوئے تھا۔ ہماری شادی کی تاریخ مقرر ہونے کی خبر بھی اس ناراضی کو کم نہ کر سکی۔ اور اس بار یہ غصہ اس پر جتانے کا موقع بھی مجھے مل گیا۔

اگلی شام کو حیرت انگیز طور پر وہ میرے سامنے تھی' میرے ہی کمرے میں۔ میں جتنا حیران ہونا کم تھا مگر میں نے اپنی حیرت کو چھپانے کی حتی الامکان سعی کی۔

''مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنا ہے۔''

اس کے لہجے کی خوفناک سنجیدگی نے مجھے ڈرا دیا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ وہ مجھ سے جواب طلبی کرنے آئی ہے۔ کہیں وہ مینو اور میرے معاملے کو نہ چھیڑ دے۔ دل کے اس چور نے مجھے اس کا دھیان دوسری جانب لگانے پر مجبور کر دیا۔

''میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے کون سی ضروری بات کرنا ہے۔ تم یہی کہنے آئی ہو ناں کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟'' میری بات پر وہ بھونچکا سی ہو کر مجھے تکنے لگی اور یہی میں چاہتا تھا کہ وہ وقتی طور پر یہ بھول ہی جائے کہ وہ مجھ سے اصل میں کیا

بات کرنے آئی ہے۔ اپنی بھونڈی ڈرامے بازی کا میرے پاس کوئی معقول جواز نہیں تھا جو میں اس کے سامنے پیش کرتا۔ بس یہی ایک راستہ تھا کہ بات پلٹ دی جائے۔

''اور تم مجھ سے یہ چاہتی ہو کہ میں کوئی بہانہ بنا کے یہ شادی رکوا دوں۔ تمہاری خواہش پوری کرنے کے لیے سارا الزام اپنے سر لے لوں مگر سوری!..... سوری نازنین خود! میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

''صاعد! تم..... تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' حیرت کی شدت سے اس کی آواز پھٹی پھٹی سی تھی۔

''معذرت کر رہا ہوں کہ تمہارا یہ کام کم از کم میں تو نہیں سکتا۔ ہاں تم پابند نہیں ہو' نہیں کرنا مجھ سے شادی تو ٹھیک ہے' بے شک مت کرو لیکن میرے کاندھے پر بندوق رکھ کے چلانے کے بجائے تم خود کیوں نہیں ہمت کرتیں۔ کیا اس لیے کہ تمہارا نیک پروین والا امیج سب کی نظروں میں بنا رہے اور ماما' پاپا کے نزدیک میں بُرا بن جاؤں۔ نہیں نازنین!..... یہ کام تو تمہیں خود ہی کرنا پڑے گا۔''

اس کے چہرے کے بدلتے رنگ مجھے اتنا لطف دے رہے تھے کہ میں بولتا ہی چلا گیا۔ پتا نہیں میری محبت اتنی اذیت پسند کیوں ہوتی جا رہی تھی۔ وہ جو مجھے جان سے عزیز تھی' اب اس کی جان نکالنے کے درپے تھا میں۔ اس کی حالت یوں تھی گویا کوئی پل جاتا تھا کہ وہ گر پڑتی۔

''میں..... میں نے..... میں نے ایسا تو نہیں کہا صاعد!'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس سے پہلے کہ وہ روتی ہوئی کمرے سے نکل جاتی میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے روکا اور اپنے سامنے چیئر پر بٹھا لیا۔ ''میں نے ایسا تو نہیں کہا صاعد! نہ ہی میں یہ چاہتی ہوں'' آنسو بھری آنکھیں اٹھا کے اس نے مجھے دیکھا اور میرا دل جو کتنے دنوں

سے اس کے لیے وحشی سا ہو رہا تھا' موم ہو گیا۔ ان نظروں میں وہ سب تھا جس کی پیاس مجھے گزشتہ کئی سال سے تھی۔ ان نظروں میں مجھے کھونے کا خوف بھی تھا اور میری بدگمانی کا ڈر بھی..... جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی میں اس سے۔ بس اسے اس محبت کو برتنے کا سلیقہ آتا ہے نہ جتانے کا قرینہ۔

''جانتا ہوں میں.....'' میں نے اس کے مسلسل بہتے آنسو اپنی انگلی کی پور پر چنتے۔ ''پھر کیوں کرتی ہو تم ایسا؟''

''میں نے کیا' کیا ہے؟'' آنسوؤں کی اوٹ سے بے پناہ حیرت ان آنکھوں میں سے جھانک رہی تھی۔ میں ایک گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

''یہی تو سارا رونا ہے..... تم کچھ کرتی ہی تو نہیں ہو۔ نہ کرتی ہو نہ کہتی ہو اور تمہارے اس کچھ نہ کرنے اور کچھ بھی نہ کہنے نے مجھے کتنی بڑی مشکل میں ڈال دیا' یہ جانتی ہو تم؟''

''کیا کرنا چاہیے مجھے..... اور کیا کہنا چاہیے؟'' وہ حیا سے چور لہجے میں بھیگی پلکیں جھکائے مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ اس کے رخساروں پر ابھی آنسوؤں کے نشان باقی تھے اور لبوں پر ایک شرمگیں مسکان کا راج تھا۔ آنسوؤں اور مسکراہٹ کا یہ سنگم کتنا دل نشیں تھا اور اس کا وہ سوال' وہ تو مجھے ہواؤں میں ہی اڑانے لگا۔

''اچھا! اب یہ بھی میں بتاؤں؟ چلو..... سکھا دیتے ہیں یہ فن بھی۔ آخر تو میرے ہی کام آئے گا' اب دن ہی کتنے رہ.....''

''صاعد بھیا.....! یہ مووی.....'' اچانک دروازہ کھلا اور مینو حسبِ عادت زور زور سے بولتی اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں وہ سی ڈی تھی جو شاید وہ واپس کرنے کے لیے میرے ساتھ مارکیٹ جانا چاہتی تھی۔ ہم دونوں کو اتنے قریب دیکھ کے وہ ٹھٹکا سی

گئی اور اس کی بات اس کے منہ میں رہ گئی۔ میری حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی۔ وہ پل جس کا مجھے سالوں سے انتظار تھا' بس ایک ہاتھ کی دوری پر تھا پھر اقرار کے یہ ریشمی لمحے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری یادوں کا سنہری عنوان بن جاتے..... کہ وہ چلی آئی۔ میں تو بدمزہ ہوا ہی لیکن نازو کے تاثرات ہم دونوں سے مختلف نہ تھے۔ وہ کڑی نظروں سے مینو کو گھور رہی تھی۔

''ہاں بولو مینو!'' ذرا سنبھل کے میں نے پوچھا مگر اس کی گھبراہٹ نازو کے تیور دیکھ کے سوا ہو چکی تھی۔

''نہیں' کچھ نہیں..... وہ..... میں سمجھی آپ اکیلے ہیں۔'' یہ کہہ کے وہ پلٹنے لگی کہ نازو کی خشک آواز نے ماحول میں مزید زہر گھولا۔

''ایسی کون سی بات ہے جو اکیلے میں ہی ہو سکتی ہے۔''

اس کے اس فقرے میں کتنا تکلیف دہ تاثر تھا اسے شاید مینو نے اس طرح محسوس نہ کیا جتنا کہ میں نے۔ یہ بات کرنے کے بعد وہ بھی کمرے میں نہ رکی اور میں دیر تک خود کو ستا رہا۔

''یہ تمہارا ہی کیا دھرا ہے' اب بھگتو۔''

♥ ...... ♥ ...... ♥

رات کو میں ابھی سونے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ میرے سیل پر وقفے وقفے سے ادھوری بیل بجنے لگی۔ ابھی میں ہاتھ آگے بڑھانے ہی لگتا کہ بیل خاموش ہو جاتی۔ سستی اور دماغی بوجھل پن کی وجہ سے میں نے یہ تک دیکھنے کی زحمت نہ کی کہ یہ حرکت کرنے والا کون ہے؟ نیند زیادہ ہی غالب آنے لگی تو میں نے ناچار اٹھنا گوارا کر ہی لیا تا کہ سیل فون آف کر دوں اور یونہی آف کرتے کرتے میں نے بالا ارادہ ہی ایک نمبر پش کر کے دیکھ لیا کہ مجھے یہ مس کالز کس کے نمبر سے آ رہی ہیں اور نمبر دیکھتے ہی میں الجھن میں گرفتار ہو گیا۔

وہ نمبر مینو کا تھا۔ میں نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی اور پھر دوبارہ اسکرین پر روشن نام کو دیکھا۔

یہ مینو رات کے اس وقت مجھے بیل کیوں دے رہی ہے جبکہ وہ اسی گھر کے ایک کمرے میں موجود ہے۔ کوئی ضروری بات کرنی ہے تو خود آ کے کیوں نہیں کر لیتی۔

لیکن وہ ضروری بات بھی کون سی ہو سکتی ہے جو اتنی رات کو یاد آئی ہے؟ میں سوچنے لگا۔

نازنین کی وجہ سے موڈ خراب ہونے کے باوجود میں مینو کے ساتھ پیدل مارکیٹ گیا تھا کیونکہ بہر حال اس کا مسئلہ بھی اہم تھا۔ میں اس لوفر لڑکے کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنا چاہتا تھا اور اس وقت میرے اندر جو غصہ بھرا پڑا تھا وہ سارے کا سارا اس پر نکل سکتا تھا اگر وہ مجھے نظر آ جاتا تو..... لیکن افسوس' میری بھڑاس دل میں ہی رہ گئی۔ میں مسلسل دائیں بائیں نظریں گھما کے جائزہ لے رہا تھا۔ مینو بھی مایوس نظر آ رہی تھی۔

''لگتا ہے آج یا تو وہ آیا نہیں یا پھر آپ کو دیکھ کے دور سے ہی کھسک گیا۔''

واپسی پر اس لڑکے کے انتظار میں' میں مینو کو لے کر آئس کریم پارلر بھی چلا گیا کہ شاید اس دوران میں وہ کہیں نہ کہیں سے نکل آئے حالانکہ مینو جانا نہیں چاہ رہی تھی۔

''کیوں بھئی' آئس کریم سے تو تمہارا ازلی بیر ہے۔ تمہارا ہی قول ہے کہ جہاں دیکھو اسے ختم کر ڈالو' مٹا ڈالو اس کا نام و نشان۔''

''بس..... ویسے ہی..... دل نہیں چاہ رہا'' چہرے کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی بجھا بجھا سا تھا۔ مجھے اس کی وجہ صرف کچھ دیر قبل ہونے والی تلخی ہی لگ رہی تھی لیکن اس بار مجھے خود پر غصہ نہیں آیا۔ مجھے اس سارے قصے میں نازو زیادہ قصوروار لگ رہی تھی۔

ٹھیک ہے' میرا دل بے ایمانی کا مرتکب ضرور ہوا تھا۔ میں نے یہ گھٹیا طریقہ اختیار کرنا بھی چاہا تھا لیکن دیکھا جائے تو عملی طور پر میں نے ایسا خاص کچھ کیا تو نہیں تھا۔ بات بڑھنے سے پہلے ہی میں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ سارا قصور نازنین کے شک نے پھیلایا تھا بلکہ میرے دل میں یہ نامعقول خیال آیا بھی اسی کی وجہ سے تھا اور اب جب میں توبہ تک کر چکا تھا پھر بھی اس کا ہم دونوں کو یوں خصوصاً مجھے..... شک کی

نظر سے دیکھنا مجھے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس سے صاف صاف بات کروں گا۔ بے چاری مینو کا تو اس سارے قصے میں کوئی کردار ہی نہیں تھا۔ وہ تو اپنے ہی مسئلے میں الجھی ہوئی تھی اس کی عمر کے لحاظ سے فی الحال یہی مسئلہ اس کے لیے اہم بھی تھا اور سنگین بھی۔ میں نے ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ سب بھلائے ہنستی مسکراتی میرے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ اور اب..... رات کے وقت یہ مسلسل بجتی بیل.....!

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے نمبر ملایا۔ اب اس کا موبائل آف تھا۔ میں جھنجلا اٹھا۔ بالآخر میں نے اپنی شرٹ کے بٹن بند کیے۔ سلیپر پہنے اور مینو کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ میں صائب کو جگا کے اسے بتانا چاہتا تھا مگر پھر اس کی گہری پُرسکون نیند دیکھ کے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

''میں ہوں..... صاعد!'' اپنی دستک کے جواب میں اس کی بے حد سہمی ہوئی آواز پر میں نے کہا۔ اگلے ہی لمحے وہ دروازہ کھول کے سامنے آ گئی۔

''صا..... صاعد بھیا! آپ..... آپ اب آئے ہیں..... میں کب سے آپ کو...'' وہ روتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔

''ہوا کیا ہے مینو.....! کیوں رو رہی ہو؟'' میں واقعی گھبرا گیا۔ اس کی حالت سے لگ رہا تھا' وہ مجھے دیکھ کے اپنے آنسوؤں پر سے اختیار نہیں کھو بیٹھی بلکہ کافی دیر سے رو رہی ہے۔ مجھے اب احساس ہوا کہ اپنی سستی کے ہاتھوں کافی دیر تک اس بیل پر توجہ نہ دے کر میں نے اچھا نہیں کیا۔ کوئی بہت بڑی بات ہوئی ہوگی جو وہ اتنی رات گئے مجھے بلا رہی تھی۔

''وہ آیا تھا..... وہی.....؟'' اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے بتایا۔ میرا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔ میں بے یقینی سے کبھی اُسے' کبھی اس کمرے کے در و دیوار کو دیکھنے لگا۔ مجھے شک ہوا کہ اس لڑکے کا فوبیا مینو کے دل و دماغ پر اس بُری طرح حاوی ہو چکا ہے کہ اب اسے گھر کی محفوظ چار دیواری کے اندر' اپنے کمرے میں بیٹھ کے بھی اسی کا خوف ستا رہا ہے۔

''وہاں..... وہاں دیکھا تھا میں نے اسے'' اس نے باہر کی جانب کھلنے والی کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پردے ہٹا کے دیکھا۔ یہ کمرہ پورٹیکو کے اوپر بنا تھا اور اس کھڑکی سے مین گیٹ اور اس کے پارا سٹریٹ کا کچھ حصہ نظر آتا تھا۔ مین گیٹ کے اوپر لگے دونوں بلب اور کچھ فاصلے پر لگی اسٹریٹ لائٹ روشن تھی مگر سب کچھ ویران پڑا تھا۔ نہ کوئی ذی روح تھا نہ کسی آواز کا شائبہ.....!

''اسی وقت میں نے آپ کو بیل دی تھی تاکہ میں آپ کو دکھا سکوں۔ کافی دیر تک وہ گیٹ پر کھڑا رہا۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟ کس نے کہا تھا آدھی رات کو کھڑکی سے جھانکنے کو؟'' میں اسے ڈانٹنے لگا۔

''میں نے کھڑکی نہیں کھولی'' وہ پھر سے رونے لگی۔ ''میں تو سو رہی تھی' اچانک کھڑکی پر کچھ آ کے لگا تھا۔ ایک بار نہیں' دو تین بار ایسا ہوا جیسے کوئی کنکر مار رہا ہو کھڑکی کے شیشے پر۔ میں نے ذرا سا پردہ ہٹا کے دیکھا تو وہی تھا۔ گیٹ کے بالکل پاس۔ اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسی وقت آپ کو بلانا چاہا لیکن آپ نے اتنی دیر کر دی۔''

''تم فون بھی تو کر سکتی تھیں؟''

''میں نے سوچا' فون پر باتیں کریں گے تو صائب سن لے گا۔ پھر اسے بھی پتا

چل جائے گا۔"

"تو چل جاتا...... بلکہ ہم دونوں مل کے ٹھکائی کرتے اس کی۔ اتنی ہمت بڑھ گئی اس بدبخت کی کہ اب ہمارے گھر تک آنا پہنچا۔ اب تو مجھے کل سے چوبیس گھنٹے بھی پہرا دینا پڑا گھر کا تو میں دوں گا۔ اس کو چھوڑوں گا نہیں" مجھے اس سڑک چھاپ کی دیدہ دلیری پر تاؤ آ رہا تھا اور وہ تھی کہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"اب کیا ہوگا صاعد بھیا! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پتا نہیں وہ کیا کرے...... اور سب کیا سمجھیں۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھیں گے کہ میں بھی...... اور مجھے تو لگ رہا ہے، آپ کو بتا کے بھی میں نے غلطی کی ہے۔ اب آپ اس سے جھگڑیں گے، مار پیٹ کریں گے۔ اگر معاملہ زیادہ خراب ہو گیا تو کتنی بُری بات ہوگی۔ سب میری وجہ سے ہوگا۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ اس کی ہمت بھی اس لیے بڑھی ہوگی کہ تم نے نہ تو کسی کو بتایا نہ کسی نے اس سے باز پرس کی۔ ایک بار ہاتھ آ جائے تو...... اب خدا کا واسطہ ہے، تم تو چُپ کر جاؤ" اس کے لگاتار بہتے آنسو مجھے پریشان کر رہے تھے۔ اتنے میں دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور اگلے ہی پل نازنین ہمارے سامنے تھی۔ اپنی بے پناہ حیران آنکھوں کے ساتھ۔

اس کی آنکھوں میں نہ جانے ایسا کیا تھا کہ مینو کے آنسو صاف کرنے میں مصروف میں بُری طرح گھبرا گیا۔ حالانکہ آج ہی میں نے یہ مصمم ارادہ کیا تھا کہ پیار سے یا سختی سے، کسی بھی طرح نازو کے دل سے یہ لغو خیال نکال کے رہوں گا۔ جس کی وجہ سے میں روز بروز خود اپنی نظروں میں بے وقعت ہوتا جا رہا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ میری گھبراہٹ میری پوزیشن اور آکورڈ کر دے گی، اس کے باوجود میں اس پر قابو پانے میں خاص کامیاب نہ ہو سکا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" سپاٹ لہجے میں اس نے پوچھا تھا۔

"یار......! تمہی سمجھاؤ ناں اسے...... خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہے۔ پاگل ہو گئی ہے بالکل" میں نے سوچ لیا، بے شک مینو ناراض ہو جائے، میں نازو کو ساری بات الف سے یے تک بتا دیتا ہوں۔ ظاہر ہے، رات کے اس وقت اس کمرے میں اپنی موجودگی کا میں کیا جواز پیش کر سکتا تھا۔ جھوٹ بولنے سے مزید مشکلات پیدا ہونے کا خدشہ تھا اور پھر میں جھوٹ بولتا تو آخر کس لیے؟ جھوٹ کسی چیز پر پردہ ڈالنے کے لیے بولا جاتا ہے اور میرے دل میں ایسا کچھ نہ تھا جس کی پردہ پوشی کی ضرورت ہوتی۔

"وہ تو نظر آ رہا ہے۔"

"میں اس سے یہی بات کر رہا تھا کہ ایسی گھبرانے یا دل برداشتہ ہونے والی کون سی بات ہے۔ تم نازنین سے بھی کہہ سکتی ہو، وہ تمہیں......"

"وہ مجھ سے کیا کہتی ہے یا میں اس سے کیا کہتی ہوں، یہ طے کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟" خشمگیں نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے اس نے کہا۔ "اور کیا ان باتوں کے لیے یہ وقت مناسب ہے؟" وہ میری بات سننے پر تیار ہی نہ تھی اور اس کی بدگمانی پر تلملا کے میں نے مزید وقت ضائع کرنا ضروری بھی نہ سمجھا۔

رہ رہ کے مجھے اس پر غصہ آتا رہا۔ اتنے سالوں سے وہ میرے ساتھ تھی، کیا اسے میرے کردار اور فطرت کے متعلق کچھ بھی اندازہ نہ ہو سکا۔ کیا اس کی نظروں میں، میں اتنا بے اعتبار اور بدکردار شخص ہوں جو وہ کسی اتفاقیہ حادثے کی صورت میں بھی مجھے گویا کٹہرے میں کھڑا کر دیتی ہے؟ مجھے گھر میں پھیلتے شادی کے ہنگاموں سے بھی چڑ ہونے لگی۔ میرا بس نہ چل رہا تھا کہ میں کسی طرح یہ شادی بھی رکوا دوں۔ جس کو میری ذات پر اعتماد نہیں، اس کے ساتھ عمر بھر گزارنا کتنا مشکل ثابت ہوگا، اس بات کا

اندیشہ مجھے ہولا رہا تھا۔

مینو کے ساتھ وہ کس طرح پیش آئی ہوگی' اس کا اندازہ مجھے مینو کے کترانے سے بے آسانی ہوگیا۔ اول تو وہ کمرے سے بغیر کسی کے بلائے نکلتی ہی نہ تھی اور چونکہ آج کل گھر میں خاصی رونق تھی' شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں اس لیے اسے بھی بار بار کبھی ماما تو کبھی بھابی آواز دے کر باہر نکلنے پر مجبور کر ہی ڈالتیں۔ وہ سب کے درمیان ہوتی تو مجھے ہر ممکن حد تک نظر انداز کرتی۔ میری جانب دیکھنے تک سے گریز کرتی۔ میں جان گیا کہ وہ یہ سب نازو کے ڈر سے کر رہی ہے۔ پتا نہیں اس نے اس بچی سے کیا کیا نہ کہا ہوگا۔ ''کہیں وہ سب نو کیلئے شکوک ظاہر تو نہیں کر دیے جن کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں.....'' یہ سوچتے ہی میں ایک نامعلوم سی شرمندگی میں دھنس گیا۔ مینو سے نظر تک ملانے کا حوصلہ نہ رہا مجھ میں۔ اس لیے اگر وہ نازنین کے ڈر سے مجھ سے دور دور رہنے پر مجبور تھی تو میری شرمندگی مجھے اس سے پرے دھکیل رہی تھی اور رہی نازو.....تو اس کی جانب دیکھنے کو ویسے ہی میرا جی نہ چاہتا تھا۔ اس نے مجھ پر شک کر کے ایک طرح سے میری ہی نہیں' میری اس محبت کی بھی تذلیل کی تھی جو میں اتنے سالوں سے اس سے کرتا آ رہا تھا۔ کاش.....میرے بس میں ہوتا تو میں.....مگر افسوس' میں ایسا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ماما کو دیکھتا' جن کی برسوں کی خواہش پوری ہونے جا رہی تھی تو دل کی اس آواز کو دبا لیتا۔ پاپا کو دیکھتا' جو بھائی کی دی ذمے داری سے بالآخر سبکدوش ہونے جا رہے تھے تو اپنے اندر کے طوفان کو اندر ہی دھکیل دیتا۔ میں اتنی آسانی سے گھر کے خوشیوں بھرے ماحول میں زہر نہیں گھول سکتا تھا اور پھر میں اپنی اس حرکت کی وجہ کیا بتاتا۔ اصل بات بتانے میں ذلت ہی ذلت تھی۔ مصلحت کا تقاضا تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے اور میں یہی کر رہا تھا۔ ورنہ سچ تو یہ تھا

کہ ان دنوں میں نازنین سے حد درجہ متنفر ہو چکا تھا۔

انہی ایک دوسرے سے کترانے' چھپتے چھپاتے دنوں میں مینو ایک بار پھر مجھے پریشان نظر آئی۔ میں چونک گیا۔ اس چکر میں' میں اس لڑکے کو تو بھلا ہی بیٹھا۔ کیا پتا اب بھی وہ رات کو اس کی کھڑکی پر کنکر مار کے اسے دہشت زدہ کرتا ہو۔ اگر خدانخواستہ کسی روز گیٹ پھلانگ کے اوپر تو چڑھ گیا تو.....؟

اس سے پہلے کہ میں ساری احتیاطیں نظر انداز کرتا ہوا اس سے اس معاملے پر بات کرتا' وہ خود میرے پاس آ گئی۔

''یہ خط.....صاعد بھیا! اس نے آج یہ خط مجھے دیا ہے۔ دیکھیں' کس بُری طرح دھمکا رہا ہے مجھے۔ بس میں کالج نہیں جاؤں گی' نہ ہی مارکیٹ۔ نہ میں گھر سے باہر نکلوں گی' نہ ہی وہ نظر آئے گا۔ یہ سارا قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔'' اس کے آنسو ایک بار پھر بہہ رہے تھے۔ میں نے اس گندی سی ہنڈ رائٹنگ والے خط پر نظر دوڑائی۔ وہ کوئی عشقیہ مکالموں والا بیمار بھرا محبت نامہ کم اور کسی پیشہ ور مجرم کا دھمکی نامہ زیادہ لگ رہا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی لکھائی سے اس کے کم تعلیم یافتہ ہونے کا اور خط کے متن سے اس کی پست ذہنیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''جس یار کو لے کر تو اس دن باہر نکلی تھی' اس کی تو میں جان نکال لوں گا۔ وہ ہیرو تو میرے ایک گھونسے کی مار نہیں سہہ سکتا۔ اس پر اتنا اکڑتی ہے؟ آئندہ ایسے باڈی گارڈ لے کر باہر مت نکلنا۔ اکیلی نکلنا' مزہ تو اکیلے ملنے میں ہی آئے گا۔ سیدھی طرح سے میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیا تو مجھے الٹے طریقے بھی آتے ہیں۔ تم میری ہی ہو اور میں تمہیں اپنا بنا کے رہوں گا۔ چاہے اس کے لیے مجھے کسی کی جان ہی کیوں نہ لینی پڑے۔ تمہاری یا پھر تمہارے اس عاشق کی۔''

خط کا اتنا حصہ پڑھ کے ہی میرے اندر انگارے دہک اٹھے۔

''نہیں..... پلیز! آپ کہیں مت جائیں' کچھ نہ کریں۔'' اس نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ کے مجھے روک لیا ورنہ میں یہ خط لے کر سیدھا صائب کے پاس جا رہا تھا تاکہ اس کی مدد سے اس لفنگے کا اتا پتا لگاؤں۔

''میں نے کہا ناں' میں باہر ہی نہیں نکلوں گی۔ پرائیوٹ طور پر پڑھ لوں گی۔ آخر کتنا عرصہ وہ گھر کے باہر کھڑا رہے گا؟ تنگ آ کے خود ہی پیچھا چھوڑ دے گا۔ پلیز' آپ کچھ مت کیجئے گا۔ اگر میری وجہ سے آپ کو کچھ ہو گیا تو..... تو میں..... پیا..... پیا کا کیا ہو گا۔ میں ان کو کیا جواب دوں گی'' وہ سسک پڑی۔

''تمہیں اب بھی اپنی پیا کی پڑی ہے؟'' اس کے تڑپ تڑپ کے رونے پر میرے دل کو کچھ ہونے لگا۔ ''جبکہ اسے تمہاری کوئی فکر نہیں۔''

''وہ ایسی نہیں ہیں لیکن پتا نہیں کیوں' آج کل ایسا بی ہیو کر رہی ہیں۔ شاید مجھ سے ہی کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ میں نے ان کی باتوں پر ڈھنگ سے عمل نہیں کیا۔ دراصل میں اتنی پریشان تھی اور میری پریشانی کا آپ کے سوا کسی اور کو علم بھی نہ تھا اور نہ میں پیا کی کوئی بات نظر انداز نہیں کر سکتی اور آپ سے دور رہنے کا تو انہوں نے باقاعدہ حکم دیا تھا۔'' اس نے یہ بات اگل ہی دی اور اب کہہ دینے کے بعد پریشان نظر آ رہی تھی۔

''آپ بس یہ بات بھول جائیے' مجھے کوئی جھگڑا نہیں کروانا۔ وہ بہت خطرناک شخص لگ رہا ہے۔ اگر اس نے آپ کو کوئی نقصان پہنچایا تو.....'' وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کے رو دی۔ میں نے اسے دلاسا دینے کے لیے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس کا جسم مجھے کپکپاتا ہوا' لرزتا ہوا محسوس ہوا۔ میرا دل دکھ سے بھر گیا۔ بے تحاشا

ترس آیا مجھے اس ننھی سی لڑکی پر۔

''بس کرو مینو! اتنا مت روؤ۔'' میں نے آہستگی سے اسے اپنے قریب کیا۔ میری تسلی پاتے ہی وہ کسی ننھی بچی کی طرح میرے چوڑے سینے سے لگ گئی۔ میں نے اس کے کانپتے وجود کو شفقت سے اپنے بازوؤں میں بھر لیا اور اس کے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

''بس بچہ..... نہ..... اب نہیں رونا..... میں تمہارے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔'' اس کے بعد کیا ہوا تھا..... کیسے ہوا تھا..... میں ٹھیک طرح سے بتا نہیں سکتا۔ بس ایک دھماکا سا ہوا تھا۔ نظر اٹھائی تو نازنین سامنے تھی..... اور دروازہ کھلا تھا۔

ہچکیاں لے لے کر روتی سرخ آنکھوں اور بکھرے بالوں والی مینو..... اسے بازوؤں میں بھر کے فق چہرے کے ساتھ کھڑا میں..... اور ہم دونوں کو شرر برساتی نظروں سے گھورتی نازو۔

''پیا..... پیا..... وہ.....'' مینو ہکلاتی ہوئی مجھ سے الگ ہوئی اور نازو کے قریب جا کے اس سے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ نازو کا ہاتھ آگے بڑھا۔ مجھے لگا جیسے وہ آج مینو کو پیٹ ڈالے گی۔ وہ بھی سہم کے ذرا سا پیچھے ہٹی لیکن میرے ساتھ ساتھ اس کی بھی حیرت کی کی انتہائی نہ رہی جب نلذو نے اس بڑھے ہوئے ہاتھ سے اسے اپنی جانب کھینچا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔

''بس میری جان! ڈرو نہیں' میں آ گئی ہو۔'' اس کے اس دلاسا دیتے فقرے کا مطلب مجھے بڑی دیر سے سمجھ میں آیا اور جب آیا تو میرے پیروں سے زمین کھسک گئی۔

''کس قدر گھٹیا انسان ہو تم صاعد منظور! ایک بچی کی معصومیت سے کھیلتے تمہیں

شرم نہیں آتی۔اس کی بے ضرر محبت کا غلط فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے تمہارے ضمیر نے تمہیں ملامت نہیں کیا؟''

مجھے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر وہ مجھ پر الزامات عائد کر رہی تھی اور وہ بھی ایسے..... جن کو سننے سے پہلے میں مر جانا پسند کرتا مگر کیا ستم تھا کہ میں زندہ تھا.....اور سن رہا تھا۔

''نازنین! خاموش ہو جاؤ۔اتنا مت بولو کہ بعد میں تمہیں شرمندہ ہونے کا موقع بھی نہ ملے۔تم اصلیت سے ناواقف ہو'' میں نے اسے تنبیہہ کی جسے وہ خاطر میں نہ لائی۔

''میں اصلیت سے ناواقف ہوں نہیں.....تھی'' اس نے میرے سامنے آتے ہوئے کہا۔مینو اس سے چپکی کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے باری باری ہم دونوں کا چہرہ تک رہی تھی۔''تمہارا اصل چہرہ دیر سے ہی سہی مگر میرے سامنے آ چکا ہے۔جو اتنا گھناؤنا اور مکروہ ہے کہ جس کے بارے میں' مین سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔تم اس قدر نیچ انسان ہو کہ جس یتیم لڑکی کو تمہارے والدین نے ثواب کی نیت سے گھر میں پناہ دینے کے لیے رکھا' اس کی پرورش اور سرپرستی کا بیڑا اٹھایا' تم اسی پر گندی نظر ڈالنے سے نہیں چوکتے۔'' بے ساختہ میرا ہاتھ بلند ہوا اور نازنین کے غصے سے لال بھبوکا چہرے پر اپنا نشان چھوڑ گیا۔مینو ایک ہلکی سی چیخ مار کے چند قدم پیچھے ہٹی۔اس نے اپنی ہتھیلی سے اپنا منہ سختی سے دبا رکھا تھا۔شاید وہ اپنی امڈتی چیخیں دبانا چاہ رہی تھی۔

''اپنی بکواس بند کرو۔تمہارے اندر رشتوں کی شرم اور لحاظ ختم ہو چکا ہے۔'' میرے تھپڑ نے اس کے اندر ابلتے طیش کو قدرے دھیما کر دیا تھا اور اب وہ گال پر ہاتھ رکھے مجھے سن رہی تھی۔''تم نے میرے اور مینو کے تعلق پر ایک ایسا گندہ الزام لگایا ہے جس کو میں کبھی معاف نہیں کر سکتا۔مجھے سخت افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے کبھی تمہارے

جیسی لڑکی کو چاہا تھا۔تمہارے جیسی چھوٹی ذہنیت کی لڑکی کو.....تمہیں سب سے محترم جانا تھا لیکن آج تم نے مجھے میری نظروں میں نہیں' بلکہ خود اپنے آپ کو میری اور اپنی چھوٹی بہن کی نظروں میں گرا دیا ہے۔''

''تو کیا جو کچھ میں نے دیکھا' وہ غلط تھا؟'' اس نے تڑپ کے سوال کیا۔

''جو سمجھا' وہ غلط تھا.....ارے' وہ تو.....وہ تو پریشان تھی اور میں صرف اسے دلاسا دے رہا تھا۔حالانکہ یہ فرض تمہارا ہے لیکن تمہارے اسی بے لچک اور سخت رویے کا نتیجہ ہے کہ وہ تم سے بے حد انسیت رکھنے کے باوجود گھبراتی ہے۔تم اس کا قریب ترین رشتہ ہو مگر اس کے قریب نہیں ہو۔تم نے اسے اپنے پروں میں چھپا کے تو پالا ہے لیکن دل سے نہیں لگایا۔یہی وجہ ہے کہ آج اسے اس مشکل میں کسی تیسرے کی مدد حاصل کرنا پڑی' میری.....اور میں.....مجھے کیا صلہ ملا' اس ہمدردی کا؟ یہ بے ہودہ الزام! کیا اپنے ہاتھوں پال کے بڑی کی ہوئی بچی پر میرا اتنا بھی حق نہیں ہے؟ اگر تم اپنی اس گندی سوچ کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے دماغ سے جھٹک دو تو تمہیں نظر آئے گا کہ ایسا کچھ بھی نہیں.....ایسا کچھ بھی نہیں جو معیوب کہلایا جا سکے۔'' میری آواز کی گھن گرج کے پس منظر میں مینو کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔نازو کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا۔شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔اس نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا مگر میں نے ہاتھ اٹھا کے اسے روک دیا۔

''بس نازو.....کچھ مت کہنا۔اب تمہارے کوئی بھی الفاظ' کسی بھی قسم کی معذرت اس داغ کو نہیں دھو سکتی جو تم نے میرے کردار پر لگایا ہے۔بہت مایوس کیا ہے تم نے.....بہت زیادہ۔اب مجھے سوچنا پڑے گا کہ کیا میرا ظرف تمہارا عمر بھر کا ساتھ برداشت کر سکے گا؟''

''نہیں صاعد.....!'' اس نے پھر بولنا چاہا مگر میں نے بات کاٹ دی

''ایسے انسان کے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہیں نازنین محمود! جس کا ساتھ آپ کے لیے گالی ہو اور تم.....تمہارے ساتھ گزرا ہر پل مجھے اس گالی کی یاد دلاتا رہے گا جو تم نے مجھے دی ہے۔ تمہیں کیا پتا نازو کہ مینو میرے لیے کیا ہے؟ میں نے اسے کبھی تمہاری بہن کی حیثیت سے عزیز جانا تھا' اس سے لگاؤ محسوس کیا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے ان جذبات کا رخ بدلتا گیا'' تازو دم سادھے سن رہی تھی۔ مینو کے آنسو بھی تھم گئے تھے البتہ اس کا ہاتھ اب تک اس کے ہونٹوں پر جما تھا۔

''میں..... پتا نہیں کب اور کیسے.....لیکن میں اسے تمہارے حوالے سے نہیں بلکہ اپنی کسی بہت عزیز ہستی کی طرح اپنے دل میں محسوس کرنے لگا تھا۔ تم اس محبت کو جو نام چاہے دے سکتی ہو مگر خدارا وہ نہیں.....وہ نہیں جو تہمت کی طرح محسوس ہو۔ یوں سمجھو' میں نے اسے تمہاری نہیں اپنی بہن کی طرح محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔''

''صاعد! مجھے.....'' نازنین شاید معافی مانگنا چاہتی تھی کہ مینو کے پلٹ کے کمرے سے نکلنے پر اسے آواز دے کر روکنے لگی۔

''مینو.....! رکو.....رکو تو.....'' مگر وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب چلی گئی۔۔

''ٹھہرو نازو! یہ تو دیکھتی جاؤ'' اس سے پہلے کہ نازو بھی اس کے پیچھے نکلتی' میں نے وہ خط اس کے آگے لہرایا۔ ''یہ ہے اس کی پریشانی کی وجہ.....جس میں تمہیں بھی شریک کر کے وہ تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس رات اس کے کمرے میں' میں اسی لیے گیا تھا کہ وہ شخص باہر گیٹ پر کھڑا اسے ہراساں کر رہا تھا.....اور کچھ جاننا چاہو گی؟''

''مینو.....!'' نازنین کے سفید پڑتے لبوں سے یہ نام ادا ہوا۔ اب جا کے اسے

احساس ہوا تھا کہ وہ مینو کے ساتھ کیا کر بیٹھی ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر منہ پھلا کے گھنٹوں کمرا بند کر کے بیٹھنے والی اس کی چھوٹی بہن کا ردِعمل اس بات پر کیا ہوگا؟ یہ سوچ اسے خوف زدہ کر رہی تھی۔

میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس سے ناراض ہو رہا تھا۔ اس پر بگڑ رہا تھا۔ اسے بات کی بھی پروا ہوگی۔ یقیناً ہوگی مگر وہ اپنی شرمندگی کا اظہار مجھ سے کرنے کے بجائے الٹے قدموں باہر کی جانب لپکی۔

''مینو.....!'' اس کی پکار میں ایک تڑپ تھی۔ اس کی آواز میں درد اور پچھتاوے کا ایسا احساس تھا کہ میں' جو چند ثانیے قبل اس سے جنموں کی خفگی سمیٹے بیٹھا تھا' ایک ہی پل میں سب بھلا بیٹھا۔ میرا روٹھا ہوا دل اس کی درد میں ڈوبی آواز کی آنچ سے پگھل گیا تھا۔ پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ مینو اس سے روٹھی رہتی جو میری نسبت کئی گنا زیادہ محبت کرتی تھی نازو سے.....وہ بھی مان جاتی' معاف کر دیتی نازو کی بھول کو۔

لیکن تب..... جب وہ سن پاتی۔ نازو کے حقیقت جانتے جانتے وہ حقیقت کی جانب لوٹ گئی تھی۔ اب کسی کی بھی آواز اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ نہ کوئی پکار' نہ صدا' نہ چیخ' نہ کراہٹ' نہ کسی کے بین' نہ کسی کا ماتم!

♥ ..... ♥ ..... ♥

میں ایک خالی کمرہ ہوں۔

اس کا خالی کمرہ..... جس کو آج دنوں بعد اس کے دو اپنوں نے' اس کے دو چاہنے والوں نے آباد کیا ہے مگر پھر بھی یہ آباد آباد نہیں لگ رہا۔

''میں ہوں ذمے دار' میں قصوروار ہوں اس کی بے وقت موت کا۔ وہ ایک پل کی بدنیتی نہ میرے دل میں آتی' نہ میں ایسا کھیل کھیلتا' جس سے نازنین کے ذہن میں شکوک وشبہات جنم لیتے' جن کی وجہ سے سینو موت کو گلے لگانے پر مجبور ہوتی اور اس دن سے لے کر آج تک نازنین کی حالت نہیں سنبھلی۔''

صاعد نے اپنے چہرے پر پھیلے آنسو صاف کیے اور اس کی تصویر کے آگے سے ہٹ گیا۔ اب وہ اس کے بیڈ پر غنودگی کے عالم میں لیٹی نازنین کے پاس جا کھڑا ہوا اور تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔ مسکن دوا کے زیر اثر وہ اس وقت ہوش سے بیگانہ تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے کہیں سے بھی یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ وہ صدمے

ہے۔ نیند تو بڑی پیاری چیز ہے' بڑی مہربان شے' یوں اپنی آغوش میں بھر لیتی ہے کہ سونے والا ہر غم' ہر دکھ' ہر پریشانی سے بے نیاز ہو جاتا ہے جبکہ اس کی پیشانی کرب ناک شکنوں سے پُر تھی۔ خشک لب بار بار اضطراب سے پھڑ پھڑا جاتے۔ لٹھے سے سفید چہرے پر پسینے کی ہلکی ہلکی بوندیں نظر آ رہی تھیں۔ صاعد نے ہاتھ بڑھا کے اس کے ماتھے اور چہرے سے بکھرے بالوں کی وہ لٹیں پرے ہٹائیں جو پسینے سے چپک رہی تھیں۔ وہ خطرناک حد تک ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔

''وہ تو مر گئی..... اور تم اس دن سے پل پل مر رہی ہو یہ سوچ سوچ کر کہ اس کی موت کی وجہ تمہارا شک ہے۔ تم خود کو سزا دے رہی ہو اس کی روح سے بھی شرمندہ ہو اور مجھ سے بھی لیکن تم کیا جانو نازو! کہ تمہارے ذہن میں اس شک کا بیج بونے والا میں ہوں۔ بے شک میرے دل نے میتو کو نہ کبھی اس انداز میں دیکھا نہ سوچا۔ مگر صرف تمہارے ساتھ ایک دل لگی کرنے کو' تمہاری توجہ کھینچنے کے لیے میں یہ کر بیٹھا۔ اس کے بعد حالات مجھ سے سنبھلے ہی نہ پائے۔ میں نے کتنی کوشش کی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب تم میری معمول کی حرکتوں کو بھی شک کی نظر سے دیکھنے لگی تھیں اور کسی حد تک ہم دونوں کے ذمے دار ہونے کے باوجود میں آئی تو اس معصوم کی ذات۔''

''وہ..... چلی گئی..... وہ چلی گئی صاعد! میں اسے روک بھی نہ سکی۔'' کسمسا کے وہ اٹھی اور وحشت زدہ نگاہوں سے آس پاس دیکھتی مدھم آواز میں کہنے لگی۔ ''میں روکتی بھی تو کس منہ سے میں اسے شکل دکھانے کے قابل نہ رہی تھی..... پھر..... پھر تو مجھے مرنا چاہیے تھا ناں..... وہ کیوں مری؟'' وہ صاعد کا گریبان تھامے ہیجانی انداز میں سوال کر رہی تھی۔

''میں اس کا سامنا نہیں کر سکتی تھی..... مجھے اس مشکل سے نکالنے کے لیے وہ اپنی

جان سے گزر گئی صاعد! میں نے اسے مار ڈالا" اس کی دھیمی سرگوشیاں اب چیخوں میں بدل رہی تھیں۔ صاعد بے چین ہو گیا۔ پیار سے اس کا سر سہلاتے ہوئے وہ اسے پُر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ایسا مت کہو نازو! کون نہیں جانتا' وہ تمہارے لیے کیا تھی اور تم اس کے لیے کیا ہو۔ تم اسے کیسے مار سکتی ہو' غلطی کس سے نہیں ہوتی' تم سے بھی ہوئی اور اس غلطی کا ذمے دار کہیں نہ کہیں میں بھی ہوں۔ مجھے یہ احساس کرنا چاہیے تھا کہ بے شک میری نیت میں کھوٹ نہیں تھی لیکن ہمارا رشتہ تو بے حد خطرناک تھا' وہ ایسی بے تکلفی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ شرعاً اور اخلاقاً مجھے ایک حد میں رہ کے اس سے اپنا تعلق نبھانا چاہیے تھا۔ وہ تو بچی تھی' نادان تھی' محبت کو ترسی ہوئی' کاش میں ہی عقل سے کام لے لیتا۔ ایسے میں اگر تمہیں کوئی غلط فہمی ہوتی ہے تو وہ عین فطری ہے..... ہاں' بس یہ افسوس عمر بھر رہے گا کہ مینو نے ہمیں تلافی کا موقع دیا نہ معافی کا۔ تم بار بار خود کو الزام مت دو نازو! مجھے تکلیف ہوتی ہے اور اس کو بھی۔" صاعد نے ایک بار پھر بھیگ جانے والی آنکھیں مسلتے ہوئے کہا۔

"نہیں..... اور نہیں..... اور تکلیف نہیں ہونی چاہیے اسے۔" وہ بڑبڑائی۔ صاعد نے بے اختیار اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ نازنین نے کوئی مزاحمت تک نہ کی اور کسی سہمی ہوئی بچی کی طرح اس کے چوڑے سینے میں منہ چھپائے گہرے گہرے سانس لیتی اپنی وحشت کو کم کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

اٹھارہ دنوں کی رفاقت میں یہ ان کی پہلی انتہائی قربت تھی۔ یہ وہ رفاقت نہیں جو کئی سال سے تھی۔ یہ وہ رفاقت تھی جو اٹھارہ دن قبل ہونے والے نکاح نے ان کو عطا کی تھی۔ گھر میں اب تک جو سوگوار ماحول چھایا ہوا تھا اور نازنین کی جو ذہنی حالت تھی'

اس کے پیش نظر یہ فریضہ انتہائی سادگی سے ادا ہوا تھا۔ لیکن یہ بندھن بھی فریقین کو دوبارہ قریب لانے میں ناکام ثابت ہوا تھا۔ ایک طرف نازنین تھی جو اپنی جگہ شرمسار تھی' خود کو صاعد کے قابل نہ سمجھنے کی وجہ سے کھنچی کھنچی رہتی۔ دوسری جانب صاعد تھا جو دل کے چور کے ہاتھوں اس سے نظریں چرائے رہتا۔ اس دوری کی وجہ مینو کی ذات تھی۔

اور آج..... آج اس قربت کی وجہ بھی مینو بنی۔ ایک درد مشترک تھا جو دونوں کو پھر سے باندھ رہا تھا۔ ایک دوسرے کے آنسو پونچھنے کے لیے ہی سہی..... مگر ان کے ہاتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

اور میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کا خالی کمرہ.....

میری ویران' اجڑی ہوئی دیواروں پر جیسے کونپلیں سی پھوٹ رہی تھیں۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

ایک کمی ہے.....ابھی بھی ایک کمی ہے' نرمین محمود کی۔

نرمین محمود حاضر ہو.....ہو.....!

میری آواز میرے ہی درودیوار میں گونج کے رہ گئی۔ میری پہلی ہی پکار پر وہ دونوں آ گئے تھے۔ شاید یہ ان کے دل کو پکار بھی تھی لیکن میری یہ صدا بے ثمر رہی۔ وہ بھلا کیسے آ سکتی ہے۔ وہ تو ان صداؤں سے بہت دور جا چکی ہے۔ جانے والے چلے جاتے ہیں اور پیچھے رہ جاتی ہیں یادیں.....اور وہ چیزیں جو اُن کے استعمال میں کبھی رہی تھیں۔

کہتے ہیں چیزیں بے جان ہوتی ہیں۔ بے جان چیزیں بولا نہیں کرتیں' کچھ کہا نہیں کرتیں۔ اگر کہا نہیں کرتیں تو پھر راز کیسے کھولتی ہیں؟ ان چیزوں کو دیکھو یہ کچھ نہ کچھ کہہ رہی ہیں۔ اس لیمپ کی اداس روشنی' اس کمپیوٹر کی تاریک اسکرین' اس رائٹنگ ٹیبل کی مقفل دراز.....اور اس دراز میں رکھی مخملیں گلابی جلد والی وہ ڈائری جس کے پہلے ورق پر ''نرمین محمود'' لکھا ہے۔

''اگر! بے جان چیزیں۔ بولا نہیں کرتیں' گواہی نہیں دیا کرتیں تو پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟۔

اس لیمپ کی مدھم و اداس روشنی وہ ساری آس اور نراس میں ڈوبی ہوئی سرگوشیاں کیوں دہرا رہی ہے؟ اور اس کمپیوٹر کی تاریک اسکرین کے پیچھے گم وہ الفاظ کیوں ابھر کے سامنے آ رہے ہیں جو کسی کے خوابوں کے راز دار تھے؟

وہ آنسو جو کب کے جذب ہو کے خشک ہو چکے تھے' وہ ایک بار پھر کیوں اس تکیے کو نم کر رہے ہیں؟۔

اور ہاں' اس رائٹنگ ٹیبل کی مقفل دراز.....اور اس دراز میں رکھی مخملیں گلابی جلد والی وہ ڈائری.....اور اس ڈائری کا وہ ورق.....وہ پہلا ورق' جس پر ''نرمین محمود'' لکھا ہے۔

''صاعد بھیا چلے گئے۔'' یہ وہ پہلا جملہ تھا جو اس ڈائری کے اگلے ورق پر لکھا تھا۔

''اور ان کے جانے کے بعد آج دوسری بار مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں اکیلی رہ گئی ہوں لیکن نہیں..... شاید پہلی بار کیونکہ پانچ سال پہلے بھی میں اکیلی ہوئی تھی لیکن تب میں اس غم کو اس طرح محسوس کرنے کے قابل نہیں تھی۔ مجھے بس اتنا پتا تھا کہ اب میں اپنے ماما' پاپا کو کبھی دیکھ نہیں سکوں گی اور یہ کہ اب مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کسی اور کے گھر میں رہنا ہے' کسی دوسرے کے گھر میں۔ اب دنیا میں کچھ بھی ایسا نہیں ہوگا جو صرف اور صرف میرا ہوگا اور یہ احساس مجھے دکھی کرنے کے لیے زیادہ کاری ثابت ہوا لیکن اس بار میں کچھ زیادہ ہی اداس ہو رہی ہوں حالانکہ سب سمجھا رہے ہیں کہ صرف دو سال کی بات ہے۔ دو سال بعد صاعد بھیا پھر سے ہمارے ساتھ ہوں گے۔ صاعد بھیا نے بھی مجھ سے پرامس لیا ہے کہ میں نہ تو ان کے جاتے وقت روؤں گی اور نہ ہی

ان کے جانے کے بعد..... میں نے اپنا پرامس پورا کیا۔ میں بالکل بھی نہیں روئی۔ اب بھی نہیں رو رہی لیکن یہ بہت مشکل ہے صاعد بھیا۔ میرے گلے میں درد ہو رہا ہے۔ مجھ سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا۔ میری آنکھوں میں مرچیں لگ رہی ہیں' جلن ہو رہی ہے ان میں..... میں رو نہیں رہی' بس وہ جلن کی وجہ سے شاید ان میں پانی آ رہا ہے اور گلے میں..... پتا نہیں گلے میں کیا ہے؟ کیوں درد ہو رہا ہے؟ ایسے جیسے کوئی نوکیلا پتھر پھنسا ہو۔ صاعد بھیا! میں آپ سے پرامس توڑنا نہیں چاہتی لیکن کیا میں تھوڑا سا رو لوں؟ نہیں' آپ کے جانے کی وجہ سے نہیں' صرف گلے کے درد کی وجہ سے۔ اور وہ جو آنکھوں کی جلن ہے' کیا رو لوں..... بس تھوڑا سا.....!

اس کے بعد کئی صفحے خالی تھے۔ شاید وہ باقاعدگی سے ڈائری لکھنے کی عادی نہ تھی۔ کم از کم وہ کچھ لکھنے کی تو بالکل بھی نہیں' جو ڈائری پابندی سے لکھنے کے عادی افراد لکھا کرتے ہیں یعنی اپنے روزانہ کے خاص معمولات اور یاداشتیں۔ کسی کسی صفحے پر کوئی فون نمبر' کہیں کسی کورس کی بک کا نام' کہیں ڈیٹ شیٹ' بہت آگے جا کے چند ایک نظمیں اور اشعار لکھے تھے۔ یہ شاید تب کی بات ہے جب وہ اپنے اسکول کے آخری دنوں میں تھی اور اسے اپنی پیا' نازنین محمود کی کتابیں پڑھنے کا چسکا لگ گیا تھا۔ بہت سی کتابوں کو تو وہ ان کی ضخامت کی وجہ سے ڈر کے مارے ہاتھ تک نہ لگاتی تھی اور کہیں ان کے لمبے لمبے مشکل نام اسے خوف زدہ کر دیتے البتہ اس عمر میں اس نے پروین شاکر کی ''خوشبو'' جی بھر کے پڑھی۔ نوعمر البیلے جذبات کی ترجمانی کرتے آسان فہم زبان میں سیدھے دل میں اترتے اشعار اسے بہ آسانی سمجھ میں آنے لگے۔ ایک تو وہ عمر ایسی تھی جس میں دل خود بخود ایسے خیالات کے لیے اپنے بند در وا کر دیتا ہے۔ دوسرے وہ نظمیں بھی ایسی ہی تھیں جو شاید انہی کچی پکی راتوں میں لکھی گئی تھیں۔ جا بجا

اس کے پسندیدہ اشعار لکھے تھے۔

پھر ایک اور صفحہ تھا' جس پر اس نے کچھ لکھا تھا اور عجیب اتفاق تھا کہ یہ جملہ پچھلی تحریر سے کتنا ملتا جلتا تھا۔

''صاعد بھیا آ رہے ہیں۔'' اور بس..... اس کے علاوہ وہاں پورے صفحے پر اور کچھ لکھا نہیں تھا' ہاں البتہ..... جا بجا اس نے بال پوائنٹ سے پھول ضرور بنائے تھے۔ چھوٹے چھوٹے پھولوں سے پورا صفحہ بھرا پڑا تھا۔ کتنا مکمل اظہار تھا یہ..... ایک نظر ڈالتے ہی اس کے جذبات پوری طرح سمجھ آ جاتے ہیں۔ دو صفحات کے بعد اس نے لکھا تھا۔

''آج میں بہت عجیب سا فیل کر رہی ہوں' کچھ کچھ بے چینی' کچھ کچھ ایکسائٹمنٹ..... پتا نہیں کیوں؟ سارا دن مجھے لگتا رہا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ میرا پہلا دھیان صاعد بھیا کی جانب ہی گیا تھا۔ وہی آنے والے تھے۔ انہوں نے ٹھیک تاریخ تو نہیں بتائی' صرف اتنا کہا تھا کہ اسی مہینے کے آخر تک وہ لوٹ آئیں گے۔ ہمیشہ کے لیے۔ شاید وہ اچانک آ کے سرپرائز دینا چاہتے ہیں۔ جب سے انہوں نے فون پر یہ اطلاع دی' اسی دن سے میں نے ان کا انتظار شروع کر دیا۔ شکر ہے کہ ایگزامز کے بعد میں آج کل فری ہوں' ورنہ اسکول میں بھی سارا وقت میرا دھیان یہیں لگا رہتا کہ کہیں صاعد بھیا گھر نہ آ گئے ہوں۔ ان کے واپس آنے کے بعد سب سے پہلے ''میں'' ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ انہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے ان سے کیا گیا اپنا پرامس بالکل بھی نہیں اور کبھی بھی نہیں توڑا۔ کئی بار تو مجھے اتنا رونا آیا' اتنا رونا آیا کہ لگتا تھا اگر میں نہ روئی تو مر تو ضرور جاؤں گی لیکن پھر بھی..... پھر بھی میں نہیں روئی۔ ان کے جانے کے فوراً بعد جب میں شدید بیمار ہوئی تب ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ میں گھٹن کا شکار

ہوں اور میرے دماغ پر کوئی دباؤ ہے' جس کی وجہ سے میرا بخار اتر نہیں رہا۔ سب نے مجھے رلانے کی کوشش کی لیکن میں تب بھی نہیں روئی۔ کیسے روتی؟ صاعد بھیا سے کیا گیا وعدہ کیسے توڑتی؟ جب انہوں نے کبھی اپنا وعدہ نہیں توڑا' کبھی میرا دل نہیں دکھایا تو میں ایسا کیسے کرتی؟ کسی کو کیا پتا صاعد بھیا میرے لیے کیا ہیں۔ یہ بات تو صاعد بھیا بھی نہیں جانتے..... اور کیسے جانیں گے' جب میں نے کبھی انہیں بتایا ہی نہیں لیکن اب میں ضرور بتاؤں گی۔ پہلے مجھے سمجھ ہی نہیں آتا تھا انہیں کیسے بتاؤں۔ لیکن اب میں بڑی ہو گئی ہوں اور آنٹی کہتی ہیں کہ میں باتیں بھی بڑی بڑی کرنے لگی ہوں۔ پپا کا بھی یہی خیال ہے کہ اب میں پہلے کی نسبت خاصی سمجھ دار ہو چکی ہوں۔ تو ٹھیک ہے' اب میں صاعد بھیا کو یہ بتا سکتی ہوں کہ وہ میرے لیے کیا ہیں؟

وہ میرے لیے ایک ایسا رشتہ ہیں جن کی وجہ سے میں اپنے ماما' پاپا کا غم بھلا پائی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں ان کا مقام کتنا اہم ہے' جو آپ کی سب سے بڑی محرومی مٹا دے وہ غیر اہم تو ہو ہی نہیں سکتا۔

مجھے آج بھی اس گھر میں اپنے ابتدائی دن یاد ہیں۔ اگرچہ بات بہت پرانی ہیں ہے لیکن چونکہ میں تب خاصی کم عمر تھی اس لیے یہ اچھی طرح واضح نہیں کر سکتی کہ ماما پاپا کے اس حادثے میں گزر جانے کے بعد فوری طور پر میرا ردِعمل کیا تھا۔ ظاہر ہے' میں بچی تھی' اس عمر میں تو تھی کہ موت کا مطلب سمجھ سکوں' ماما پاپا کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جانے پر رو پیٹ سکوں لیکن اس حادثے سے میں اپنی زندگی کی کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئی ہوں' اس کا صحیح اندازہ تب مجھے نہ تھا۔ یہ احساس اس دن پہلی بار ہوا جب مجھے اور پیا کو اپنا گھر چھوڑ کے انکل کے گھر آنا پڑا۔ اپنا کمرہ' اپنی چیزیں' اپنا گھر میں سب کچھ ساتھ لے جانا چاہتی تھی مگر ایسا کر نہ سکی۔ میں ضد کر رہی تھی' مچل

رہی تھی' تڑپ رہی تھی۔ میرے رونے پر اور چیخ و پکار کرنے پر انکل آنٹی پریشان تو ضرور تھے مگر ان کی آنکھوں میں' میں نے وہ بے چینی نہ دیکھی جو میرے آنسو دیکھ کے ماما پاپا کو گھیر لیتی تھی۔ پیا میری ضدیں پوری کرنے کی اپنی سی کوشش ضرور کرتیں لیکن شاید وہ خود ابھی تک اپنے آپ کو اس گھر میں ایڈجسٹ نہ کر پائی تھیں تو مجھے کیا کرتیں۔ ان کی دوسری مصروفیات بھی کئی تھیں۔ ان کی اسٹڈیز۔ ماما کی آخری خواہش جان کے وہ ہر حال میں ڈاکٹر بننا چاہتی تھیں۔ اتنی سخت پڑھائی کے دوران وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے کاموں کے لیے بھی وقت نکال ہی لیا کرتی تھیں تاکہ رودابہ بھابی کا موڈ بہتر رہے اور کوئی ہم دونوں کو بوجھ نہ سمجھے۔ بس ان کے پاس میرے لیے ہی وقت نہ بچتا تھا۔ میں جانتی تھی کہ وہ مجھے کتنا پیار کرتی ہیں اور ان دنوں تو زیادہ تو زیادہ ہی کرنے لگی تھیں۔ شاید ماما پاپا کے حصے کا بھی دینا چاہتی ہوں لیکن اس بے پناہ پیار کے باوجود ان کا طرزِ عمل بہت عجیب سا ہو گیا تھا۔ مجھے ہر وقت ٹوکتی بھی رہتیں۔

''یہ نہ کرو' کوئی کیا کہے گا؟ ایسا نہ کہو فلاں کیا سوچے گا؟ یہاں یہ سب نہیں چلے گا اور اب تم ایسا نہیں کر سکتیں۔'' وغیرہ وغیرہ۔ ان کی ہدایتوں کی وجہ سے میں اس گھر اور اس گھر کے رہنے والوں سے اور بھی چڑنے لگی۔ زہر لگنے لگا مجھے یہ گھر' جس میں' میں اپنی مرضی سے رہ نہیں سکتی۔ اپنی فرمائش سے کچھ پکوا نہیں سکتی' شور نہیں مچا سکتی.....اور تو اور اس گھر نے میری پیا کو مجھ سے کتنا دور کر دیا تھا۔ میں اور بھی ضدی اور بھی چڑچڑی ہوتی گئی۔ ہاں اچانک' بالکل اچانک جس دن انہوں نے اپنا ہاتھ میرے آگے بڑھایا تھا اس سے ایک دن پہلے تک وہ میرے لیے ویسے ہی تھے جیسے کہ گھر کے باقی لوگ۔ اس لیے میں حیرت سے ان کے بڑھے ہاتھ کو دیکھتی رہی۔ میں نے ایک نظر ان کے چہرے پر ڈالی۔ میری ضد سے وہ کچھ پریشان نظر آ رہی تھیں لیکن اس وقت میں نے

ان کے چہرے پر اطمینان پھیلتا دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بھی ایک سکون اتر رہا تھا۔ مجھے لگا پیا کی خوشی بھی اس میں ہے کہ میں یہ ہاتھ تھام لوں۔ میں نے اپنا ہاتھ صاعد بھیا کے ہاتھ میں دے دیا۔

''ڈن!'' میں نے دوستی کے اس رشتے پر منظوری کی مہر لگا دی اور یہ سچ ہے کہ اس دوستی کی ابتدا میں نے اپنی پیا کو خوش کرنے کے لیے کی تھی۔ مجھے اچانک لگا تھا کہ میری بلاوجہ کی ضد انہیں تکلیف دے رہی ہے اور اگر میں اپنی ضد سے دستبردار ہو جاتی تب بھی وہ دکھی ہی ہوتیں' یہ سوچ کر کہ ایسا شاید میں احتجاجاً یا ناراضی میں کر رہی ہوں۔ مجھے یہ بھی لگتا تھا کہ صاعد بھیا سے میری دوستی پیا کی اپنی خواہش ہے۔ تب تک میں یہ جان چکی تھی کہ وہ پیا کے صرف کزن ہی نہیں بلکہ کچھ اور بھی ہیں۔ دونوں کی منگنی ہو چکی ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں صرف کزن ہونے اور منگیتر بھی ہونے کا مطلب تو سمجھ آ ہی جاتا ہے۔ مجھے بھی پتا چل گیا کہ صائم بھیا اور صائب بھیا میرے صرف کزن ہیں جبکہ صاعد بھیا کا اس کے علاوہ بھی ایک گہرا رشتہ ہے اس لیے ان سے دوستی کرنے میں کوئی حرج نہیں اور پھر اس دوستی نے یہ بار در کرایا کہ ان دو رشتوں کے علاوہ ایک تیسرا رشتہ بھی ہے جو ہم دونوں کے درمیان روز بہ روز گہرا ہوتا چلا گیا۔ اس گھر میں مجھے دلچسپی لینے پر مجبور کرنے والے بھی وہی تھے اور اس گھر کے مکینوں کو اپنا سمجھنے میں مدد دینے والے بھی وہی تھے۔ آہستہ آہستہ میں ان کی عادی ہوتی چلی گئی۔ اس سے پہلے میں صرف پیا کے قریب تھی لیکن محبت کے ساتھ ساتھ دوستی کا احساس کیا ہوتا ہے' یہ صاعد بھیا کے ساتھ نے سمجھایا۔ ان سے میں ایسی بہت سی باتیں کر لیا کرتی تھی جو پیا سے کرتے ہوئے جھجکتی تھی۔ ان سے تو اپنی کسی شرارت کا بھی ذکر کرتی تو وہ پریشان ہو کے کہتیں۔

''کیا کرتی ہو مینو! انکل آنٹی کو پتا چلا تو کتنا بُرا لگے گا انہیں.....'' اگر کسی چیز کی خواہش یا ضرورت بیان کرتی تو وہ ڈر کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتیں ''اچھا' میں کچھ کرتی ہوں مگر مینو گڑیا' تم کسی سے کہنا مت' تمہیں جو چاہیے ہو مجھے چپکے سے بتا دیا کرو' کسی کے سامنے مت کہا کرو' اچھا نہیں لگتا۔''

اور میں اپنی ضرورت پر اتنی شرمندہ ہوتی کہ بس..... لیکن صاعد بھیا کے ساتھ ایسا کچھ نہ تھا۔ ان سے تو مجھے کچھ کہنا ہی نہ پڑتا۔ وہ بن کہے میری ساری خواہشات نہ جانے کیسے بھانپ لیتے تھے۔ انہیں میری پسند ناپسند سب کا پتا ہے۔ وہ میرے لیے بہت اسپیشل ہیں' بہت زیادہ اسپیشل۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے پرامس کرنے کے بعد میں نے یہ دو سال بغیر روئے کسی نہ کسی طرح گزار ہی لیے ہیں اور ہاں' اس میں پیا نے بھی میری بہت مدد کی ہے۔ انہوں نے صاعد بھیا کی کمی پوری کرنے کے لیے مجھے زیادہ وقت دینا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ تو بس وہ ہیں' ان کی کمی بھلا کون پوری کر سکتا ہے لیکن عرصے بعد پیا کو پھر سے اپنا پا کے مجھے اچھا لگا۔

میرا دل بہلانے کو وہ اکثر مجھ سے صاعد بھیا کی باتیں کرتی رہتی ہیں تاکہ مجھے خوشی ہو اور واقعی مجھے خوشی ہوتی بھی ہے۔ میں سارا دن بھی ان کی باتیں کرتے نہیں تھکتی۔ عجیب سی بات یہ ہے کہ صاعد بھیا بھی جب میرے ساتھ ہوتے تھے تو زیادہ تر بات وہ پیا کے متعلق ہی کیا کرتے تھے۔ انہیں پیا اچھی لگتی ہیں' ہاں یہ بات میں جانتی ہوں اسی لیے جب وہ جاپان جا رہے تھے تو میں نے انہیں جو تین گفٹ دیے ان میں سے ایک پیا کی خوبصورت تصویر بھی تھی۔ میرا خیال تھا وہ خوش ہو جائیں گے' انہیں میرا یہ گفٹ سب سے زیادہ پسند آئے گا لیکن پتا ہے ہوا کیا؟ انہیں میرا دوسرا والا گفٹ زیادہ پسند آیا یعنی میرا پنکو..... میرے بچپن کا دوست پنک پینتھر۔ یہ بات انہوں نے

میرا دل رکھنے کے لیے نہیں کی تھی' یہ میں جانتی ہوں کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتے' مجھ سے تو بالکل بھی نہیں۔ ان کی یہی بات تو مجھے پسند ہے کہ اگر انہوں نے مجھے دوست کہا ہے تو دل سے مجھے دوست مانتے بھی ہیں۔ کبھی بچہ سمجھ کے بہلانے کی کوشش نہیں کی' ہمیشہ ایک ہم عمر دوست کی طرح ٹریٹ کیا ہے۔ اس لیے اگر انہوں نے یہ کہا کہ میرا پنک پینتھر ہی ان کی زندگی کا اب تک کا بیسٹ گفٹ ہے تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

اب وہ آنے والے ہیں۔ انہوں نے بتایا نہیں کہ کب؟ لیکن مجھے لگ رہا ہے جیسے وہ ابھی آ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے رستے میں ہوں۔ اگر اس وقت رات کے ڈھائی نہ بجے ہوتے تو میں ضرور کھڑکی سے نیچے جھانک کے دیکھتی' شاید گیٹ پر ہی چلی جاتی لیکن اتنی رات اور اندھیرا..... میں تو ڈر کے مارے پردہ ہٹا کے باہر بھی نہیں جھانک سکتی۔ رات کے اس وقت تک میں اسی لیے جاگ رہی ہوں کہ میرے دل کو یقین سا ہے کہ وہ آ جائیں گے اور اس یقین نے مارے خوشی کے میری نیند تک اُڑا کے رکھ دی ہے۔ دیکھو' کل کیا ہوتا ہے؟ اگر واقعی وہ کل آ گئے تو میں تمہیں ضرور بتاؤں گی پیاری ڈائری۔ تم تو بہت اچھی دوست ہو' مجھے آج پتا چلا۔ تم سے اتنی ڈھیر ساری باتیں کر کے اندازہ ہوا کہ تم بھی میری دوست بن سکتی ہو۔ اب ہم روز ملا کریں گے۔ روزانہ نہیں تو اکثر کم از کم اس دن تو ضرور جس دن میرے پاس تمہیں بتانے کے لیے بہت سی باتیں ہوں گی۔''

دن اور تاریخ وہ لکھنا بھول گئی تھی یا شاید یہ اس کی عادت میں شامل نہ تھا۔ اس کے اگلے ہی صفحے پر پھر سے کچھ لکھا تھا' نہ صرف اس پر بلکہ اب ایک تسلسل سے یہ تحریریں موجود تھیں۔

''دیکھا..... صاعد بھیا آ گئے۔ میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ کل رات میں تم

سے کہہ رہی تھی ناں کہ ایسا لگتا ہے جیسے صاعد بھیا راستے میں ہوں۔ بالکل ایسا ہی ہوا کل رات بے چینی کی وجہ سے مجھے ذرا بھی نیند نہیں آئی اور میں اپنے جاگنگ کے روزانہ کے ٹائم سے خاصا پہلے ہی لان میں نکل آئی۔ ابھی میں نے کوریڈور سے باہر قدم نکالا ہی تھا کہ سامنے صاعد بھیا تھے۔

اُف..... میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔ ایک تو ان کی واپسی کی خوشی دوسرے اس بات کی کہ مجھے ان کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جیسے ہی مجھے لگا کہ وہ آ رہے ہیں' وہ واقعی آ گئے اور ایک خوشی اس بات کی بھی کہ ان سے سب سے پہلے ملنے کی میری خواہش بھی پوری ہوگئی۔ صاعد بھیا ویسے کے ویسے ہیں۔ اتنے ہی لونگ' اتنے ہی کیئرنگ' اتنے ہی فرینڈلی اور ہاں' اب تو پہلے سے بھی بڑھ کے ہینڈسم ہو گئے ہیں لیکن ان کا خیال ہے میں پہلے جیسی نہیں رہی۔ شاید وہ میری شکل وصورت کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ ہاں' یہ ایک طرح سے ٹھیک بھی ہے۔ واقعی' دو سالوں میں مجھ میں بہت سی ظاہری تبدیلیاں آئی ہیں۔ یہ بات تو ہر کوئی کہتا ہے' میری فرینڈز بھی..... کہ میں زبردست اسمارٹ اور کیوٹ لگتی ہوں۔ شاید صاعد بھیا کو بھی ایسا لگا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اب بھی انہیں پیا سے بڑھ کے کوئی اچھا نہیں لگتا۔

وہ مجھ سے بات کر رہے تھے' آنٹی بالکل سے مل رہے تھے اور جب چپکے سے پیا نماز والا سفید دوپٹا سر اور کاندھوں پر لپیٹے وہاں آ کھڑی ہوئیں تو جیسے صاعد بھیا کو اور کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ وہ بس انہیں ہی دیکھتے رہے۔ حالانکہ مجھے تو وہ اس طرح دوپٹے کو کانوں اور ماتھے تک لیے کوئی خاص اچھی نہیں لگتیں۔ یہ بات میں نے زویا کو بھی بتائی تھی۔

زویا' میری بیسٹ فرینڈ۔ اس نے کہا کہ یہ دل کے معاملے ہیں' تم نہیں سمجھو

گی۔ تمہاری پیا تمہارے صاعد بھیا کے دل میں اتر گئی ہیں' اب انہیں ان سے پیارا کوئی لگ ہی نہیں سکتا۔ ہوسکتا ہے وہ ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اگر یہ واقعی دل کی باتیں ہیں تو ظاہر ہے مجھے بھلا کیا پتا ان سب کا۔ زویا کو ضرور پتا ہوگا' وہ اپنے ماموں کے بیٹے کو پسند کرتی ہے۔ یعنی وہی دل کا معاملہ..... لیکن جو بھی ہے' اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان بس ایک ہی کا ہو کر رہ جائے۔ اسے دوسرے نظر ہی نہ آئیں۔ اس لیے جب صاعد بھیا کی نظریں مسلسل ان کے تعاقب میں رہیں' حتیٰ کہ جب وہ کچن میں گھس گئیں تب بھی وہ بے چینی سے وہیں بار بار دیکھتے رہے اور میری باتوں کا غائب دماغی سے ہوں' ہاں میں جواب دیتے رہے تو مجھے تھوڑا سا غصہ آیا۔ ہاں بس تھوڑا سا..... زیادہ غصہ تب آیا جب میں نے خود صاعد بھیا کے لیے ناشتا بنانا چاہا اور آنٹی نے روک دیا' یہ کہہ کر کہ نازنین صاعد کے آتے ہی کچن میں اس کے پسندیدہ حلوا پوری اور چنے کے ناشتے کی تیاری میں لگ گئی تھی۔ ٹھیک ہے' مجھے یہ مشکل چیزیں بنانا نہیں آتیں لیکن میرا دل تو چاہتا ہے ناں صاعد بھیا کو اپنے ہاتھ کی کوئی چیز کھلانے کو۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ..... خیر چھوڑو' میں نے بھی غصے کے مارے ناشتے کی ٹیبل پر پیا کے محنت سے تیار کیے حلوے' چنے اور پوریوں کو نظر اٹھا کے نہ دیکھا۔ بس توس پر جیم لگا کے کترتی رہی۔ سب نے بہتیرا کہا..... بلکہ میرا اپنا دل بھی للچا رہا تھا۔ آخر وہ میری بھی فیورٹ چیزیں تھیں لیکن اُف یہ غصہ.....! پتا نہیں اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟

♥ ..... ♥ ..... ♥

گھر میں رش سا لگ گیا ہے۔ میں نے سوچا تھا صاعد بھیا آئے ہیں' ہم خوب مزے کریں گے' گھومیں پھریں گے' آؤٹ ڈور' ان ڈور گیمز ہوں گے لیکن وہ تو اتنے مصروف رہتے ہیں ملنے ملانے میں۔ صائم بھائی جان کی فیملی بھی آ گئی ہے۔ بچوں کی چھٹیاں ہیں اس لیے شاید کافی دن رہنے کا پروگرام ہے۔ میں تو ان کے آنے اور پھر کئی دن تک رکنے کا سن کر ہی بور ہو گئی ہوں۔ پتا نہیں یہ رودابہ بھابی مجھے اتنی بُری کیوں لگتی ہیں اور صائم بھائی جان...... ہوں' اتنے بُرے نہیں لیکن خاص اچھے بھی نہیں لگتے۔ ویسے تو میرے ساتھ ٹھیک ہیں بلکہ سب کے ساتھ ہی لیکن بھابی سے کتنا ڈرتے ہیں' یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ وہ کچھ بولنے سے پہلے بھی بھابی کا منہ تکتے ہیں' بس یہی بات مجھے بُری لگتی ہے اور پھر وہ کتنے ڈھیلے ڈھالے ست سے ہیں۔ ڈریسنگ بھی ایک دم فضول کرتے ہیں۔

واؤ...... ڈریسنگ تو صاعد بھیا کی غضب کی ہوتی ہے۔ چاہے سوٹ پہنیں' چاہے جینز شرٹ یا چاہے شلوار کرتہ...... اور تو اور' وہ جاگنگ سوٹ میں بھی کتنے اچھے

لگتے ہیں۔ ان سے تو خیر کسی کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ صائم بھائی جان کا تو بالکل بھی نہیں اور نہ ہی انیتا کے اس...... لم ڈھینگ بھائی کا جو کینیڈا میں ہوتا ہے۔ کیسے اس کی تصویریں لالا کے شو مارتی ہے اور زویا کا وہ کزن' جسے وہ پسند کرتی ہے' وہ سوکھا سڑا چوزہ۔ پتا نہیں زویا کو اس میں کیا اچھا لگتا ہے؟ میں نے بھی آج خوب شو ماری۔

میں اکیڈمی صاعد بھیا کی وہ البمز ساتھ لے گئی تھی جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ہم سب فرینڈز نے رزلٹ آنے تک کا وقت کارآمد بنانے کے لیے اس اکیڈمی کو چند ہی روز قبل جوائن کیا ہے۔ یہاں ہم کمپیوٹر کورسز بھی کر رہے ہیں اور چند دوسرے کورسز بھی جیسے انیتا اور میں فلاور مکینگ کا' زویا گلاس ورک کا جب کہ کنزیٰ اچھی بیوی کی طرح کوکنگ کلاسز لے رہی ہے۔ ہاں تو میں بات کر رہی تھی ان البمز کی...... جو صاعد بھیا کی شاندار تصویروں سے سجی تھیں۔ زویا اور کنزیٰ تو دیکھتے ہی امپریس ہو گئیں۔ زویا نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارے کزن کو دیکھنے کے بعد اب جنید مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ جنید اس کا وہ کزن ہے جسے وہ پسند کرتی ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ مذاق میں یہ بات کہہ رہی ہے۔ دل سے تو وہ سچ مچ اس ڈیڑھ پسلی کے چوزے پر ہی مرتی ہے البتہ انیتا میں بڑی اکڑ ہے۔ اس کا اب بھی یہ کہنا تھا کہ اس کا بھائی زیادہ ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہے۔ اور پتا ہے' اس نے کیا کہا؟ کہنے لگی۔

''اور بائی دا وے' تم یہ کمپیٹیشن کس لیے کروا رہی ہو۔ میرے بھائی سے کمپیٹیشن کرانا ہے تو اپنے بھائی کا کرواؤ...... اگر زویا کے لور سے کرنا ہے تو مقابلے میں اپنا لور لاؤ' یہ مسٹر کون ہیں؟'' بڑی منہ پھٹ ہے یہ انیتا۔ میں نے بھی صاف بتایا۔

''یہ میرے ہونے والے جیجا جی ہیں' یعنی بہنوئی۔ اب لاؤ ناں مقابلے پر تم بھی اپنے بہنوئیوں کو؟'' دیکھ رکھے تھے میں نے اس کے کالے دیو جیسے دونوں بہنوئی' اس

لیے یہ بات کہی تھی۔ وہ چپ کر کے بیٹھ گئی۔ بڑی آئی صاعد بھیا کے آگے کسی اور کو اچھا کہنے والی۔ وہ صرف دیکھنے میں ہی تو اچھے نہیں ہیں' ان کی ساری باتیں' ساری عادتیں اچھی لگتی ہیں۔ وہ سب کا خیال رکھتے ہیں' سب سے پیار سے بات کرتے ہیں' کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کسی کا دل نہیں دکھاتے' جھوٹے وعدے نہیں کرتے۔ غصہ آ بھی جائے تو اونچی آواز میں چلاتے نہیں ہیں۔ اتنے لائق اور ذہین بھی ہیں...... بللکہ جینئس ہیں جینئس۔

یہ ساری تعریفیں ایک ایک کر کے میں نے ان سب کو بتائیں تاکہ انہیں یقین آ سکے میں صاعد بھیا کو یونہی نمبرون نہیں کہہ رہی' انیتا جل ککڑی تو ''ہونہہ'' کر کے رہ گئی لیکن زویا بڑی عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی' پتا نہیں کیوں؟ کل پوچھوں گی بلکہ کل تو میں ان سب کو وہ گفٹس بھی دکھاؤں گی جو صاعد بھیا میرے لیے لائے ہیں تاکہ انہیں پتا چلے ان کی چوائس کتنی اچھی ہے اور دل کتنا بڑا۔ گفٹس تو وہ سبھی کے لیے لائے تھے۔ حتیٰ کہ روابہ بھابی کے لیے بھی لیکن میرے لیے تو ایک ڈھیر تھا گفٹس کا۔ پیا کو انہوں نے بس ایک ہی گفٹ دیا' بہت چھوٹی سی پیکنگ میں' جسے پیا کسی اور کو دکھائے بغیر اپنے کمرے میں لے گئیں۔ سچی' سسپنس سے میرا تو بُرا حال ہو گیا۔ جانتی تھی میں ان سے پوچھوں گی تب بھی نہیں دکھائیں گی۔ دکھانا ہوتا تو بغیر کہے ہی دکھا دیتیں۔ اس لیے میں چپکے سے جا کے دیکھ آئی۔

وہ ایک گولڈ کا بہت پیارا سا بریسلٹ تھا۔

اتنا پیارا...... کہ اس کو دیکھنے کے بعد میرا دل چاہا' میں اسے پہن کے بھی دیکھوں۔ بھلا میرے ہاتھ میں کیسا لگتا ہے لیکن پیا کے آنے کے ڈر سے میں ایسا نہ کر سکی اور واپس پیک کر کے رکھ دیا۔

پتا نہیں پیا اسے چھپا چھپا کے کیوں رکھ رہی ہیں۔ صاعد بھیا نے تو چھپا کے نہیں دیا' سب کے سامنے ہی دیا تھا۔ چلو مجھے کیا' میں نے تو دیکھ لیا ناں' چاہے چوری چوری ہی سہی۔ کیا کروں' جب میرا دل کوئی کام کرنے کو چاہتا ہے تو میں صبر نہیں کر سکتی۔ دل کی ماننا ہی پڑتی ہے' چاہے تھوڑے غلط طریقے سے ہی سہی۔

جل کے خاک ہوگئیں ساری کی ساری۔ میں بھی اپنے سبھی گفٹس اٹھا کے ساتھ لے گئی تھی۔ سارے کے سارے چاکلیٹس کے ڈبے' مہنگے برانڈ کے کاسمیٹکس' پرفیومز' جرسی' جیکٹ' جینز اسکرٹ اور اسٹائلش سی سینڈلز۔ ان تینوں کو بھی میں نے ایک ایک چاکلیٹ اور ایک ایک نیل پالش دے دی۔ اتنے گفٹس تو انیتا کا وہ لم ڈھینگ بھائی مر کے بھی نہ بھیجے۔

''تمہاری ایپا کے لیے کیا لائے تھے؟ کچھ بہت ہی اسپیشل ہوگا؟'' زویا نے بڑے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

''ہاں وہ.....نہیں کچھ خاص نہیں' بس یہی کچھ۔'' میں بتاتے بتاتے ٹال گئی۔ مجھے لگا' یہ بتانا مناسب نہ ہوگا کہ وہ میرے لیے تو اتنا کچھ لیکن ایپا کے لیے بس ایک بریسلٹ لائے ہیں۔

''کیا.....؟ یہی کچھ' امپاسیبل! ہوسکتا ہے ان کے علاوہ بھی کچھ ہو جس کے

بارے میں تمہیں نہیں پتا۔''

''لو بھلا مجھے کیوں نہیں پتا ہوگا۔''

''بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں چاہنے والے دوسروں کو شریک نہیں کرتے۔'' اس نے بڑے تجربہ کارانہ انداز میں بتایا تھا لیکن مجھے زور کی ہنسی آ گئی۔

''چاہنے والے.....؟ صاعد بھیا اور خاص طور پر ایپا کو' چاہنے والوں'' کے روپ میں تصور کرنا ہی ایک مضحکہ خیز خیال تھا میرے نزدیک۔ چلو صاعد بھیا کی تو خیر ہے لیکن ایپا.....اور ایسے جذبات؟ انہیں پتا چلے اس خطاب کا تو زویا کی زبان ہی کھینچ ڈالیں۔'' میں سوچ سوچ کے ہنسی رہی۔

''اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہے۔ وہ فیانسی ہیں نازنین ایپا کے' اپنا اسپیشل گفٹ سب کی نظروں سے چھپا کے دیں گے اور دیکھ لینا' تمہاری ایپا بھی اسے چھپا کے ہی رکھیں گی۔ کسی کو ہوا نہ لگنے دیں گی۔ اکیلے میں بیٹھ کر دیکھ دیکھ کر مسکرایا کریں گی۔''

''ہاں' جیسے یہ بیٹھ کے مسکراتی ہے اور اس کی امی میری ماما کو فون کر کے اس عامل بابا کا پتا پوچھنے لگ جاتی ہیں جو آسیب اور جن وغیرہ کو دم کر کے بھگاتا ہے۔'' کنزیٰ نے لقمہ دیا' وہ سب ہنسنے لگیں لین اس بار میں ان کا ساتھ نہ دے سکی۔ مجھے ایپا کا اس بریسلٹ کو چھپا کے رکھنا یاد آ گیا تھا۔ پھر میں نے گھر آتے ہی ان کے کمرے کا رخ کیا۔ میں اچانک اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ بیڈ پر دوسری جانب کروٹ لے لیٹی تھیں۔ مجھے دیکھ کے انہوں نے تیزی سے اٹھنا چاہا' ان کی گھبراہٹ کو شاید میں سرسری سا لیتی لیکن ایک تو کل میں وہ بریسلٹ دیکھ چکی تھی' دوسرے زویا کی باتوں کا اثر تھا کہ میری نظر ان کے ہاتھوں کی جانب گئی۔ دراصل مجھے شبہ ہوا تھا وہ کچھ چھپانا چاہتی ہیں اور

اس سے پہلے کہ وہ اسے اتار کے دوبارہ غائب کرتیں' میں نے لپک کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''واؤ.....اتنا خوبصورت بریسلٹ! کہاں سے لیا پیا؟'' مجھے امید تھی' پوچھنے پر تو وہ ضرور مجھے بتا دیں گی لیکن انہوں نے کہا۔

''اچھا لگا تمہیں؟''

''بہت' آپ کی کلائی پر سج بھی رہا ہے' میری تعریف پر وہ لال گلابی ہو گئیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا۔

''میں پہن کے دیکھ لوں پیا!'' بڑے شوق سے میں نے پوچھا لیکن ان کے چہرے پر گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔

''ارے تم.....تم کیا کرو گی.....تمہاری ایج کی لڑکیوں پر یہ سوٹ نہیں کرتے۔''

''یوں کہیئے' یہ مہنگا ہے اس لیے آپ کو ڈر ہے میں اسے کھو نہ دوں یا خراب نہ کر دوں.....'' میں نے منہ بنایا۔ دراصل میں صرف ان سے اگلوانا چاہتی تھی کہ وہ بتائیں یہ تحفہ انہیں کس نے دیا ہے۔

''یہ کیا کہا تم نے مینو؟'' انہیں واقعی دکھ ہوا۔ ''تمہاری اور میری چیز میں کوئی فرق ہے بھلا.....دراصل یہ تو.....'' وہ ہچکچا رہی تھیں بتاتے ہوئے' مجھے بھی ترس آ گیا البتہ اس بریسلٹ کو ایک بار پہن کر دیکھنے کی خواہش میں دبا نہ سکی۔

''میں کوئی باہر تھوڑا ہی جاؤں گی۔ بس یہیں پہن کر دیکھوں گی.....پلیز پیا!''

میرے اس بار کہنے پر انہوں نے خود وہ بریسلٹ اپنی کلائی سے اتار کے مجھے پہنا دیا۔ میں اپنی اہمیت پر مغرور سی ہو گئی۔ اگر اس وقت زویا میرے سامنے ہوتی تو میں اسے دکھاتی کہ کوئی بھی محبت اتنی اہم نہیں کہ وہ میری پیا کی اپنی مینو کے لیے محبت

پر حاوی ہو جائے۔

اُف' میری کلائی سج سی گئی اس گولڈ بریسلٹ سے۔ میرا دل حریص ہونے لگا کہ کاش' پیا اسے مجھے ہی دے دیں۔ ''بالکل فٹ ہے مجھے۔ آپ کو تو پھر بہت ٹائٹ ہو گی۔ آپ کی کلائی کا سائز مجھ سے کچھ زیادہ.....'' میں نے ایک کوشش کی کہ شاید وہ مجھے دے ہی دیں لیکن وہ ان سنی کر کے تہ کر کے رکھے کپڑے الماری میں رکھنے لگیں۔ میں اس بے نیازی پر سخت چڑ گئی اور اٹھ کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''مینو.....رکو.....میرا بریسلٹ'' پیچھے سے پیا کی گھبرائی گھبرائی آواز سنائی دی لیکن اس بار ان سنی کرنے کی باری میری تھی۔

''بس ابھی آئی.....ایک منٹ'' پیچھے مڑ کے دیکھے بغیر میں نے کہا اور تیزی سے سیڑھیاں نیچے اتر گئی۔ شاید پیا حواس باختہ ہو کے میرے پیچھے بھی آتی ہوں لیکن وہ اس رفتار سے سیڑھیاں نہیں اتر سکتی تھیں جیسا کہ میں نے انہیں کچھ دیر اور تنگ کرنے کا سوچا تھا۔ نیچے آئی تو کیرم کی محفل گرم تھی اور میری جگہ خالی تھی جسے میں نے پُر کر دیا۔

''یہ.....یہ بریسلٹ.....؟'' کیرم کھیلتے کھیلتے اچانک صاعد بھیا نے چونک کر میرے ہاتھ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو میرا دھیان بھی اس جانب گیا ورنہ میں تو گیم کھیلتے ہوئے بھول ہی گئی تھی کہ میں ایسا کام کر کے آ رہی ہوں کہ اب پیا کی زبردست سی جھاڑ پڑنا لازمی ہے۔

''اوہ ہاں' یہ.....یہ پیا نے دیا ہے۔'' میں نے بے پروائی سے کھیلتے ہوئے جواب دیا۔ امید تھی کہ پیا نہ سہی وہی بتا دیں گے۔ آخر وہ میرے دوست بھی تو ہیں لیکن وہ تو چپ کر کے رہ گئے۔

''سنو مینو!'' کچھ دیر بعد ان کی آواز آئی۔ ''میں نے تمہارے لیے سب گفٹس

اندازے سے لیے تھے۔ ماما کا کہنا تھا تم بڑی ہوگئی ہو۔عنقریب کالج جانے والی ہو اس لیے ان کے کہنے کے مطابق بہت سی جیولری اور کاسمیٹکس بھی لیے لیکن میں اپنے تصور میں موجود اس ننھی منی سی مینو کو بھلا نہ پایا تھا اس لیے وہ فراک اور اسٹفڈ ٹوائز لینے سے خود کو روک نہ سکا۔اب سوچتا ہوں تمہیں تو بہت غصہ آیا ہوگا وہ سب بے کار چیزیں دیکھ کے۔ کیا تم نے وہ کسی دے دیں۔میرا مطلب ہے صائم بھائی جان کے بچوں یا کسی اور کو؟''

''واہ' میں کیوں دو؟ اگر آپ کو سائز کا دھیان نہیں رہا تو کیا ہوا۔اس سے تحفے کی قدر و قیمت تو کم نہیں ہو جاتی اور اتنے پیار سے دیے تحفے کسی اور کو دینا تحفے کی بھی توہین ہے اور اسے دینے والے کی بھی۔ کیا میں ایسا کر سکتی ہوں' آپ کے وہ تحفے میں استعمال نہیں کر سکتی تو کیا ہوا' وہ ہمیشہ میرے پاس محفوظ رہیں گے۔''

ایسا کہتے ہوئے مجھے بالکل خیال نہیں رہا کہ میری اس بات سے پپا کا امپریشن غلط پڑ رہا ہوگا۔انہوں نے مجھے جان بوجھ کے تو یہ نہیں دیا تھا' میں نے ضد کر کے پہنا تھا اور انہیں تنگ کرنے کی نیت سے وہاں سے بھاگ آئی تھی۔ اب یہ سب لکھتے ہوئے خیال آ رہا ہے کہ صاعد بھیا نے وہ بریسلٹ دیکھ کر اور بعد میں میری یہ بات سن کر ان کے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔ سچ' اتنی شرمندگی ہو رہی ہے لیکن تب یہ خیال ہی نہیں آیا۔ میں تو اس بات پر خوش ہوگئی تھی کہ وہ میری زبان سے یہ سب سن کر بے حد خوش ہوئے تھے۔ان کی آنکھیں جھلملانے لگی تھیں۔

''تم صرف قد میں ہی بڑی نہیں ہوئیں' باتیں بھی بڑی بڑی کرنے لگی ہو۔''

''واؤ.....واٹ آ کمپلیمنٹ!'' میں نے صاعد بھیا سے پرامس لیا ہے کہ کل وہ بارہ بجے دن کو مجھے لینے کے لیے اکیڈمی آئیں گے۔اب دکھاؤں گی انیتا اور زویا کو' ہے کوئی ان سا ہینڈسم۔

♥.....♥.....♥

آج کا دن بہت عجیب گزرا۔ بہت اچھا بھی اور بہت بُرا بھی۔ آج بہت سی عجیب باتیں بھی ہوئیں جو اچھی میں لگیں اور بُری بھی۔ صاعد بھیا وعدے کے مطابق مجھے لینے بارہ بجے نہیں آ سکے تھے' انہیں انکل کے ساتھ کسی ضروری کام سے جانا تھا۔ صبح ناشتے کے وقت انہوں نے مجھے بتایا تو مجھے بہت غصہ آیا۔ میں ناشتے کی ٹیبل سے ہی اٹھ گئی۔ بے چارے صاعد بھیا میرے پیچھے لپک کر آئے اور کتنی دیر مجھے مناتے رہے یہاں تک کہ میری دین والا ہارن بجا بجا کے واپس چلا گیا۔

''او کے.....تم مجھے اپنی فرینڈز سے ملوانا چاہتی ہو ناں.....تمہاری دین والا چلا گیا' اب بھی اگر اکیڈمی جانے کا موڈ ہو رہا ہے تو آؤ' میں چھوڑ آتا ہوں۔اس بہانے تمہاری فرینڈز بھی میری دید سے مستفید ہو جائیں گی۔''

''کیا ہو جائیں گی؟'' مجھے صرف یہ سمجھ آیا کہ وہ مجھے چھوڑنے جا رہے ہیں' باقی کی گاڑھی اردو سر سے گزر گئی۔

''جھلی ہو جائیں گی'' وہ ہنستے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لے جانے لگے۔

باہر نکلتے ہوئے میں نے رودابہ بھابی کی بات سنی تھی' وہ صائم بھائی جان سے کہہ رہی تھیں۔

''صاعد نے مینو کو بہت سر چڑھا رکھا ہے۔ اتنے لاڈ تو ہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے بھی نہیں اٹھاتے۔ آگے چل کے خود مینو کے لیے ہی مشکل ہوگی۔''

میں یہ سن نہیں سکی کہ ان کی بات کے جواب میں کسی نے کچھ کہا تھا یا نہیں؟ اگر کہا تھا تو کیا؟ پیاسے تو مجھے یہ امید نہیں تھی۔ وہ کبھی بھی میرے لیے ڈھال نہیں بن سکیں۔ اگر صاعد بھیا کی دوستی نہ ہوتی تو میں کتنی..... ارے میں ایسی باتیں کیوں سوچ رہی ہوں۔ صبح ہی تو صاعد بھیا نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مجھے کہا تھا۔

''ایسی باتوں پر نہ تو کان دھرا کرو نہ ہی ان کو سنجیدگی سے لیا کرو۔'' یہ تب کی بات ہے جب رودابہ بھابی کی وجہ سے میرا منہ بن گیا تھا۔

کچھ ان کے بہلانے کی وجہ سے اور کچھ بعد میں زویا' انیتا اور کنزیٰ کی ستائشی نظروں کی وجہ سے میرا موڈ خود بخود اچھا ہو گیا۔ صاعد بھیا بھی ان تینوں سے بہت اچھی طرح ملے۔ راستے میں سے انہوں نے ہم سب کے لیے چاکلیٹس اور جوسز بھی لیے تھے۔

''واقعی یار! بہت ہینڈسم ہیں تمہارے صاعد بھیا!'' آخر کار انیتا جیسی خود پسند لڑکی بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

''بہت لکی ہیں تمہاری سسٹر!'' ابھی میں ٹھیک طرح سے خوش بھی نہیں ہوئی تھی کہ کنزیٰ کی بات پر میری مسکراہٹ سکڑ سی گئی۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ صرف پیا ہی کیوں لکی ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ان کی شادی صاعد بھیا سے ہونے والی ہے لیکن اس کا

مطلب یہ تو نہیں کہ وہ میرے یا کسی اور کے کچھ نہیں لگتے۔ میں بھی تو لکی ہوں جس کا ان جیسا دوست ہے۔

وہ دونوں اپنی اپنی کلاس لینے گھسین تو زویا نے پوچھا۔ ''تم چپ کیوں ہو گئیں؟''

''بس ویسے ہی.....'' میں نے ٹالا۔

''تمہاری ان صاعد بھیا کا کوئی چھوٹا بھائی بھی ہے؟''

''ارے..... وہ جنید بے چارہ..... اس کا کیا بنے گا؟ ویسے بھی صائب جیسا بھی ہے' صاعد بھیا جیسا دوسرا پیس کوئی نہیں۔ تم زیادہ لالچی مت بنو۔ شکر کرو اپنے اس پینسل مارکا کزن پر'' مجھے ہنسی آ گئی۔

''میں تمہارے لیے پوچھ رہی ہوں۔ تمہارے انکل' آنٹی اپنے دوسرے بیٹے کے لیے تمہیں بھی تو پسند کر سکتے ہیں۔ تم دونوں ان ہی کی ذمے داری ہو۔ ان کا کام ہی ہلکا ہو گا۔''

''رہنے دو تم اپنے آئیڈیے..... مجھے ذرا اچھی نہ لگی اس کی بات۔ صائب میرے ساتھ ہمیشہ اچھا رہا تھا' فرینڈلی سا..... لیکن اس بات پر مجھے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ ''یہ صائب بیچ میں کہاں سے آ گیا۔ بات تو صاعد بھیا کی ہو رہی تھی اور کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے۔'' میں نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔

''لیکن وہ تو تمہاری بہن کے منگیتر ہیں۔'' زویا نے غصے سے کہا۔

''تو کیا ہوا؟'' مجھے اس کا غصے میں آنا سمجھ نہ آیا۔

''پاگل' تم اپنی بڑی بہن کے منگیتر کو پسند کرتی ہو۔''

''فضول باتیں مت کرو۔'' یہ تو سچ تھا میں انہیں پسند کرتی تھی لیکن جس انداز میں زویا نے کہا وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔ میں کوئی انہیں اس طرح تھوڑا ہی پسند کرتی

ہوں۔ یہ میں نے زویا کو بتا بھی دیا۔

''میں کوئی فضول بات نہیں کر رہی۔ تمہارے ہر انداز' ہر حرکت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صرف پسند ناپسند نہیں بلکہ محبت ہے۔ تم ان سے محبت کرتی ہو نر مین!''

اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی کہ میں تو مارے حیرت کے کچھ کہہ ہی نہ سکی۔ میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ زویا کی بہت بُری عادت ہے کہ جو اس کے دماغ میں آئے جھٹ سے کہہ ڈالتی ہے' یہ سوچے بغیر کہ سننے والے کو کیسا لگے گا' مجھے بھی بہت بُرا لگا۔ رونا یہ سوچ کر آیا کہ اگر یہ بات پیا یا صاعد بھیا میں نے کسی نے سن لی ہوتی تو وہ میرے بارے میں کیا سوچتے۔ خاص طور پر پیا کی نظروں میں تو میں اب تک ایک بچی ہوں۔ ان کا خیال ہی نہ ہگا میں یا میری کوئی دوست اس قسم کی بات سوچ سکتے ہیں۔ حالانکہ اب میں ایسا کئی بار سوچنے لگی تھی۔ چپکے چپکے..... یعنی کہ وہ کون ہوگا جس سے میں محبت کروں گی' جو مجھے چاہے گا۔ زویا کہتی ہے' محبت خود بخود ہو جاتی ہے' پتا بھی نہیں چلتا۔ میں نے مان لیا کیونکہ وہ اس معاملے میں ہم سب فرینڈز سے تجربہ کار ہے۔ ہم تو ابھی تک اپنے خوابوں میں ہی اس انجان آدمی کو دیکھتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ زویا جو بھی کہے' وہ ٹھیک ہوگا۔ دراصل جب سے یہ جینڈ اس کے دماغ پر سوار ہوا ہے اسے ان سب باتوں کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ ہر وقت محبت' محبت کرتی رہتی ہے۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو ہاں..... پسند کرتی ہوں صاعد بھیا کو..... اور محبت بھی ہوگی ان سے لیکن یہ والی محبت ہو یہ ضروری تو نہیں۔ محبت تو میں پیا سے بھی کرتی ہوں اور اس سے بے وقوف زویا سے بھی۔

لیکن اگر وہ بے وقوف ہے تو کیا سبھی بے وقوف ہیں جو میرے بارے میں..... میں نے کہاں ناں آج کا دن ہی عجیب و غریب ہے۔ شام کو صاعد بھیا نے سب کو

جوائے لینڈ لے جانے کا پروگرام بنایا' میں خوشی خوشی تیار ہو کے نیچے آ رہی تھی۔ جب رودابہ بھابی کو فون پر کسی سے بات کرتے سنا۔

''بچے تو اپنے چچا کے ساتھ گھومنے پھرنے جا رہے ہیں۔ ہاں ہاں' میں فارغ ہوں۔ ارے نہیں' بس بچے جا رہے ہیں۔ ہمارا کیا کام جوائے لینڈ میں'' وہ کسی سے کہہ رہی تھیں شاید اپنی بہن' امی یا کسی دوست سے۔

''نہیں' مشکل ہے۔ نازو تو شاید ہی جائے۔ نہیں نہیں' پابندی تو کوئی نہیں۔ وہ خود ہی لیے دیے رہنے والی لڑکی ہے..... اور کیا..... آج کل کے لڑکے کہاں پسند کرتے ہیں ایسی پردے کی بوبو..... اور صاعد کو تو اب باہر کی ہوا بھی لگ گئی ہے اور پھر ایک بات اور.....'' ان کی آواز راز دارانہ انداز میں سرگوشی بن گئی تو میں بے پروائی سے نزدیک سے گزرتے گزرتے آہستہ ہو گئی۔

''وہ جو دوسری ہے ناں..... وہی سر چڑھی مینو۔ ہر وقت تو وہ گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔ تیل اور تیلی کا یہ کھیل ایک دن ضرور آگ پکڑ لے گا۔ ارے چھوڑو' کیسی بچی..... کہاں کی بچی! میں تو صرف پانچ مہینے بعد دیکھ کے حیران رہ گئی۔ کیسی اٹھان ہے کم بخت کی' ایک تو حُسن دوسرے کم عمری کی معصومیت اور پھر ایسی قربت۔ بہت مشکل ہے صاعد کا بچنا۔ ہاں' اشاروں اشاروں میں سمجھاؤں گی نازو کو..... بھئی ہم سے تو کسی کا بُرا دیکھا نہیں جاتا۔''

مجھے ان کی بات پوری طرح سمجھ میں نہ آتے ہوئے بھی خاصی حد تک سمجھ آ گئی۔ اتنی تو بہر حال آ گئی کہ کم و بیش وہ بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کر رہی تھیں جو زویا نے کیے تھے۔ ان کی باتیں جہاں مجھے ناگوار گزریں' وہاں دل کے کسی کونے میں ہلکی سی خوشی بھی پھیل رہی تھی اور وہ اس بات کی کہ ان کے خیال میں' میں پیا سے زیادہ اٹریکٹو

ہوں اور اگر صاعد بھیا کو چننا پڑے تو وہ مجھے ہی...... نہیں' یہ کوئی اچھی بات نہیں' میں مانتی ہوں...... لیکن اپنی تعریف سننا کسے بُرا لگتا ہے؟

اور آج کے دن کی آخری سب سے عجیب بات۔ میں سارا وقت رودابہ بھابی کی باتوں میں ہی الجھی رہی۔ صاعد بھیا نے میری خاموشی اور پریشانی کو نوٹ کیا اور وجہ پوچھنے لگے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ انہیں یہ سب بتانا ٹھیک ہوگا یا نہیں۔ میں پپا سے بھی یہ بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ تو سنتے ہی بے ہوش ہو جائیں۔ میں نے صاعد بھیا سے کہہ دیا۔

''میرا کوئی بھی کلوز فرینڈ نہیں ہے جس سے میں اپنے دل کی سب باتیں بغیر کسی جھجک اور خوف کے کہہ سکوں۔''

''ایسی کون سی باتیں ہیں جو کسی سے شیئر نہیں کر پا رہی ہوں۔''

''بس ہی ناں...... بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہر کسی سے شیئر نہیں کی جا سکتیں۔''

''کیا تم کسی سے......؟'' اچانک کچھ پوچھتے پوچھتے وہ رک گئے جیسے یہ فیصلہ نہ کر پا رہے ہوں کہ یہ سوال کرنا چاہیے یا نہیں پھر آخر کہہ اٹھے۔

''کیا کوئی لڑکا ہے؟''

''ہاں'' بغیر کسی وجہ کے میں نے یہ جواب دیا۔ شاید یونہی انہیں چھیڑنے کے لیے مگر جب ان کے چہرے کی جانب دیکھا تو میں ڈر گئی۔ وہ بے حد سنجیدہ تھے۔ انہوں نے مسکرانے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں گم تھیں اور ماتھے پر بہت سی شکنیں۔ میرا جواب انہیں اس قدر پریشان کر دے گا' یہ میں نہیں جانتی تھی۔ اس لیے ان کے اگلے سوال کے جواب میں ایک الگ

ہی کہانی سنا ڈالی۔

''پتا نہیں کون ہے' زہر لگتا ہے مجھے۔ اتنا تنگ کرتا ہے۔ اسکول کے زمانے سے پیچھا کرتا ہے۔ اب بھی روز گھر کے باہر کھڑا ہوتا ہے اور وین کے پیچھے پیچھے بائیک دوڑاتا رہتا ہے۔ سب لڑکیاں اتنا چھیڑتی ہیں۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے صاعد بھیا۔ پتا نہیں کیوں وہ میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔''

یہ تو میرے اسکول اور اب اکیڈمی میں ہر دوسری لڑکی کا مسئلہ تھا اس لیے یہ جھوٹ بولتے ہوئے مجھے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ اسکول جاتے ہوئے دو تین بار ایسے چند لڑکوں نے متواتر کئی دن تک میرا پیچھا کرنے اور مجھے متوجہ کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میرے لفٹ نہ کرانے پر غائب ہو گئے۔ میری یہ بات سن کے صاعد بھیا اچانک کھلکھلا کے ہنس پڑے۔ ان کے چہرے کا سارا تناؤ اور پریشانی ختم ہو گئی۔ وہ اب مجھے تسلی دے رہے تھے۔ بتا رہے تھے کہ یہ ایسی کوئی بڑی بات نہیں ہے' مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے' وغیرہ وغیرہ۔ اور میں حیرت سے انہیں دیکھتی رہی کہ میرے کسی لڑکے میں انوالو ہونے کا خیال انہیں کتنا ڈسٹرب کر گیا۔ کس لیے...... کیوں؟

کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ پپا کی طرح وہ بھی مجھے اب تک ایک بچی سمجھتے ہیں۔ وہ بھی یہ نہیں مان سکتے کہ میں اب اپنی ٹین ایج میں ہوں۔ چند مہینے بعد نہ صرف سوئیٹ سکسٹین میں داخل ہو جاؤں گی بلکہ کالج بھی جایا کروں گی۔ ایسے خیال اس عمر میں نہیں آئیں گے تو کیا بڑھاپے میں جا کر آئیں گے۔ اینی وے...... میں نے انہیں مطمئن تو کر دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعی کل مجھے کسی سے محبت ہو جائے تو کیا یہی ری ایکشن ہوگا ان کا۔

♥......♥......♥

زویا کو آج میں نے ساری بات بتائی تھی۔ دراصل وہ جتنی بھی اوٹ پٹانگ ہو' میں ہر بات اسے بتائے بغیر رہ نہیں پاتی تھی۔ وہ میری ہر بات توجہ سے جو سنتی ہے۔ انیتا کو تو بس اپنی کہنے کی عادت ہے اور کنزیٰ کو نصیحتیں کرنے کی۔ اس نے تو سنتے ہی شروع ہو جانا تھا کہ۔ ''کیا ضرورت تھی' بے کار میں جھوٹ بولنے کی۔ بُری بات ہے' وغیرہ وغیرہ۔'' صرف زویا ایسی ہے' جو سمجھ جاتی ہے کہ میں نے کون سا کام کس وجہ سے کیا۔ بعض اوقات تو وہ ایسے ایسے نکتے نکالتی ہے۔ جن کے بارے میں مجھے خود ہی پتا نہیں ہوتا۔ سن کر چاہے غصہ آئے لیکن بعد میں سوچو تو سچ لگتے ہیں' جیسے اس کی آج کی بات۔

''نہیں' تم نے یہ جھوٹ بغیر سوچے سمجھے' فضول میں نہیں بولا۔ دراصل تم دیکھنا چاہتی تھی کہ کسی لڑکے میں تمہاری انوالومنٹ کے بارے میں سن کر تمہارے صاعد بھیا کا ری ایکشن کیا ہوگا۔''

اس وقت میں نے زویا کی پُر زور تردید کی تھی لیکن اب سوچتی ہوں شاید وہ ٹھیک کہہ رہی تھی لیکن اس کی آخری بات..... وہ تو سراسر غلط ہے' اس نے کہا تھا۔

''پیار میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جسے سے پیار کرتے ہیں کبھی کبھی اس کے دل کا حال جاننے کے لیے اسے جانا پڑتا ہے اور تم کہہ رہی ہو تمہارے صاعد صاحب کا رنگ اڑ گیا تھا یہ سن کر۔ اس کا مطلب ہے وہ بھی تمہیں..... یہ معاملہ تو بہت سریس ہو گیا ہے۔''

''تم بناری ہو سیریس' فضول انداز ے لگا لگا کر۔''

''بومت نرمین! میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ فکر تو مجھے اس بات کی ہے کہ وہ صرف تمہارے کزن ہوتے تو خیر تھی' یہ ایک اچھی خاصی لو اسٹوری کی شروعات ہوتی لیکن وہ تو تمہارے ہونے والے بہنوئی بھی..... یعنی تمہاری بہن کے منگیتر..... کہیں کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔''

''ارے کیسے ہوگا مسئلہ..... جب کوئی بات ہی نہیں ہے۔'' میں نے غصے سے اسے اور کچھ کہنے سے روک دیا۔

پتا نہیں لوگ اپنے اپنے اندازے کیوں لگاتے رہتے ہیں۔ اس دن رودابہ بھابی ایسی باتیں کر رہی تھیں' آج زویا اور تو اور آج پیا نے بھی بہت عجیب سا آرڈر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے مجھے صاعد بھیا سے دور رہنا چاہیے۔ میں سب سمجھتی ہوں' وہ یہ سب کس لیے کہہ رہی ہیں۔ ضرور رودابہ بھابی کی کوئی بات انہوں نے بھی سن لی ہوگی یا وہ جان بوجھ کے سنا گئی ہوں گی۔ ورنہ پیا کو بھلا میری اور صاعد بھیا کی دوستی سے کیا پرابلم ہو سکتا ہے۔ میں ان سے لڑنا چاہتی تھی' زور زور سے لڑنا چاہتی تھی' آخر وہ ایسی کیوں ہیں؟ سب کی باتیں چپ چاپ سن لینے والی' ہر کسی سے دب جانے والی اور پھر

چاہتی ہیں کہ مجھے بھی سب کے آگے دبا دیں۔ انہوں نے کیوں نہیں رودابہ بھابی کو ایک کے بدلے چار سنائیں۔ کیوں نہیں یہ کہا کہ انہیں نہ صرف اپنی بہن پر بھروسا ہے بلکہ اپنے منگیتر پر بھی مکمل اعتماد ہے۔ ایسا بھی کیا خوف۔ آج میں ان کی وجہ سے بہت ہرٹ ہوئی ہوں۔ اس لیے نہیں کہ انہوں نے مجھے صاعد بھیا سے دور دور رہنے کا کہا ہے۔ وہ تو میں جانتی ہوں کہ ان کے دل کی خواہش نہیں' دکھ کی بات تو یہ ہے کہ وہ کبھی بھی میرے لیے اسٹینڈ نہیں لیتیں' نہ میرے لیے نہ اپنے لیے۔ اب کیا صرف رودابہ بھابی کو خوش اور مطمئن کرنے کے لیے وہ میری اس پرانی دوستی کو جنم کروا دیں گی؟ میں ایسا نہیں کروں گی' کبھی بھی نہیں۔ انہیں دب کے رہنا ہے تو رہیں۔ میں ایسی زندگی نہیں گزار سکتی' میرا جو دل چاہے گا میں کروں گی۔

♥......♥......♥

زویا نے بھی یہی کہا کہ تم جو کر رہی ہو بالکل ٹھیک ہے لیکن وہ رودابہ بھابی کو اس کا ذمے دار نہیں سمجھتی۔ اس کے خیال میں یہ پیا کی اپنی سوچ بھی تو ہو سکتی ہے۔

''تم مانو یا نہ مانو میں قسم اٹھا کے کہہ سکتی ہوں کہ تمہارے دل میں کہیں نہ کہیں صاعد بھیا کی محبت ضرور موجود ہے۔ ہو سکتا ہے تم اپنی ضد میں اور صرف مجھے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے اپنے دل میں جھانکنا ہی گوارا نہیں کرتیں۔ لیکن مجھے لگ رہا ہے تمہاری پیا یہ بات جان گئی ہیں اسی لیے خوف زدہ ہو کر تمہیں اپنے منگیتر سے دور رہنے کا کہہ رہی ہیں۔''

''ہرگز نہیں' پیا ایسا سوچ ہی نہیں سکتیں۔ وہ ابھی تک مجھے چھوٹی سی بچی سمجھتی ہیں۔ ان کے خیال میں تو مجھے اس محبت' پیار' عشق وغیرہ کا مطلب بھی پتا نہیں ہوگا۔''

''تو پھر انہیں اپنے منگیتر کی جانب سے ڈر ہوگا۔ ان کا تمہاری طرف جھکاؤ دیکھ کے چونک گئی ہوں گی۔ تم ہی تو بتاتی ہو کہ وہ تمہاری اپنے ... جا... تم ... سے زیادہ کلوز

ہیں۔''

''ہاں'.....لیکن.....اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ.....نہیں' نہیں'' میں نے کچھ سوچتے سوچتے زور سے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں دل میں کچھ کچھ زویا سے متفق ہو بھی جاتی تو کوئی چیز مجھے ایسا کرنے سے روک دیتی تھی۔

''اور وہ جو اس دن جوائے لینڈ میں ان کی حالت ہوئی تھی؟'' زویا نے جتایا۔

''اس کی وجہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے۔ پلیز زویا! مجھ سے یہ باتیں مت کیا کرو'' میں نے اس کی منت کی۔ ''مجھے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ ایسا کرو گی تو میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتایا کروں گی۔ تم تو عام سی بات میں بھی ایسے ایسے مطلب نکال لیتی ہو۔ پلیز زویا.....اس بارے میں سوچتے ہوئے بھی مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ آخر وہ میری بیا کے.....'' میں رونے ہی تو لگ گئی حالانکہ دوستوں کے سامنے میں بہت مضبوط بنا کرتی تھی۔

''سوری نرمین! لیکن کیا تمہیں نہیں لگتا' یہ شرمندگی اور یہ گھبراہٹ کا احساس ہی تمہیں سچ کو ماننے سے روک رہا ہے۔ واقعی' یہ پریشانی والی بات تو ہے کہ اپنے ہونے والے بہنوئی سے انوالومنٹ کا پیدا ہو جانا لیکن اگر میں بار بار تم سے یہ بات کرتی ہوں تو صرف اس لیے کہ تم آسانی سے فیصلہ کر سکو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔''

''کیا مطلب؟''

''دیکھو' اگر تو وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں' ایک دوسرے کو چاہتے ہیں تو واقعی تمہیں اپنی فیلنگز دبانا پڑیں گی لیکن پہلے یہ تو دیکھ لو کہ ایسا ہے یا نہیں؟ اچھا اپنی بہن کے بارے میں بتاؤ' وہ چاہے زبان سے تمہیں نہ بتائیں لیکن تمہیں محسوس تو ہوا ہو گا ان کی فیلنگز کے بارے میں؟''

میں کافی دیر تک سوچتی رہی۔ مجھے بیا کا ایسا کوئی انداز' ایسی کوئی بے ساختگی یاد نہیں آئی جس سے ان کے صاعد بھیا کے لیے کوئی خاص قسم کے جذبات ظاہر ہوتے ہوں۔ میری خاموشی سے زویا نے خود ہی کوئی نتیجہ نکال لیا۔

''او کے.....اور تمہارے صاعد بھیا؟''

''ہاں شاید.....وہ.....'' میں ٹھیک طرح سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ پرانی باتوں پر نظر ڈالوں تو کچھ ایسی یادیں ذہن میں تازہ ہوتی تھیں جن سے ظاہر ہوتا کہ وہ بیا سے محبت کرتے ہیں۔ مثلاً مجھے درمیان میں لا کے ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ اور ہنسی مذاق.....لیکن اب جب سے وہ جاپان سے آئے ہیں' بہت بدلے بدلے لگ رہے ہیں۔ یہی بات میں نے زویا کو بتا دی۔

''اور سب کے ساتھ ان کا رویہ پہلے جیسا ہے لیکن بیا کے ساتھ بدلے بدلے نظر آتے ہیں۔ بیا تو خیر شروع سے ہی نولفٹ کا بورڈ اٹھائے رکھتی ہیں مگر اب وہ بھی بہانے بہانے سے انہیں مخاطب کرنا' مذاق کرنا وغیرہ چھوڑ چکے ہیں۔ پہلے میں نے خاص نوٹ نہیں کیا' اب تم نے کہا تو یاد آیا ہے۔''

''ابھی تمہیں اور بھی بہت کچھ نوٹ کرنا ہے۔ دیکھو' یہ تو پتا چل گیا کہ ان کے درمیان صرف منگنی کا تعلق ہے' کوئی اموشنل اٹیچ منٹ نہیں ہے۔ ایسے میں تمہیں اپنی فیلنگز پر کوئی گلٹی نہیں محسوس کرنا چاہیے۔''

پتا ہے حیرت کی بات کیا تھی.....کہ اس بار میں نے اس کی بات پر احتجاج کرنے یا انکار کرنے کے بجائے آرام سے سر ہلا دیا تھا جیسے بات میری سمجھ میں آ گئی ہو۔ اس وقت میں نے محسوس نہیں کیا۔ اب لکھتے ہوئے یاد کر رہی ہوں تو حیران ہو رہی ہوں' میں نے ایسا کیوں کیا۔ کیا واقعی میرے اندر ایسی فیلنگز تھیں جن کے بارے میں

زویا کو تو پتا چل گیا لیکن میں اپنے گلٹ کی وجہ سے خود سے بھی چھپاتی رہی۔

ہاں میں تو زویا کی باتیں لکھ رہی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے اب غور سے صاعد بھیا پر توجہ دینی چاہیے کہ وہ کیا سوچتے ہیں' کیا چاہتے ہیں؟

''بس ایک بار یہ پتا چل جائے کہ کیا وہ بھی تم سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو بات ختم..... لیکن اگر ہاں تو پھر مسئلہ کیا ہے' تمہیں اپنی محبت حاصل کرنے کا حق ہے۔ تم کسی سے چھین تو نہیں رہیں بلکہ اگر صاعد بھیا بھی تمہیں چاہتے ہیں تو ان کی شادی تم سے ہونی چاہیے..... نہ کہ تمہاری اپیا سے۔''

''اف..... یہ کیسی بات کہہ دی زویا نے' ایسا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ مجھے ایک دم یوں لگا جیسے کسی نے بہت طاقت کے ساتھ مجھے اوپر اچھال دیا ہو۔

شادی..... اور وہ بھی میری..... صاعد بھیا کے ساتھ۔ ویسے کیا اب مجھے انہیں بھیا پکارنا چاہیے؟ نہیں ناں..... اس لیے کہ زویا کے سامنے چاہے میں انکار کرتی رہوں لیکن آج چپکے سے یہ جان رہی ہوں کہ واقعی' میں صاعد بھی..... یعنی صاعد سے محبت کرنے لگی ہوں۔

میرا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ کہیں کوئی سن نہ لے..... لیکن کیسے سنے گا' میں نے یہ بات زبان سے تو نہیں کہی۔ صرف لکھی ہے اور کہیں کوئی پڑھ نہ لے۔ بہت چھپا کے رکھنی ہوگی مجھے یہ ڈائری..... اور اپنا دل بھی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

زویا کا کہنا ہے کہ مجھے یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ صاعد کے دل میں کیا ہے لیکن یہ میں کیسے جان پاؤں گی۔ ان سے ملنے' بات چیت کرنے پر تو پیانے پابندی لگا دی ہے۔ آج انہوں نے مجھے آواز دے کر بیڈمنٹن کھیلنے کے لیے بلایا مگر میں چاہنے کے باوجود نہ جا سکی۔ حالانکہ کتنا دل کر رہا تھا ان کے پاس جانے کو' ان سے باتیں کرنے اور ان کے ساتھ وقت گزارنے کو۔ یہ تو ہمیشہ سے میری خواہش رہی ہے لیکن اب جب میں جان چکی ہوں کہ ان کا ساتھ مجھے کس لیے اچھا لگتا ہے' تب سے یہ خواہش اور بھی شدید ہو گئی ہے لیکن مجبوری..... پیا نے عجیب مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ کہیں زویا کا خیال درست تو نہیں' کہیں واقعی وہ مجھ سے پہلے میرے بارے صاعد کے دل کے حال سے واقف تو نہیں ہو گئیں؟ اگر ایسا ہے تو میں ان کی پابندیاں ہرگز نہیں مانوں گی۔ صاعد خود مجھ سے پوچھنے آئے کہ میں نے رات کھانا کیوں نہیں کھایا؟ کیرم کھیلنے نیچے کیوں نہیں آئی اور اب بھی روٹھی روٹھی کیوں کھڑی ہوں۔ میرا دل چاہا' میں

انہیں پیا کی چالاکیوں کے بارے میں سب بتادوں کہ کیسے وہ مجھے ان سے دور کررہی ہیں اور میں ایسا کرنے ہی والی تھی کہ پیا نے مجھے دیکھ لیا اور لگیں زور زور سے آوازیں دینے۔ میں بھی اندر جا کے ان سے لڑ ہی پڑی۔

مجھے نہیں سمجھ آتیں آپ کی باتیں۔ کیوں منع کرتی ہیں ہر بات سے..... یہ نہ کرو' وہ نہ کرو۔ آخر کیا کیا چھوڑوں میں آپ کی خوشی کے لیے؟''

''بدتمیزی مت کرو مینو!'' ہمیشہ میں نے سر جھکا کر ان کی ہر بات مانی تھی' آج پہلی بار سوال کیا تو بدتمیزی کا الزام لگادیا۔

''تمہارے بھلے کو کہتی ہوں۔''

''اس میں میرا کیا بھلا ہے کہ میں سب سے کٹ کر کمرہ بند کیے بیٹھی رہوں اور صاعد بھیا کے ساتھ بیٹھنے میں میرا کیا نقصان؟''

''وقت ضائع ہوتا ہے تمہارا۔'' صاف لگ رہا تھا کہ وہ اصل بات گول کررہی ہیں۔ ''اپنی اسٹڈیز پر توجہ دو۔''

''کیسی اسٹڈیز..... ابھی کالج اسٹارٹ ہونے میں پندرہ بیس دن باقی ہیں۔''

''تو میں کیا کروں'' انہیں اپنی ہر بات غلط ثابت ہوتے دیکھ کر غصہ آ گیا۔ ''آرام سے بیٹھا کرو' بچوں کی طرح کھیل کود مجھے پسند نہیں۔''

''آپ کو پسند کیا ہے؟'' میں نے تنک کر کہا۔ وہ کتنی دیر مجھے غصے سے دیکھتی رہیں پھر کچن کی جانب مڑ گئیں۔ مجھے اتنا زیادہ رونا آیا کہ میں وہیں بیٹھ کے رونے لگی۔ اپنے کمرے میں بھی نہ گئی۔ اچانک صائب وہاں آ گیا اور مجھ سے میرے رونے کی وجہ پوچھنے لگا۔ میں بھری تو بیٹھی تھی' فوراً اسے بتا بیٹھی۔

''وہاٹ! تمہیں صاعد سے بات کرنے سے روک رہی ہیں؟ یہ جانتے ہوئے

بھی کہ تم صاعد سے کتنی اٹیچ اور کلوز ہو' ایسا کیوں کررہی ہیں وہ؟''

''رودابہ بھابی کی وجہ سے۔''

''اوہ..... اب سمجھا لیکن رودابہ بھابی کی تو عادت ہے۔ کوئی نہ کوئی پرابلم کری ایٹ کرنا۔ کم از کم نازنین بھابی کو ہی عقل سے کام لینا چاہیے۔ وہ تو خاصی سمجھ دار ہیں۔ اچھا تم روؤ مت' میں صاعد سے بات کرتا ہوں' وہ خود سمجھا لے گا۔''

''نہیں پلیز! ایسا مت کرنا'' میں گھبرا اٹھی۔ ''تم نہیں جانتے' پیا میرے ساتھ کیا کریں گی اگر انہیں پتا چل گیا کہ یہ بات میں نے تمہیں بتائی ہے۔ انہوں نے مجھے سختی سے کسی کو بتانے سے منع کیا ہے۔''

''ٹھیک ہے' میں صاعد سے کہہ دوں گا کہ تمہارا نام نہ لے۔''

''تم کیوں نہیں میرا نام چھپا لیتے میرا مطلب ہے کہ تم صاعد بھیا سے کہنا کہ تمہیں یہ بات خود پتا چلی۔ یعنی تم نے پیا کو مجھے ڈانٹتے ہوئے سنا تھا۔ پلیز' پلیز..... صائب! ایسا ہی کہنا'' میں نے اس سے پرامس لے لیا۔

''او کے' او کے! ڈونٹ وری' میں ایسا ہی کروں گا۔ اس مسئلے کا حل تو نکلنا ہی چاہیے اور وہ صاعد کے نازنین بھابی سے مکمل کر بات کرنے سے نکلے گا۔''

میں اتنا تو جانتی ہوں کہ صاعد بھیا کو یہ جان کر بہت غصہ آئے گا۔ وہ پیا پر بگڑیں گے بھی..... اور شاید اس بات پر ناراض بھی ہو جائیں کہ انہوں نے ہم دونوں پر شک کیا۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ تو ثابت ہو جائے گا کہ ان کی نظر میں میری حیثیت پیا سے کم ہے۔ وہ ہر بات میں انہیں اہمیت دیتے ہیں مگر یہ تو کل پتا چلے گا۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

اور آج پتا چل ہی گیا۔ مجھے فضول میں ڈر تھا کہ وہ میری وجہ سے پیا سے الجھنا پسند نہیں کریں گے۔ ان کی اس حرکت کو نظر انداز کر دیں گے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا' انہوں نے پیا سے بات کی یا نہیں' اس بارے میں تو مجھے ٹھیک سے پتا نہیں لیکن آج سارا دن وہ جان بوجھ کے میرے قریب رہے۔ گھر سے باہر بھی نہیں گئے۔ لگتا ہے صائب سے پیا کی پابندی کے بارے میں سن کر وہ غصے کے مارے پیا کی پابندی کے بارے میں سن کر وہ غصے کے مارے پیا کو چڑانے کے لیے ایسا کرتے رہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا کرتے ہوئے مجھے یہ احساس دلانا چاہتے ہوں کہ کوئی کچھ بھی کہے' ان کی زندگی میں میری یعنی نرمین محمود کی اہمیت کبھی بھی کم نہیں ہو سکتی۔

اُف..... میں کتنی خوش ہوں آج۔ انہوں نے پیا کے بجائے میری سائڈ لی۔ میری خاطر پیا کو چڑاتے رہے اور..... اور پیا' وہ واقعی چڑ رہی تھیں۔ ان کے چہرے

سے صاف لگ رہا تھا کہ انہیں یہ سب کتنا بُرا لگ رہا ہے۔ مجھے تو یہ سوچ سوچ کے زیادہ مزہ آ رہا ہے کہ وہ اب مجھے کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتیں۔ میں خود سے تو کچھ بھی نہیں کر رہی' صاعد ہی مجھے زبردستی اپنے پاس سے اٹھنے نہیں دے رہے۔ ایک بار پیا کے زبردست طریقے سے گھور کے دیکھنے پر میں ڈر کے مارے اٹھنے ہی لگی کہ کہیں وہ سب کے سامنے جھاڑ نہ لگ جائیں..... لیکن صاعد نے ہاتھ پکڑ کے مجھے اپنے پاس دوبارہ بٹھالیا اور کہنے لگے۔ ''بیٹھی رہو یار! تمہارے بغیر کوئی مزہ ہے۔''

میں سچ مچ مغرور ہو گئی اور پیا..... ان کی حالت دیکھنے والی تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ صاعد کے ہاتھوں میں سے میرا ہاتھ نکال کے مجھے کھینچ کے باہر لے جائیں لیکن مجھے ان کی ذرا پروا نہ تھی۔ اب مجھے ان سے ڈر بھی نہیں لگ رہا تھا۔ نہ ان سے' نہ ان کی ڈانٹ اور دھمکیوں سے۔ صاعد کے ہاتھوں میں دبا میرا ہاتھ مجھے بہادر بنا تھا' مجھے ہواؤں میں اُڑا رہا تھا۔ میں اتنی آسانی سے یہ ہاتھ کسی کو چھڑوانے نہیں دوں گی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

آج زدیا نہیں آئی۔ میں بہت بے چین پھرتی رہی۔ آج اسے بتانے کے لیے میرے پاس بہت کچھ تھا۔ کتنی بار دل چاہا انیتا اور کنزیٰ کو اس بارے میں بتاؤں مگر رک گئی۔ وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتیں۔ الٹا مجھے غلط سمجھتیں۔ ان کے نزدیک تو اب بھی صاعد..... صاعد بھیا تھے۔ میرے دوست' میرے فرسٹ کزن اور میرے ہونے والے بہنوئی..... اور بس۔ یہ میرا ہی کرایا تعارف تھا مگر تب' جب میں بھی انہیں اسی حوالے سے جانتی تھی۔ ابھی میرے دل کی بات خود مجھ پر بھی نہیں کھلی تھی۔ اب اگر انہیں کچھ اور بتاؤں تو پتا نہیں وہ کیا مطلب نکالیں۔ مجھے ایک بُری لڑکی نہ سمجھ لیں جو اپنی بہن کے منگیتر سے..... لیکن اس میں میرا کیا قصور؟ زدیا بالکل ٹھیک ہی تو کہتی ہے کہ اگر صاعد اور پیا ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے بلکہ بچپن میں ہوئی اس منگنی پر خاموشی سے راضی ہیں تو ان کی شادی ہونا ایسا خاص ضروری بھی نہیں۔ کسی پر بھی فرق نہیں پڑے گا اس بات سے نہ صاعد پر..... نہ پیا پر۔ ہاں ان کی شادی سے مجھ پر ضرور فرق پڑے گا کیونکہ میں اب صاعد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنی جلدی' اتنا اچانک یہ سب ہو جائے گا۔ آج گھر میں صاعد اور پیا کی شادی کی بات ہو رہی تھی۔ آنٹی نے ان کی شادی کی بات ہو رہی تھی۔ آنٹی نے ان کی شادی کی تاریخ طے کر دی ہے بالکل اچانک..... کل تک ایسا کوئی ذکر بھی نہیں تھا۔

مجھے صاعد اپنی پہنچ سے بہت دور محسوس ہو رہے ہیں۔ دکھ کی بات صرف یہ نہیں کہ ان کی شادی ہونے والی ہے اور میں کچھ نہیں کر سکتی بلکہ دکھ کی اصل بات تو یہ ہے کہ اس لمحے..... صاعد مجھے خوش نظر آ رہے ہیں۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ وہ پیا سے محبت نہیں کرتے۔ اگر کبھی کرتے بھی تھے تو اب نہیں کرتے۔ میں پیا سے کچھ چھیننا نہیں چاہتی' وہ میری بہن ہیں اور میں جانتی ہوں کہ انہوں نے اب تک میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ مجھے خیال ہے میرا خیال رکھا ہے لیکن جو چیز ان کی ہے ہی نہیں' وہ انہیں حاصل کرنے

کا حق نہیں ہے۔ جس چیز کے ہونے یا نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا' وہ اگر ان کے پاس نہ رہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟ وہ تو اتنی بڑی خبر سننے کے بعد بھی ایسے نارمل پوز کر رہی ہیں جیسے یہ ان کی زندگی کا نہیں کسی اور کی زندگی کا معاملہ ہو۔ جب انہیں اس کی خوشی نہیں تو پھر نہ ہونے کا غم بھی نہیں ہوگا۔

میں ایسے چپ چاپ آنسو نہیں بہاتی رہوں گی۔ مجھے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑے گا اور خود..... کیونکہ میرے لیے کچھ کرنے والا کوئی بھی اس دنیا میں نہیں ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی یہ سب سے اہم خوشی حاصل کرنے کی کوشش خود کرنا ہے اور صرف کوشش ہی نہیں کرنا بلکہ کامیاب بھی ہونا ہے۔

♥.....♥.....♥

اب جب میں نے ایک چیز طے کر لی ہے کہ مجھے اپنی پہلی پہلی محبت سے دستبردار نہیں ہونا' ہرگز نہیں ہونا' کبھی بھی نہیں تو میرے دل کو قرار آ گیا ہے۔ اب صاعد اور پیا کی شادی کی تاریخ مقرر ہونا میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اب گھر میں اس بات کا ذکر مجھے پریشان نہیں کرتا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں ایسا ہونے ہی نہیں دوں گی۔

اور مجھے ایسا کرنے میں مدد دیں گے خود صاعد..... کیونکہ میرا دل جانتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ بے شک انہوں نے اب تک یہ بات زبان سے نہیں کہی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مجھے نہیں چاہتے۔ زبان سے تو اب تک میں نے بھی نہیں کہا لیکن کیا میری محبت میں کوئی کمی ہے؟ نہیں ناں..... تو پھر ان کی محبت میں کیسے ہوگی؟

چلو زبان سے نہ سہی اور بہت سی باتوں سے یہ محبت ظاہر ہوتی ہے۔ میری عمر کم سہی لیکن میں اتنی بھی انجان نہیں کہ یہ نہ پہچان سکوں کہ کوئی کسی کا اتنا خیال کیوں رکھتا

ہے؟ اس کو اتنا اہم کیوں جانتا ہے؟ اور اس کے لیے اتنا فکر مند کیوں ہوتا ہے؟ یہ محبت ہی تو ہے۔ اور دیکھنا' میں ایک دن صاعد کی زبان سے بھی یہ اقرار کروا کے رہوں گی' اس میں زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ حالانکہ ہر روز ان کی کسی نہ کسی حرکت سے یہ محبت ظاہر ہو ہی جاتی ہے جیسے کہ آج.....!

آج میں نے پھر اُس فرضی لڑکے کا فرضی قصہ چھیڑ دیا۔ دراصل صاعد کی بے فکری مجھ سے دیکھتی نہیں جا رہی تھی۔ وہ اپنی شادی کے معاملے میں اس طرح ری ایکٹ نہیں کر رہے جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے۔ پہلے تو میں اس وجہ سے ہمت ہی ہارنے لگی تھی لیکن زویا نے حوصلہ دلایا۔ اس کا کہنا ہے کہ صاعد تمہیں چاہنے کے باوجود صرف اس لیے چپ چاپ یہ شادی کرنے پر تیار ہیں کہ ان کے خیال میں تم نہ صرف اس محبت سے انجان اور لاعلم ہو بلکہ شاید وہ اپنی محبت کو یکطرفہ بھی سمجھتے ہوں گے۔ شاید زویا کا خیال ٹھیک ہو لیکن میں پہل بھی تو نہیں کر سکتی۔ بہت عجیب سا لگتا ہے۔ بس کسی طرح انہیں یہ احساس ہو جائے کہ میں ان کا بڑھا ہوا ہاتھ تھامنے کو بے قرار ہوں' تب شاید وہ بھی ہاتھ بڑھانے میں دیر نہ کریں۔ ان کی اسی محبت کو ابھارنے کے لیے میں نے وہ قصہ دوبارہ چھیڑ دیا یا پھر شاید میں انہیں ایک بار پھر اپنے لیے پریشان دیکھنا چاہتی تھی۔ جب وہ میرے لیے پریشان ہوتے ہیں تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اس پریشانی کے پیچھے مجھے ان کی محبت چھپی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اسی محبت کو شدت سے محسوس کرنے کی خاطر میں نے ہر ممکن حد تک جھوٹ بولے۔ میں کچھ دیر پہلے ہی رودابہ بھابی کے ساتھ نزدیکی مارکیٹ تک واک کرتی گئی تھی۔ اس بات کا فائدہ اٹھا کے انہیں بتایا کہ اس لڑکے نے سارے راستے میرا پیچھا کیا ہے؟

''اس خبیث کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا' اگر ایک بار بھی میرے ہاتھ لگ جائے

تو.....تم دیکھنا میں اس کا حشر کیا کرتا ہوں جو میری مینو کی آنکھوں میں آنسو لانے کا ذمے دار ہے۔'' انہوں نے اتنے غصے سے کہا کہ میں تو ہواؤں میں اڑنے لگی۔ صاعد ہی تو وہ شخص ہیں.....اس دنیا میں وہ واحد شخص جو میرے لیے' نرمین محمود کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کسی سے بھی لڑ سکتا ہے۔

صاعد نے مجھے یہ بھی کہا کہ وہ خود میرے ساتھ مارکیٹ جائیں گے تاکہ جب وہ لڑکا میرا پیچھا کرے تو وہ اسے دیکھ لیں اور پھر میں نے کل کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اب کل میں انہیں مارکیٹ لے جاؤں گی۔ اکیلی..... لڑکا تو خیر کیا خاک آئے گا' جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے البتہ مجھے صاعد کے ساتھ کچھ وقت اکیلے گزارنے کا اور موقع مل جائے گا۔

کاش.....کاش یہ وقت وہی وقت ثابت ہو جس میں وہ اپنے دل کا راز مجھ پر ظاہر کر دیں۔ پھر آگے کے مرحلے کتنے آسان ہو جائیں گے۔ پیا ابھی بے شک مجھ پر پابندیاں لگا رہی ہیں لیکن میں جانتی ہوں' وہ دل کی بہت اچھی ہیں۔ جب انہیں یہ پتا چلے گا کہ میں اور صاعد ایک دوسرے کو چاہتے ہیں تو وہ ضرور خاموشی سے ہمارے درمیان سے نکل جائیں گی۔ کاش.....کل.....ہاں کل' دعا کرنا میری ڈائری۔

♥.....♥.....♥

آج میں اکیڈمی نہیں گئی اور اچھا ہی ہوا جو نہ گئی۔ صبح آنکھ کھلتے ہی مجھے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی' جیسے آج میں گھر سے نکلی تو کچھ نقصان ہو جائے گا۔ وہی تو میں ہوں ہی..... آج کل کچھ زیادہ ہی رہنے لگی ہوں اس لیے چھٹی کر لی۔

بعد میں پتا چلا کہ میری چھٹی حس بالکل درست کام کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ صاعد کسی نہ کسی کام سے باہر نکل جاتے' میں تیار ہو کے اپنے کمرے سے نکلی۔ کل انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ مارکیٹ چلیں گے۔ میں بھلا یہ موقع ہاتھ سے کیسے جانے دیتی۔ کمرے سے نکلتے ہوئے میں نے سامنے پیا کے کمرے کے بند دروازے کی جانب دیکھا۔ وہ دن کو کمرے میں کم ہی ہوتیں اور آج کل تو مہمانوں کی وجہ سے زیادہ ہی کام ہوتا تھا انہیں۔ پھر بھی نیچے اترتے ہی میں نے احتیاطاً نذیراں سے ان کے بارے میں پوچھا تا کہ اگر وہ لاؤنج میں موجود ہیں تو میں دوسری طرف سے صاعد کے کمرے تک جاؤں۔ لیکن نذیراں نے جو بتایا' اسے سن کر میرے تو

پیروں تلے زمین نکل گئی۔

''نازو بی بی نے صاعد پائی کے کمرے ول گئے ساں۔'' یہ بہت عجیب خبر تھی۔ آج سے پہلے شاید ہی کسی نے انہیں صاعد کے کمرے میں جاتے دیکھا ہو۔ اور اب تو شادی کی تاریخ مقرر ہوتے ہی وہ زیادہ چھپ چھپا کے رہتی ہیں۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ میری شکایت کرنے تو نہیں گئیں۔ صاعد کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کی اوٹ سے میں نے سننے کی کوشش کی۔

پیا کے رونے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔

''میں ایسا کیوں کروں گی..... میں ایسا کچھ نہیں چاہتی' یہ شادی میری مکمل رضا مندی اور..... اور..... خوشی سے ہو رہی ہے۔''

آنسوؤں کے درمیان انہوں نے کچھ جھجکتے' کچھ اٹکتے ہوئے یہ فقرہ کہا اور میرے اندر باہر آگ لگ گئی۔

آج انہیں صاعد پر یہ ظاہر کرنے کا خیال آیا کہ اس شادی میں ان کی رضا اور خوشی شامل ہے جبکہ اتنے سالوں سے وہ اس منگنی کو کسی بوجھ کی طرح لادے پھر رہی ہیں۔ کم از کم میں نے ان دونوں کے رشتے میں کوئی لطافت اور کسی قسم کی رنگینی محسوس نہیں کی۔ تو کیا میرے ڈر سے وہ پیش قدمی کر رہی ہیں یا پھر مجھے صاعد سے محروم رکھنے کی خاطر؟ اور میں بے وقوف کل ہی کہہ رہی تھی کہ پیا دل کی بہت اچھی ہیں' ہم دونوں کے درمیان سے نکل جائیں گی۔ میں نے اندر جھانک کے دیکھا۔ وہ جس صوفے کے کونے پر ٹکی تھیں' وہیں صاعد بالکل ان کے سامنے کارپٹ پر گھٹنے ٹیکے بیٹھے تھے۔

''یہی تو سارا رونا ہے' تم کچھ کہتی ہی نہیں۔'' وہ مسکرا رہے تھے اور مجھے ان کی

مسکراہٹ کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ ''کسی کو ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے' کسی سربستہ راز کی طرح۔ اچھا بتاؤ' کیا کہنے آئی تھیں تم؟''

وہ اتنے پیار سے بات کر رہے تھے کہ میں مرنے والی ہوگئی۔ اب پتا نہیں پیا کیا کہتیں۔ مجھ سے یہ سب سننا اور دیکھنا برداشت نہیں ہوا۔ میں نے دھکے کے ساتھ دروازہ کھولا اور زور زور سے بولتی اندر داخل ہوگئی۔

''صاعد بھیا! آئیں یہ مودی واپس..... کیا مجبوری ہے کہ ابھی بھی مجھے انہیں بھیا کہہ کر پکارنا پڑتا ہے' کوئی مجھ سے پوچھے کہ کس دل سے۔

میرے اچانک اندر آنے سے پیا کی جو حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ شاید ان کا دل چاہ رہا ہو کہ وہ مجھے ابھی مارنا شروع کر دیں۔

''سوری' میں سمجھی آپ اکیلے ہیں۔ میں پھر آجاؤں گی۔'' ڈر کے مارے ان کی جانب دیکھنے کے بجائے میں نے صاعد سے کہا۔

''ایسی کون سی بات ہے جو صرف اکیلے میں..... میرا مطلب ہے کہ میری موجودگی میں نہیں ہوسکتی؟'' اتنی بڑی بات کہہ دی انہوں نے۔ میں تو میں' صاعد بھی حیران رہ گئے پھر جلد ہی خود کو سنبھال کے میری طرف آئے۔

''بھئی ہوتی ہیں جگری یاروں کے درمیان ایسی سو طرح کی باتیں'' انہوں نے میرے شانے کے گرد بازو پھیلایا اور میری ذات خود بخود پُر اعتماد ہوگئی۔ اب میں تن کے پیا کے سامنے کھڑی تھی اور ان کے چہرے کے زاویے بگڑ رہے تھے۔

انہوں نے میرے لیے جیسا بھی بی ہیو ظاہر کیا' اس سے صاعد کا موڈ بھی خراب لگ رہا تھا۔ میں زبردستی انہیں لے کر باہر نکل گئی اور سارے رستے سوچتی رہی کہ پیا کا یہ انتہائی شدید ردِعمل تو میرے حق میں اچھا ثابت ہو رہا ہے۔ جس چیز کو ظاہر کرنے

سے ہم دونوں ہی ہچکچا رہے ہیں اگر اسے پیا اپنے غصے میں ظاہر کر دیں تو ہمارا کام کتنا آسان ہو جائے گا۔ ہمیں ایک دوسرے کی جانب سے پہلے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ یعنی کہ ایک آدھ بار پیا کو اور غصہ دلانا ضروری ہے۔ اور اس کے لیے مجھے ایسی ہی ایک اور سچوایشن پیدا کرنی پڑے گی۔ یہ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے پلان کر لیا تھا۔ وہیں یعنی اس آئس کریم پارلر پر جہاں صاعد مجھے لے گئے تھے۔

دراصل مجھے سوچوں میں گم دیکھ کے وہ یہ سمجھے کہ میں پیا کی طنزیہ باتوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں۔ اب میں انہیں کیسے بتاؤں کہ مجھے پیا کی کوئی بات بُری نہیں لگی۔ چاہے غصے اور حسد کے جذبات کے ساتھ ہی سہی لیکن کسی نے مجھے آپ کے حوالے سے سوچا تو سہی۔ مجھے مغرور کرنے کو یہی بات ہے۔ ہاں مجھے بُرا ضرور لگا مگر ان کا آپ کے پاس آنا۔ آپ کا ان سے مسکرا کے بات کرنا۔ آپ کی مسکراہٹ صرف میرے لیے مخصوص ہے' اس پر صرف اور صرف میرا حق ہے۔ یہ سب باتیں میں ان سے دل ہی دل میں کرتی رہی۔ کاش وہ سن پاتے لیکن وہ تو اپنی طرف سے میرا دل بہلانے اور میرا دھیان بٹانے کی کوشش میں مصروف تھے۔

حالانکہ دل تو ان کا بھی دکھا ہوگا پیا کی وجہ سے۔ لیکن ان کی فکر تھی تو میری۔ میری خاطر وہ اپنی فیلنگز چھپا کے ہنس رہے تھے اور مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا اب بھی مجھے ثبوت چاہیے اور ان کی محبت کا؟

نہیں' بالکل نہیں۔ ثبوت کیا میں تو ایمان لا چکی ہوں ان کی محبت پر۔ مگر مسئلہ یہ کہ دلوں میں چھپی اس محبت کی وجہ سے یہ شادی نہیں رک سکتی۔ اسے روکنے کے لیے محبت کو ظاہر تو کرنا ہی پڑے گا۔ ایک دوسرے پر بھی اور گھر کے باقی افراد پر بھی۔ اب میں دیر نہیں ہونے دوں گی۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

کل ڈائری لکھنے کے بعد میں دیر تک سوچتی رہی کہ ایسا کون سا طریقہ ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے صاعد مجھے یہ بتانے پر مجبور ہو جائیں کہ وہ پیا سے نہیں بلکہ مجھ سے پیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ باقی لوگوں کو بھی یہ بات پتا چل جائے۔ کم از کم پیا تو ضرور جان لیں کہ میں کوئی ان کی دشمن نہیں اور نہ ہی ضد میں آ کے ایسا کچھ کر رہی ہوں۔ بلکہ ہم دونوں دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ ایسے آدمی سے شادی کرنا پسند نہیں کریں گی جو کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ سوچتے سوچتے مجھے ایسا زبردست آئیڈیا سوجھا کہ میں صبر نہ کر سکی اور نہ ہی اگلے دن کا انتظار۔ حالانکہ رات کافی ہو چکی تھی لیکن میرے خیال میں یہی اچھا موقع تھا۔ میں نے اپنے سیل فون سے صاعد کے نمبر پر بار بار مس کالز کیں۔ آخر کار وہ اوپر آ گئے۔ بہت گھبرائے گھبرائے اور پریشان لگ رہے تھے۔

''صاعد بھیا! وہ..... وہ لڑکا یہاں تھا..... ادھر..... میں نے خود دیکھا تھا۔'' میں

نے کھڑکی سے باہر گیٹ کی جانب اشارہ کیا۔ ان کا رنگ ایک دم سرخ ہو گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے قریب کر لیا۔ شاید انہیں اس لڑکے سے اس دیدہ دلیری کی توقع نہیں تھی۔ اس سے پہلے جب بھی میں نے اس لڑکے کے من گھڑت قصے سنائے وہ صرف غصے میں آتے تھے لیکن آج میں نے ان کے چہرے پر تفکر بھی دیکھا۔ میں نے بات ہی بہت بڑی کہہ دی تھی۔

رات کے اس پہر..... ایک آوارہ لڑکا..... اور وہ بھی گھر کی جوان لڑکی کے پیچھے..... چار دیواری کے اندر تک چلا آیا۔ ظاہر ہے انہیں پریشان ہونا ہی تھا۔ وہ کتنی دیر کھڑکی کے نزدیک گم صم کھڑے رہے۔ ان کی متفکر نگاہیں اندھیرے میں اس وجود کو تلاشتی رہیں جو محض میرے ذہن کی اختراع تھی۔ اس وقت مجھے وہ پھر سے بہت اچھے لگے۔ جب جب وہ میرے لیے پریشان ہوتے تھے مجھے یقین ہونے لگتا کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

''مینو! گڑیا! تم..... تم کسی کو اپنے ساتھ یہاں سلا لو یا پھر اپنی پیا کے کمرے میں چلی جاؤ۔''

''نہیں، پیا کے پاس نہیں..... انہیں کچھ پتا نہیں چلنا چاہیے۔ وہ صرف پریشان ہی نہیں ہوں گی بلکہ میری پریشانی کو بھی بڑھا دیں گی۔ انہیں حوصلہ دینا یا مسئلے کا حل نکالنا تو آتا نہیں۔ اتنا سا دل ہے ان کا۔ الٹا مجھے اور خوف زدہ کریں گی۔ گھر سے نکلنا تک بند کر دیں گی۔ آپ پلیز انہیں کچھ مت بتایئے گا۔''

میں نے قسمیں تک دے کر انہیں روکنے کی کوشش کی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ میرے کہنے پر پیار سے سب کچھ چھپانے والے ہیں یا اپنی من مانی کرنے والے ہیں۔ میں سخت گھبرا گئی۔ اگر پیا کو اس بات کا پتا چل جاتا تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو جاتا

تھا۔ میں جس مقصد کے لیے یہ جھوٹ بول رہی تھی یعنی صاعد کو اکسانے کی خاطر' وہ تو دھرے کا دھرا رہ جاتا' الٹا پیا کی احتیاطیں اور ڈراوے شروع ہو جاتے۔

''پلیز صاعد بھیا.....!'' میں روتے روتے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''تم تو رونا بند کرو۔ اپنی پیا کے بارے میں کہہ رہی ہو کہ ان کا دل بہت چھوٹا ہے اور خود تم ہمت ہار کے رونا دھونا شروع کر بیٹھی ہو۔ کم آن پارٹنر..... میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔'' وہ مجھے حوصلہ دینے لگے۔ وہ میرے اتنے نزدیک بیٹھے تھے کہ مجھے سب کچھ بھولنے لگا۔ پیا کا خوف..... آنسو' اپنے جھوٹ..... سب کچھ۔ اُف..... کس قدر خوبصورت احساس تھا' کاش وہ لمحے کچھ اور طویل ہو جاتے۔ وہ پہلے بھی کئی بار میرے نزدیک بیٹھے تھے۔ پہلے بھی کئی بار انہوں نے میرا سر اپنے سینے سے لگا کے میرے بال سہلائے تھے۔ مگر میں اتنی مدہوش کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔ کیسا عجیب وقت تھا وہ بھی۔ کاش' میں اس وقت کو کچھ دیر اور روک سکتی..... لیکن ایسا نہ ہو سکا۔

وجہ بنیں ایک بار پھر پیا..... جی ہاں' نازو پیا..... پتا نہیں کیسے انہیں صاعد کے میرے کمرے میں ہونے کا پتا چل گیا۔ ورنہ اس وقت تو وہ نیند میں گم ہوتی ہیں اور جاگ بھی رہی ہوتیں تو جس طرح وہ مجھ سے ناراض ہوئی تھیں اس کے بعد مجھے امید نہیں تھی کہ میرے سوری کرنے سے پہلے وہ میرے کمرے میں قدم بھی رکھیں گی پھر پتا نہیں کیسے وہ یہاں آ گئیں۔ میرے صاعد کے کمرے میں آ جانے سے ہی وہ اتنا سیخ پا ہوئی تھیں کہ غصے کے مارے مجھے ڈانٹنے تک کی زحمت نہیں کی تو صاعد کے رات کے اس وقت میرے کمرے میں موجود ہونے پر ان کا کیا حال ہوا ہوگا..... توبہ' حالت دیکھنے والی تھی ان کی۔ بلکہ حالت تو میری بھی خاص اچھی نہیں تھی۔ میری تو ٹانگیں تک کپکپانے لگیں انہیں دیکھ کے۔ ان کے چہرے پر اتنی سنجیدگی تھی کہ صاعد بھی فوراً پیچھے

ہٹ کے کھڑے ہو گئے۔ شاید انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ پیا کو کیا بات اس بُری طرح چبھی ہے۔ ان کا میرے نزدیک ہونا..... اور ان کے ہاتھ کا میرے شانے پر ہونا..... اسی لیے وہ فوراً ہی مجھ سے الگ ہو کے کھڑے ہو گئے۔ مجھے یہ بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔ ٹھیک ہے کہ اس وقت پیا سے میں بھی بہت خوف زدہ ہو گئی تھی مگر..... مگر وہ..... وہ کیوں؟ انہیں ڈرنا نہیں چاہیے تھا۔ پیا سے ڈر کے مجھ سے دور ہونا' یہ بات مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اگر وہ یونہی پیا سے اور دوسرے لوگوں سے ڈرتے رہیں گے تو ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔ مجھے پیا پر بہت سخت غصہ آ رہا تھا' بہت زیادہ..... اور میں نے تو تب اس غصے کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ صاعد تو صفائیاں پیش کرنے کی کوشش ہی کرتے رہے اور پھر پیا کی لڑوی کیلی سننے کے بعد غصے میں باہر نکل گئے لیکن میں چپ نہیں رہی۔ خوب بولی تب جب پیا نے دوبارہ سے مجھے ڈانٹنا شروع کیا۔ وہ ایک بار پھر مجھے سختی سے صاعد سے دور رہنے کا مشورہ دے رہی تھیں۔

''آپ بلاوجہ مجھے ڈانٹتی اور ٹوکتی رہتی ہیں۔ تنگ آ چکی ہیں آپ مجھ سے۔'' میں زور سے چلائی تھی اور بھی بہت کچھ کہا میں نے۔ میرے چیخنے چلانے کا ان پر الٹا اثر ہوا وہ بجائے طیش میں آنے کے چپ ہی ہو کے رہ گئیں۔ میں نے جو کیا ٹھیک کیا' ٹھیک ہی تو ہے۔ جب انہیں صاعد سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے تو کیا اعتراض ہے ہمارے تعلق پر؟

♥ ..... ♥ ..... ♥

میں سخت پریشان ہوں۔ادھر میں نے اپنے حوصلے بلند کیے اور پیا کے سامنے زبان کھولی' دوسری طرف صاعد نے جانے کیوں ہمت ہار گئے ہیں۔وہ مجھ سے کھنچے کھنچے سے لگ رہے ہیں۔گھر سے باہر ہی وقت گزارتے ہیں زیادہ تر۔نہ ان کے آنے کا پتا چلتا ہے نہ جانے کا اور یہاں میرا دل جلانے کا گھر میں ان کی شادی کی تیاریاں بھی شروع ہو چکی ہیں۔میرا دل کر رہا ہے میں اس دن کے آنے سے پہلے مر ہی جاؤں تو اچھا ہے۔ میں صاعد کو کسی اور کا ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ یہ شادی نہیں ہونا چاہیے' کبھی بھی نہیں۔پتا نہیں سارے گھر والے اتنے مگن اور خوش کیوں ہیں؟ کیا انہیں نہیں لگتا یہ شادی غلط ہے۔کیا ان کو پیا اور صاعد کا روکھا پھیکا انداز نظر نہیں آتا۔ صاعد کا گھر سے غائب رہنا' پیا کا چپ چاپ اداس رہنا نظر نہیں آتا' مجھے تو آتا ہے..... اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شادی پیا صرف میری ضد میں آ کے کر رہی ہیں۔چلو وہ صاعد کے بارے میں سیریس نہیں لیکن بالفرض اگر صاعد بھی انہیں دل

سے چاہتے ہوں تو میں چپ چاپ ان کی خوشی میں راضی ہو جاؤں گی لیکن وہ تو مجھے چاہتے ہیں۔صرف پیا کے ڈر سے اور گھر والوں کے ردِعمل کا سوچ کر اس بات کو ظاہر نہیں کر رہے۔آخر اتنی پرانی منگنی ہے۔وہ چپ کر سکتے ہیں مگر میرے لیے خاموش رہ کے شادی کی یہ تیاریاں دیکھنا ناقابلِ برداشت ہے۔

♥ ..... ♥ ..... ♥

بس، بہت ہو گیا۔ کل پیا کو مایوں بٹھایا جا رہا ہے۔

یعنی چند ہی دن بعد وہ صاعد کی زندگی میں شامل ہو جائیں گی اور میں ان کی زندگی سے باہر۔ ابھی بھی وہ مجھے صاعد کے آس پاس نہیں دیکھ سکتیں، بعد میں کیا کریں گی۔ کیا پتا وہ انہیں لے کر کہیں دور چلی جائیں۔

خیر...... میں یہ سب کیوں سوچ رہی ہوں۔ اگر ان دونوں کی شادی ہو گئی تو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ میرے پاس رہیں یا دور؟

شادی...... کتنی تکلیف ہوتی ہے یہ سوچ کر بھی۔ اور اس دن کیا ہوا جب سچ مچ یہ شادی ہو جائے گی۔ نہیں، مجھے اتنی جلدی ہمت نہیں ہارنا چاہیے۔ کچھ کرنا چاہیے۔ کچھ تو...... وقت بہت کم ہے میرے پاس۔ صاعد تو اب ملتے ہی نہیں اور مل بھی لیں تو کیا ہوگا۔ وہ تو کچھ کرنے پر آمادہ ہی نہیں۔ اپنے آپ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی، اگر وہ بھی میرے پاس نہ رہیں گے تو میرے پاس بچتا کیا ہے؟ مجھے تو ان کے علاوہ کوئی اور یاد نہیں جو مجھے اتنا پیار کر سکتا ہو یا جسے میں اتنا پیار کر سکوں۔ اب جو کرنا ہے مجھے کرنا ہے۔

♥ ...... ♥ ...... ♥

آج پیا کو مایوں بٹھایا جا رہا ہے۔ کر لیں جو کرنا ہے۔ جس کا جو بھی چاہتا ہے کر لے۔ اگر پیا مایوں بیٹھ کے سمجھتی ہیں کہ انہوں نے مجھے ہرا دیا تو ٹھیک ہے ایسا ہی سہی سمجھنے دو۔ اگر صاعد سوچتے ہیں کہ وہ مجھے نظر انداز کر کے پیا سے شادی کر کے سب کو خوش کر سکتے ہیں تو انہیں بھی ایسا ہی سوچنے دو۔

کسی کے سمجھنے یا سوچنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تو وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا اور میرا دل چونکہ صرف صاعد کو چاہتا ہے اس لیے میں...... ہاں میں اب بھی اس کوشش میں ہوں کہ کسی طرح یہ شادی رک جائے اور اس کے لیے میں نے ایک پلان بھی سوچا ہے۔ کل ساری رات میں جاگتی رہی اور اس بارے میں سوچتی رہی۔ آخر یہی طریقہ درست لگا۔

میں نے ایک خط لکھا ہے، اسی لڑکے کی جانب سے۔ اور اس میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں کہ جن کو پڑھ کے صاعد یقیناً بھڑک جائیں گے۔ جب بھی ایسا ہوتا ہے

مجھے شدت سے لگتا ہے کہ ان کی محبت ظاہر ہونے والی ہے۔ اگر آج بھی ایسا ہوا تو میں پوری کوشش کروں گی کہ ایک بار وہ یہ بات مان جائیں کہ میں ان کے لیے کتنی اہم ہوں اور ہاں' میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ اس بار پپا سے چھپ کے نہیں بلکہ خاص انہیں دکھانے کے لیے یہ کیا جائے۔ کیا پتا صاعد کو میرے پاس ایک بار پھر دیکھ کے وہ اور بھی غصے میں آ جائیں اور مارے غصے کے خود ہی اس شادی سے انکار کر دیں۔ ان کو یہ دکھانا ضرور ہے کہ بے شک وہ اس شادی کے لیے جو مرضی کر لیں' محبت تو صاعد مجھ سے ہی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ وہ زبردستی یہ شادی کر بھی لیں گی تو صاعد کی محبت حاصل نہیں کر سکتیں۔ میں نے آج صبح انہیں صاعد سے ملنے کا کہا تھا' یہ ذکر کر کے کہ وہ ان سے ناراض ہیں اور انہیں جا کے منانا چاہیے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اسی وقت وہاں جانے کا سوچ رہی ہوں گی کیونکہ گھر میں زیادہ تر لوگ باہر ہیں۔ میں ان سے پہلے یہ خط لے کر پہنچتی ہوں۔

آج فیصلہ ہو جائے گا۔ آر یا پار.....

♥ ..... ♥ ..... ♥

میں..... میں..... کیا..... کروں..... کیا..... کروں میں..... کرنے کو اب رہا ہی کیا ہے' سوائے اس کے کہ میں..... ہاں میں یہی تو کر سکتی ہوں۔ یہی ایک وہ کام ہے جس کو کرنے میں اب میرا کوئی فائدہ ہو سکتا ہے ورنہ اس سے پہلے میں نے اپنے فائدے کے لیے جو کچھ بھی کیا اس سے مجھے نقصان ہی ہوا۔ نہ صرف مجھے بلکہ سب کو..... حتیٰ کہ صاعد کو بھی۔

کیا میں کبھی دل سے صاعد کے لیے بُرا چاہ سکتی ہوں مگر میں نے بُرا چاہا ہی نہیں ان کے لیے بُرا کیا بھی ہے۔ میں اپنا یہ قصور معاف نہیں کر سکتی' کبھی بھی نہیں۔ مجھے اس کی سزا ملنی تو چاہیے اور میں وہی کر رہوں۔ میں نے پہلے بھی کہا ناں کہ میں ہمیشہ وہی کرتی ہوں جو میرا دل چاہتا ہے۔ میرا دل چاہا صاعد میرے ہوں' میں نے اس کے لیے ہر طریقہ آزمایا۔

میرا دل چاہا پپا میرے اور صاعد کے بیچ میں سے نکل جائیں' اس کے لیے میں

نے ہر حرکت کی۔ اور اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے خود کو سزا دوں...... ایک کڑی سزا! تو وہ میں دے رہی ہوں۔ کچھ وقت اور گزرے گا اور میری سزا پوری ہو جائے گی۔ بس کچھ وقت اور......

یہی کچھ وقت ہے جو گزارے نہیں گزر رہا۔ اس کو گزارنے کے لیے ہی میں آج پھر تمہارے سامنے ہوں میری پیاری ڈائری۔

بس اس وقت ایک تم ہو جس کا سامنا کرنے میں مجھے شرم محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ دراصل تم سے میرا شرم یا جھجک والا کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ تمہارے سامنے میں ہمیشہ ویسے ہی آئی جیسی میں ہوں۔ پپا کے سامنے میں ویسی آتی ہوں جیسا وہ چاہتی تھیں۔ ان کے نزدیک میں ہمیشہ ان کی چھوٹی، معصوم سی بہن رہتی۔ اس لیے میں ویسی ہی رہی جیسا ان کے ذہن میں میرا تصور تھا۔

بس ایک تم ہو جو مجھ سے واقف ہو اس لیے میں تمہارے سامنے ہوں۔ کسی اور کا سامنا کرنے کی اب مجھ میں ہمت نہیں ہے اس لیے میں ان سب سے دور جانا چاہتی ہوں۔ میں ایسا نہ کروں تو کیا کروں؟ اپنی نظروں میں تو گر ہی چکی ہوں، کسی اور کی نظروں میں کیسے گرتا دیکھوں خود کو......؟

مجھے وہ منظر بھلائے نہیں بھولتا، جب میں ساعد کے کمرے میں تھی اور پپا اچانک اندر آ گئیں۔ اگرچہ مجھے ان کے آنے کی امید تھی اور اسی وجہ سے میں ساعد کے اتنے قریب بھی تھی لیکن جیسے ہی وہ آئیں اور ان کے چہرے پر ہم دونوں کو دیکھ کے جو تاثرات ابھرے، انہوں نے مجھے بے حد ڈرا دیا۔ مجھے تب احساس ہوا کہ میں کتنا بڑا قدم اٹھا چکی ہوں۔ گھر میں کچھ مہمان بھی ہیں، کل مہندی کی تقریب ہے۔ کوئی بڑا ہنگامہ بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ پپا ناکامی کے خوف سے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ ڈر کے مارے

میں ساعد کے پاس سے ہٹی اور بھاگ کے پپا کے پاس گئی۔ میں نے سوچا، انہوں نے یہ تو اندازہ کر ہی لیا ہے کہ ہم دونوں اصل میں ایک دوسرے کو کتنا پیار کرتے ہیں، اب ان سے سوری کر کے اور اپنی شرمندگی کا اظہار کر کے کم از کم ان کا غصہ ہی کم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن میں حیران رہ گئی جب مجھے ڈانٹنے کے بجائے انہوں نے مجھے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ ان کی مضبوط گرفت میں دبا میرا وجود کانپ رہا تھا پتا نہیں وہ کیا کرنے والی ہیں؟ اور پھر اگلے لمحے یہ بھی پتا چل گیا۔

''تم کس قدر گھٹیا شخص ہو ساعد!'' میں ان کی نفرت میں ڈوبی آواز سنی اور میرے جھوٹے آنسو ساکت ہو گئے۔ ''ایک بچی کی معصومیت سے کھیلتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی۔''

انہوں نے ساعد پر جو الزام لگایا اسے سن کر میں تڑپ اٹھی۔ ''پپا میں...... میں'' میں نے کچھ کہنا چاہا مگر انہوں نے مجھے چپ کرا دیا

''تم خاموش رہو۔ کچھ نہیں سمجھتیں تم...... اسی دن کے لیے میں تمہیں منع کرتی تھی کہ اس سے دور رہو۔ تم اس کی اصلیت جان نہیں پا رہی تھیں لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا صرف یقین نہیں آ رہا تھا، آج وہ بھی آ گیا۔ یہ ہے اس کا اصل چہرہ گھناؤنا اور مکروہ چہرہ! جسے نہ رشتوں کی شرم ہے نہ ہی خدا کا خوف۔ جو یتیم لڑکی اس گھر میں اس لیے رہتی ہے کہ اسے تمہارے والدین نے اپنی سرپرستی میں لیا ہے، اس کے تحفظ کے ضامن بنے ہیں وہ...... تم اس پر بری نظر......'' ابھی میں ان کے غلط اندازوں پر ہی گھبرا رہی تھی کہ ساعد نے پپا کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ مار کے میری جان ہی نکال دی۔ یہ سب جو ہو رہا تھا، یہ وہ نہیں تھا جو میں چاہتی تھی۔ وہ دونوں میری وجہ سے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اس بری طرح سے جھگڑ رہے تھے۔ مجھے

تکلیف ہو رہی تھی۔ صاعد سے تو میں محبت کرتی ہی ہوں۔ پیا سے اپنی محبت کو بھولنے لگی تھی میں.....اور اب ان کو لگنے والے تھپڑ پر اپنے دل کی تکلیف نے مجھے احساس دلایا کہ میں اب بھی انہیں چاہتی ہوں۔ جس طرح صاعد پر لگائے گئے ان کے بے بنیاد الزام پر مجھے تکلیف ہوئی تھی' ایسے ہی صاعد کے ان کو مارے تھپڑ پر بھی ہوئی تھی۔ میرے چہرے پر بہنے والے آنسو اب سچے تھے۔

''اپنی بکواس بند کرو۔ شرم نہیں آتی تمہیں میرے اور مینو پر ایسا گندا الزام لگاتے ہوئے۔'' وہ پہلی بار پیا کے سامنے اتنی اونچی آواز میں بول رہے تھے۔ ''مجھے یہ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے کہ کبھی میں نے تمہیں چاہا تھا۔ تمہیں سب سے الگ' سب سے محترم جانا تھا۔'' میں کانپ کے رہ گئی۔

صاعد پیا کو چاہتے ہیں' اس بات کا سننا میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ اس سے بھی زیادہ جتنا پیا کا ان پر الزام لگانا۔ جب پیا نے صاعد پر الزام لگایا تو مجھے احساس ہوا کہ پیا اب بھی میرے بارے میں کچھ غلط نہیں سوچ سکتیں۔ میں نے سوچا تھا ہمیں ایک ساتھ دیکھ کے انہیں علم ہو جائے گا' ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور وہ ہمارے بیچ میں سے نکلنے کو ہی بہتر سمجھیں گی لیکن ہوا یہ کہ اب بھی میں ان کے نزدیک قابل اعتبار تھی۔ یہ ان کی مجھ سے محبت ہی تو تھی' وہ مجھے صاعد سے اس لیے دور نہیں رکھنا چاہتی تھیں کہ انہیں مجھ سے خطرہ تھا بلکہ اپنی طرف سے تو وہ مجھے خطروں سے بچانا چاہتی تھیں۔

ان کی بات نے مجھے آسمان سے زمین پر گرا ڈالا تھا اور اب صاعد کا پیا سے اعترافِ محبت مجھے زمین کے اندر دھنسا رہا تھا۔ صاعد کی بات پر پیا کی اڑتی رنگت نے مجھے احساس دلایا کہ یہ میری غلط فہمی تھی کہ پیا ان کے بارے میں کوئی خاص جذبات

نہیں رکھتیں۔ میں نے خود انہیں ٹوٹتے بکھرتے دیکھا جب صاعد نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ مجھے اب یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا میں عمر بھر تمہارا ساتھ برداشت کر سکوں گا یا نہیں۔ اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہیں جو آپ کے سب سے پاکیزہ جذبے کو گالی دے۔''

ان کی اس بات پر پیا یوں سفید پڑ گئی تھیں جیسے صاعد نے انہیں سزائے موت سنا دی ہو۔ یہ فیصلہ سناتے ہوئے میں نے صاعد کی آنکھوں کو بھی ویران ہوتے دیکھا اور تب مجھے پتا چلا کہ محبت یہاں نہیں وہاں تھی۔ تو پھر یہاں کیا تھا؟

یہ بھی اسی وقت پتا چل گیا..... صاعد ہی کی زبانی۔

''میں نے کبھی مینو کو تمہاری بہن کی حیثیت سے نہیں دیکھا' میں نے اسے اپنی بہن' اپنی بیٹی کی حیثیت سے.....''

اس سے زیادہ سننے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ میں پلٹی اور بھاگ کے اس کمرے سے نکل گئی۔ مجھے اپنے پیچھے پیا کی آوازیں آتی رہیں' مگر میں اوپر چلی گئی۔ راستے میں گیس کے پائپ بکھرے تھے' جن سے میں ٹھوکر کھا کے کرتے گرتے بچی۔ میرا سر دیوار سے ٹکرایا تھا لیکن مجھے کوئی درد محسوس نہیں ہوا۔ اس وقت ہر احساس پر ایک ہی احساس حاوی تھا۔ شرمندگی کا..... ذلت کا..... افسوس کا!

میں خود کو جتنی بھی سخت سزاؤں دوں وہ کم ہوگی۔ میں نے کوئی چھوٹا موٹا گناہ نہیں کیا۔ میں نے اتنی محبت کرنے والی پیا کو غلط سمجھا۔ ایک دوسری محبت کی خاطر ان کی اتنی پرانی محبت کو بھلا دیا اور وہ..... وہ میری خاطر صاعد کی محبت پر بھی شک کر بیٹھیں۔ میرے لیے انہوں نے اس شخص کی پروا نہ کی۔ جس سے دو دن بعد ان کی شادی ہونے

والی تھی۔

میں نے صاعد کو چاہنے کی حماقت بھی کی۔اس سے بڑی بے وقوفی ان کی محبت کو غلط انداز میں لینے کی' کی۔اور پھر اس غلط محبت کو جتنے غلط طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی' کیا یہ سب معاف کرنے کے قابل ہے؟

ہرگز نہیں۔ جب میں خود اپنے آپ کو معاف نہیں کر پا رہی تو کوئی دوسرا کیا کرے گا؟ میں جانتی ہوں' ابھی وہ دونوں کچھ نہیں جانتے لیکن جان تو جائیں گے تب میں کیا کروں گی' کیسے سامنا کروں گی ان دونوں کا؟

مجھے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔یہی میری سزا ہے اور جواب شروع ہو چکی ہے۔اس سے زیادہ لکھنے کی اب مجھ میں سکت نہیں ہے۔سانس لینا.....مشکل.....ہو رہا ہے۔ کمرے میں.....گیس بھرتی جا رہی ہے۔

♥.....♥.....♥

شکستہ تحریر میں لکھی ان آخری سطروں کے بعد ساری ڈائری خالی ہے۔اس سفید چھت' گلابی دیواروں والے خالی کمرے میں رکھی رائٹنگ ٹیبل کی مقفل دراز میں اس رات سے بڑی گلابی مخملیں جلد والی یہ ڈائری جو سب کچھ کہہ گئی سب کچھ اور ان ''سب کچھ'' کا قاری بھی ہوں سامع بھی میں ہوں میں یعنی اس کا خالی کمرہ۔

اور وہ جو یہاں بیٹھے ہیں اب تک اس راز سے انجان ہیں۔

یہ کمرہ' جس میں رہنے والی اس بے حد جذباتی سی اور کچی پکی سوچ رکھنے والی کم عمر لڑکی نے ان دونوں کو الگ کرنے کی کبھی کوشش کی تھی۔وہ نہ رہی لیکن شاید اس کی کوشش کے رنگ باقی تھے کہ ایک ہو جانے کے بعد بھی وہ ایک نہ ہو سکے اور آج اسی کمرے کی یادیں ان دونوں کو قریب لے آئی تھیں۔

''میں اس سے بہت پیار کرتی تھی صاعد! بہت زیادہ'' نازنین نے بھیگی آنکھیں صاعد کے ہاتھ کی پشت پر رکھتے ہوئے کہا۔''مگر وہ میری وجہ سے.....یقین

کرو' میں دانستہ اسے دُکھ دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی' اس کے باوجود پتا نہیں کیسے میں اسے اتنا دکھی کرتی رہی کہ.....''

''بس نازو' بس..... وہ بھی جانتی تھی کہ تم اسے کتنا چاہتی ہو' صاعد نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''اس نے جانے میں جلدی کی' بہت جلدی' ابھی تو اسے بہت کچھ دیکھنا تھا ناں صاعد.....!''

''ہاں' بہت کچھ۔ اسے ہمیں ایک دوسرے کے قریب دیکھنا تھا۔'' وہ مسکرایا۔

''اور وہ بہت خوش ہوتی یہ جان کر کہ اسے بے حد و بے حساب چاہنے والی دو ہستیاں ایک دوسرے کو بھی اتنا ہی چاہتی ہیں۔ تم دکھی مت ہونا نازو' نہ ہی خود کو الزام دو' وہ تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ.....'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ نازو' مینو کی بہن تھی۔ وہ پوری دیانت داری سے بغیر جھجکے خود کو مینو کی بے وقت موت کے لیے مورد الزام ٹھہرا رہی تھی لیکن صاعد ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے اندر کی خلش اسے بے چین کیے ہوئے تھی لیکن وہ نازنین کو یہ کہتے ڈرتا تھا کہ مینو کی موت کا کہیں نہ کہیں وہ بھی ذمے دار ہے۔

یہ عدالت میں نے لگائی تھی۔

نازنین محمود اور صاعد کو میں نے کٹہرے میں طلب کیا تھا' دونوں نے اپنے اپنے بیان پوری سچائی کے ساتھ دہرائے تھے۔

ایک وہ تھی جس کے خیال میں اس کی بے وجہ روک ٹوک اور بے بنیاد شک نے اس کی بہن کو اس حد تک دل برداشتہ کر دیا کہ وہ موت کو گلے لگا بیٹھی۔

ایک وہ تھا جس کے خیال میں نازو کو شک کا موقع اس کے غلط طرز عمل نے فراہم کیا تھا جس کے باعث وہ معصوم موت کی آغوش میں چلی گئی۔

اس کا ذمے دار ہمارا معاشرہ ہے یا ہمارا میڈیا ہے جس نے اپنی چکا چوند سے نوعمر بچوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ انہیں عام زندگی میں بھی وہی رنگ و بو چاہیے جو وہ دیکھتے ہیں۔ بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ اس کے سحر میں گرفتار ہیں..... انہیں جو محبت بھری داستانیں دکھائی جاتی ہیں' اس کے مرکزی کردار لیلیٰ' مجنوں' شیریں' فرہاد یا پھر سوہنی مہینوال ہوتے ہیں اور انہیں ازبر کرایا جاتا ہے کہ محبت و جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ کیا یہ سب ٹھیک ہے..... بتایئے کون ہے قصوروار؟ کس کے کھاتے میں ڈالا جائے یہ جرم؟

اختتام